اسلام

(قرآن وحدیث کے آئینے میں)

معاشرت اور اخلاقیات

جلد دوم

قاضی حبیب الرحمٰن

الاحسان

Marfat.com

Marfat.com

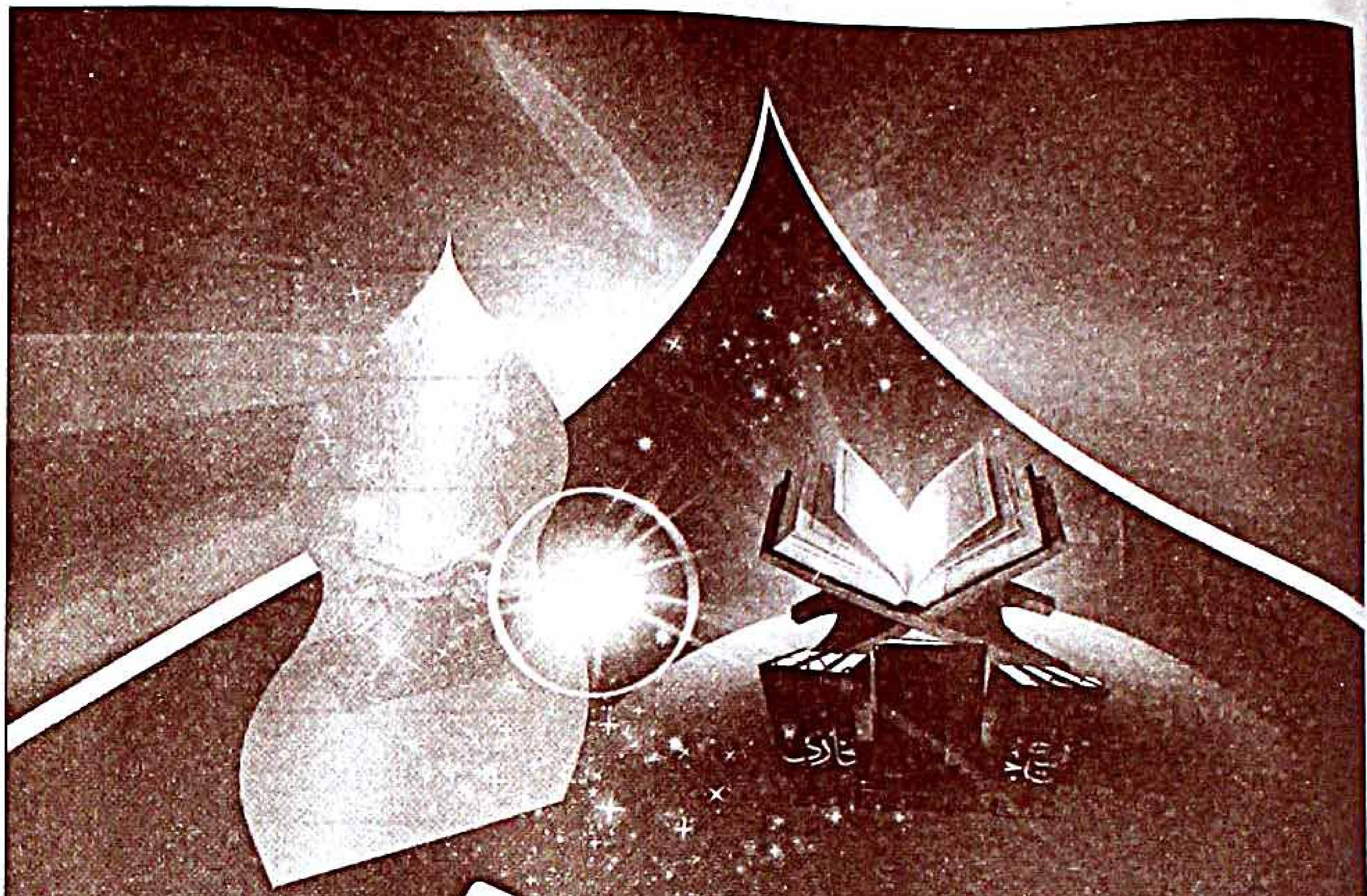

اسلام

(قرآن و حدیث کے آئینے میں)

معاشرت اور اخلاقیات

جلد دوم

قاضی حبیب الرحمٰن

الاحسان

Marfat.com

جملہ حقوق بحق قاضی حبیب الرحمٰن محفوظ ہیں

نام کتاب ---------------- اسلام (جلد دوم)

تالیف ---------------- قاضی حبیب الرحمٰن

صفحات ---------------- 344

پہلا ایڈیشن ---------------- مئی 2017ء

قیمت ---------------- 500 روپے

طابع ---------------- الاحسان پبلشرز، اسلام آباد

ملنے کے پتے

1۔ خلیل الرحمٰن چشتی E-11/4 اسلام آباد، فون:0300-4460900

2۔ ادارۂ منشورات اسلامی، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ فون:042-37840584

3۔ ادارۂ معارف اسلامی D-35، Block 5 فیڈرل B ایریا، کراچی

فون:021-36349840,36809201,0307-2358829

4۔ دار الکتب السلفیہ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون:042-37361505

5۔ مکتبہ تحریک محنت، جی ٹی روڈ، واہ کینٹ، پاکستان، فون:051-4535334

6۔ البلاغ۔ 18 عدنان پلازہ، جی ٹین مرکز، اسلام آباد، فون:051-2224146,47

7۔ البلاغ۔ 16 شالیمار سینٹر ایف ایٹ مرکز، اسلام آباد۔ فون:051-2281420

8۔ البلاغ۔ LG-5 لینڈ مارک پلازہ، جیل روڈ، گلبرک، لاہور۔ فون:042-35717842-3

9۔ البلاغ۔ ایل چوک، نزد بیریئر نمبر 3، شاہ ولی کالونی، واہ کینٹ۔ فون:051-4541148

10۔ بک ڈسٹری بیوٹرز B-153، فلیٹ GF، A-3، خدادا کالونی، کراچی

فون:021-32787137, 0334-3922268

Marfat.com

فہرست

پیش لفظ 8

تیسرا حصہ:...... معاشرت

تیرھواں باب: **والدین کے حقوق** 11

- ❖ اللہ کے بعد سب سے بڑا حق والدین کا ہے 12
- ❖ والدین کا حق کیسے ادا کیا جائے 14
- ❖ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا اجر 16
- ❖ مشرک والدین کے ساتھ حسنِ سلوک 17
- ❖ والدہ کا حق والد کے حق پر مقدم ہے 18
- ❖ ماں کا اعزاز 21
- ❖ والدین کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے 23
- ❖ اولاد کے مال پر والدین کا حق ہے 25
- ❖ والدین کی وفات کے بعد ان کے حقوق 25
- ❖ والدین کی فرمانبرداری اور نافرمانی کی جزاوسزا دنیا میں بھی ملتی ہے 26
- ❖ والدین کی خدمت جہاد سے زیادہ اہم ہے 28
- ❖ والدین کو گالی دینا 29

چودھواں باب: **اولاد کے حقوق** 31

- ❖ اولاد اللہ کی نعمت ہے 31
- ❖ اولاد کا صدمہ اور اس کا اجر 33

Marfat.com

❖ نیک اولاد صدقہ جاریہ ہے 35
❖ اولاد کا قتل 36
❖ اولاد کی پرورش اور تربیت والدین کی ذمہ داری ہے 41
❖ تربیت اولاد میں ماں کا کردار 44
❖ اولاد کی تربیت پر ماں کا اجر 46
❖ بچے کو دودھ پلانا 48
❖ بچوں کے ساتھ آپ کا رویہ اور اس کے اثرات 50
❖ بچوں سے پیار اور اس کا اظہار ضروری ہے 51
❖ بچوں کی خطائیں اور آپ کا رویہ 54
❖ بچوں کے ساتھ مساوی سلوک 58
❖ لڑکیوں کی پرورش 60
❖ بچے کی کفالت کی ذمہ داری 65
❖ بچے کی ولادت اور اس سے متعلقہ امور 68
❖ اذان واقامت 68
❖ تحنیک (گڑھتی) 68
❖ عقیقہ 70
❖ ختنہ 72
❖ اچھا نام رکھنا 72
❖ بچوں کی شادی 75
❖ شادی کے لیے ساتھی کا انتخاب 76
پندرھواں باب: **حقوق الزوجین** 80
❖ خاندانی نظام کی بنیاد 80

PAKISTAN UNIVERSITY LIBRARY

❖ حجاب فساد سے بچنے کا ذریعہ ہے 81
❖ نکاح پاکیزگی کے لیے حصن ہے 84
❖ نکاح کا مقصد زوجین کا سکون ہے 87
❖ طلاق اور خُلع 88
❖ بیوی کے حقوق یا خاوند کے فرائض 99
❖ مَہر 99
❖ بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمے ہے 102
❖ بیوی کے ساتھ حُسنِ سلوک 105
❖ بیویوں کے درمیان عدل 107
❖ خاوند کے حقوق یا بیوی کے فرائض 110
❖ عصمت وعفت کی حفاظت 110
❖ شوہر کے مال کی حفاظت 110
❖ شوہر کی اطاعت 111
سولھواں باب: **رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق** 114
❖ صلہ رحمی 114
❖ صلہ رحمی کی جزا 117
❖ قطع رحمی کی سزا 120
❖ پڑوسیوں کے حقوق 120
❖ اچھی ہمسائیگی کی مثال 126
سترھواں باب: **مسلمانوں، غیر مسلموں، جانداروں کے حقوق** ... 128
❖ مسلمانوں کے حقوق 128
❖ مومن، مومن کا خیر خواہ اور اس کی عزت، جان و مال کا محافظ ہوتا ہے 136

Marfat.com

❖ مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں 139
❖ مسلمان کو گالی دینا یا اس سے لڑائی کرنا 139
❖ بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت 140
❖ سلام اور اس کے آداب 142
❖ چھینک اور جمائی کے آداب 146
❖ غیر مسلموں کے حقوق 148
❖ جانداروں کے حقوق 150

چوتھا حصہ:...... اخلاقیات

اٹھارھواں باب: **حسن اخلاق** 156
❖ حیاء 162
❖ اخلاص 166
❖ صبر و استقامت 173
❖ شُکر 183
❖ توکل 189
❖ سخاوت 194
❖ سخاوت کی چند مثالیں 200
❖ عفوو درگزر 202
❖ ایثار و قربانی 209
❖ قناعت 215
❖ عدالت 221
❖ احسان 230
❖ صداقت 232

PANJAB UNIVERSITY LIBRARY

Marfat.com

❖ امانت و دیانت 239
❖ دیانتداری کی ایک مثال 245
❖ لین دین میں دیانت اور نرمی 246
❖ ایفائے عہد 252
❖ زبان کی حفاظت 255
❖ جھوٹ 265
❖ نفاق 273
❖ ریاء 281
❖ ظلم 287
❖ رشوت خوری 294
❖ غصہ 297
❖ تکبر 301
❖ حسد 305
❖ دھوکا دہی 309
❖ خیانت 312
❖ چوری 316
❖ بخل 317
انیسواں باب: **روحانی بیماریوں کا علاج** 323
❖ ذِکر کی اہمیت 323
❖ کچھ مسنون اذکار 333
❖ اِستِغفار 337
رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنا 337
❖ ذکر کے چار درجے 340

Marfat.com

پیش لفظ

میری خواہش تھی کہ قارئین کی سہولت کے لیے اسلام کے متعلق ضروری معلومات ایک ہی کتاب میں پیش کی جائیں اور یہ کتاب ایک ہی جلد میں شائع کی جائے۔لیکن ایک جلد میں شائع کرنے سے کتاب بہت ضخیم ہو رہی تھی اس لیے اسے تین جلدوں میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔اس کتاب کے چھ حصے ہیں اور ہر جلد میں دو حصے شائع کیے جا رہے ہیں۔پہلی جلد پہلے دو حصوں ایمانیات اور عبادات پر مشتمل ہے اور دوسری جلد، تیسرے اور چوتھے حصے، معاشرت اور اخلاقیات پر مشتمل ہے۔ یہ چاروں حصے مکمل ہیں اور ابھی شائع کیے جا رہے ہیں۔ پانچوں اور چھٹا حصہ انشاء اللہ بعد میں شائع کیا جائے گا۔قارئین کرام اور خصوصاً اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ میری غلطیوں سے مجھے متنبہ فرمائیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس کاوش کو قبول فرمائے۔آمین

آپ کی دعاؤں کا طالب

حبیب الرحمٰن قاضی

Marfat.com

تیسرا حصہ

معاشرت

Marfat.com

معاشرت کے معنی ہیں مل جل کر زندگی گزارنا۔ انسان مل جل کر زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ جب انسانوں کا کوئی گروہ مل جل کر زندگی گزارتا ہے تو انہیں کچھ حدود و قیود کی پابندی کرنی پڑتی ہے جس سے دوسروں کے حقوق کی پاسداری ہو سکے۔ انہیں حدود و قیود کا نام معاشرتی قوانین ہے جو انسان کے معاشرتی حقوق کا تحفظ کرتے ہیں۔ اسلام ایک ایسا معاشرہ تعمیر کرنا چاہتا ہے جس کی بنیاد مودت، رحمت اور خیر خواہی پر ہو۔ جس میں ہر شخص دوسرے کا خیر خواہ ہو، جہاں ہر شخص لینے کی بجائے دینے کا خواہش مند ہو۔ کتاب کے اس تیسرے حصے میں انہی معاشرتی حقوق و فرائض کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اس حصہ کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں والدین کے حقوق، دوسرے میں اولاد کے حقوق، تیسرے میں حقوق الزوجین، چوتھے میں پڑوسیوں کے حقوق اور پانچویں میں مسلمانوں، غیر مسلموں اور جانداروں کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے۔

Marfat.com

تیرھواں باب:

والدین کے حقوق

انسان پر سب سے بڑا اور پہلا حق اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہے جو اس کا خالق و مالک اور پالنہار ہے۔ اللہ کے بعد اس پر سب سے بڑا حق اس کے والدین کا ہے جو اس کے دنیا میں آنے کا ذریعہ ہیں اور جو اس وقت اس کی پرورش کرتے ہیں جب وہ ان کی مدد کے بغیر زندہ رہنے کے قابل نہیں ہوتا۔ خصوصاً ماں جو نو ماہ تک اسے پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے، زندگی و موت کی کشمکش میں مبتلا ہو کر اسے جنم دیتی ہے اور پیدائش کے بعد اس کے آرام کی خاطر اپنا آرام تج دیتی ہے۔ اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے بھی والدین میں والدہ کا حق مقدم رکھا ہے۔

پیدائش کے وقت زندہ رہنے کے لیے انسان کا بچہ دیگر مخلوقات کے مقابلہ میں مدد کا زیادہ محتاج ہوتا ہے، اور ایک لمبے عرصہ تک محتاج رہتا ہے۔ جانوروں کے بچے پیدائش کے فوراً بعد کھڑے ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور پیدائش کے چند گھنٹے بعد ہی چلنے پھرنے لگتے ہیں جب کہ انسان کا بچہ کہیں ایک سال میں جا کر کھڑا ہونا سیکھتا ہے۔ اگر ماں باپ کی محبت اور نگہداشت اسے حاصل نہ ہوتی تو یہ زندہ نہ رہ پاتا۔ اللہ زندگی دیتا ہے اور اس کی حفاظت کا کام والدین کے سپرد کر دیتا ہے۔

پیدائش کے بعد دوسرا اہم مرحلہ تعلیم و تربیت کا ہے۔ جب بچہ ذرا بڑا ہو جاتا ہے تو والدین اس کی تعلیم و تربیت میں لگ جاتے ہیں۔ استطاعت نہ ہو تب بھی والدین کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ اولاد کو اچھا کھلائیں، اچھا پہنائیں اور اس کی اچھی تربیت کریں۔ تنگدستی کی حالت میں بھی اولاد کی ہر خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں، خود بھوکے رہ کر بھی اولاد کا پیٹ بھرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ بیس بائیس سال تک چلتا ہے۔ اس اثنا میں وہ

Marfat.com

اس کے لیے ہر قسم کی قربانیاں دیتے ہیں۔ پھر انہیں اس کا گھر بسانے کی فکر لاحق ہو جاتی ہے، اور جب اس کے بچے ہو جاتے ہیں تو ان کی اچھی زندگی کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ گویا اولاد کی پیدائش کے بعد ان کی زندگی کا محور ان کی اپنی ذات نہیں بلکہ اولاد بن جاتی ہے۔

یہ خالقِ کائنات کا بنایا ہوا نظام ہے۔ اس نے والدین کے دل میں محبت وشفقت اور رحمت کا ایسا جذبہ رکھ دیا ہے، جو بچے کی بقا اور پرورش کے لیے ضروری تھا۔ اس کام پر ابھارنے کے لیے اسے والدین کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ بچوں کے لیے وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں یہ ان کے فطری جذبات کا تقاضا ہے۔ اس کے برعکس بچوں میں یہ جذبہ اتنی وافر مقدار میں نہیں رکھا گیا کہ وہ فطری جذبے سے مجبور ہو کر بڑھاپے میں والدین کی خدمت کریں، اسی لیے ان کو والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین کی گئی اور اس بات پر زور دیا گیا کہ وہ بڑھاپے میں والدین کی خدمت کریں، خصوصاً جب وہ ان کی مدد کے محتاج ہوں۔ آیئے دیکھتے ہیں اللہ اور اس کے رسول نے والدین کے حقوق کے بارے میں کیا فرمایا ہے۔

اللہ کے بعد سب سے بڑا حق والدین کا ہے

ملاحظہ ہوں قرآن مجید کی یہ آیات:

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾ (البقرہ: ۸۳)

”یاد کرو، اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔“

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾ (النساء: ۳۶)

”اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، اور ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔“

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَیْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ

Marfat.com

اِحْسَانًا﴾ (الانعام: ۱۵۱)

''اے محمدؐ! ان سے کہو کہ آؤ میں تمہیں سناؤں تمہارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں: یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔''

ان تینوں آیات میں اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرانے کا حکم ہے اور ساتھ ہی والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم بھی دیا گیا ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے بعد سب سے بڑا حق والدین کا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس شخص نے اپنے والد کے ساتھ نیکی نہیں کی جس نے اس کی طرف غصہ سے دیکھا۔'' (ضعیف جداً: معجم الاوسط للطبرانی: ۹۳۸۱۔ صالح بن موسیٰ الطلحی راوی متروک ہے۔)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ کے پاس ایک صاحب آئے، ان کے ساتھ ایک بوڑھے آدمی بھی تھے۔ آپؐ نے ان سے پوچھا: یہ تمہارے ساتھ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا: میرے والد ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر تم ان کے آگے مت چلو، نہ ان سے پہلے بیٹھو، نہ ان کو ان کا نام لے کر پکارو، اور نہ ان کو گالی دلانے کا ذریعہ بنو۔'' (ضعیف: معجم الاوسط للطبرانی: ۴۱۵۹۔ العمل والليلة لابن السنی: ۳۹۵۔ ایک سند میں علی بن سعید بن بشیر متکلم فیہ اور لین الحدیث راوی ہے اور دوسری سند میں قیس بن الربیع راوی کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دس کلمات کے ذریعے وصیت کی۔ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرنا، چاہے تمہیں قتل کر دیا جائے اور جلا ڈالا جائے، اور والدین کی نافرمانی نہ کرنا، چاہے وہ تمہیں یہ حکم کیوں دیں کہ تم اپنے مال اور اہل وعیال کو چھوڑ دو۔'' (مسند احمد: ۲۲۰۷۵۔ اس کی سند میں انقطاع ہے، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: الارواء: ۲۰۲۶)

Marfat.com

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جو مجھے بہت پسند تھی لیکن میرے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہ ناپسند تھی۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اسے طلاق دے دو تو میں نے اس سے انکار کر دیا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کا ذکر آپؐ سے کیا، تو رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ اسے طلاق دے دو۔''

(صحیح: سنن ابن ماجہ: ۲۰۸۸۔ صحیح ابن حبان: ۴۲۶)

ابن حبان اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ میرے والد مجھ پر شادی کے لیے زور دیتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے میری شادی کرا دی اور اب وہ مجھے بیوی کو طلاق دینے کا حکم دے رہے ہیں۔ حضرت ابوالدرداء نے فرمایا کہ میں تو تمہیں یہ حکم نہیں دے سکتا کہ تم اپنے والدین کی نافرمانی کرو اور نہ تمہیں یہ حکم دیتا ہوں کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ البتہ اگر تم چاہو تو تمہیں وہ حدیث سنا دوں جو میں نے رسول اللہ سے سنی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

''والد جنت کے دروازوں میں سے درمیانہ دروازہ ہے، تم چاہو تو اس کی حفاظت کرلو اور چاہو تو چھوڑ دو۔'' (صحیح ابن حبان: ۴۲۵)

ابن ماجہ اور ترمذی کی روایت ہے کہ ایک صاحب حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ میری ایک بیوی ہے اور میری والدہ مجھے حکم دے رہی ہیں کہ میں اسے طلاق دے دوں، تو حضرت ابو الدرداء نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: ''والدہ جنت کے دروازوں میں سے بیچ کا دروازہ ہے۔ پس اگر تم چاہو تو اسے ضائع کر دو اور اگر چاہو تو اس کی حفاظت کرلو۔'' (صحیح: جامع ترمذی: ۲۵۰۸۔ سنن ابن ماجہ: ۲۰۸۹)

والدین کا حق کیسے ادا کیا جائے

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ

Marfat.com

لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿٢٣﴾ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿٢٤﴾ (الاسراء: ٢٣۔٢٤)

''تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ: تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اُس کی، اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس اُن میں سے کوئی ایک، یا دونوں، بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی و رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو، اور دعا کیا کرو کہ ''پروردگار، ان پر رحم فرما جس طرح اِنہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا''

یہ آیات بڑی معنی خیز ہیں۔ والدین کے حقوق کے سلسلہ میں ان میں جن باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ قابلِ غور ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب وہ بوڑھے ہو جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو۔ یہاں بڑھاپے کا ذکر خصوصی طور پر اس لیے کیا گیا ہے کہ اس عمر میں والدین کو عموماً اولاد کی مدد اور خدمت کی ضرورت ہوتی ہے، ورنہ جوانی میں تو وہ خود اولاد کی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔

بڑھاپے میں انسان کے قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں، اس کی مصروفیات کم ہو جاتی ہیں، وہ دوسروں کی توجہ کا طالب ہوتا ہے اور جب حسبِ خواہش توجہ نہیں ملتی تو تھوڑا سا چڑچڑا بھی ہو جاتا ہے۔ ایسے میں اس بات کا امکان ہے کہ اولاد ان کے رویے پر ناگواری کا اظہار کرے۔ اسی لیے انہیں اُف تک کہنے سے منع کیا گیا ہے۔

اُف کہنا ناگواری کا اظہار ہے، یہ اس بات کی علامت ہے کہ آپ ان سے تنگ آ چکے ہیں اور ان کا رویہ آپ کے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔ ان کا رویہ خواہ کیسا بھی ہو آپ کو ہمیشہ ان کے ساتھ عزت و احترام کے ساتھ پیش آنا چاہیے، ان سے بے رخی برتنے یا سختی سے بات کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ان کی بات توجہ سے سننی چاہیے اور خوشدلی سے اس کا جواب دینا چاہیے۔

دوسری بات یہ فرمائی گئی کہ ان کے سامنے نرمی اور رحم کے ساتھ جھک کر رہو، یعنی ان

Marfat.com

کے ساتھ تمہارا رویہ نرمی، عاجزی اور شفقت کا ہونا چاہیے۔ انکے ساتھ اونچی آواز یا درشت لہجے میں بات کرنا یا ان کو ٹوکنا اور ان سے تُو تکار کرنا انتہائی غیر مناسب اور جاہلانہ رویہ ہے۔ اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

تیسری بات یہ فرمائی گئی کہ ہر وقت ان کے لیے دعا بھی کرتے رہنا چاہیے کہ اے اللہ! جس طرح بچپن میں انہوں نے میرے ساتھ شفقت اور رحمت کا رویہ اختیار کیا تو بھی ان کے ساتھ رحمت اور شفقت کا رویہ اختیار کرنا۔ یہ دعا ان کی زندگی میں بھی کرتے رہنا چاہیے اور ان کی موت کے بعد تو خصوصی طور پر ان کے لیے دعا کرنا چاہیے۔ یہ وہ خصوصی تحفہ ہے جو والدین کی وفات کے بعد اولاد ان کو دے سکتی ہے۔

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا اجر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"والدین کی فرمانبردار اولاد جب بھی اپنے والدین کو محبت اور ہمدردی کی نگاہ سے دیکھتی ہے تو اللہ تعالیٰ ہر نگاہ کے بدلے اس کے لیے ایک مقبول حج کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! اگر کوئی دن میں سو مرتبہ محبت اور ہمدردی کی نگاہ ڈالے؟ آپؐ نے فرمایا: جی ہاں، اگر کوئی سو مرتبہ ایسا کرے تب بھی۔ اللہ (تمہارے تصور سے) بہت بڑا اور پاک ہے۔" (اس کے لیے ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں ہے اور ایسا کرنے سے اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہوتی)۔ (موضوع: شعب الایمان للبیہقی: ۷۸۵۶۔ نہشل بن سعید کذاب راوی ہے۔ دوسری سند میں زافرین سلیمان راوی کثیر الاوھام اور ضعیف راوی ہے۔)

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کے سلسلے میں یہ نہایت ہی اہم حدیث ہے۔ اتنے آسان عمل پر اتنے زیادہ اجر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بہر حال اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ اس پر قادر ہے۔ دراصل یہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی ترغیب ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ کو یہ عمل کتنا پسند ہے۔ نیز اس میں اس بات کی بھی ترغیب ہے کہ والدین کے

Marfat.com

ساتھ نیک سلوک، محبت اور شفقت کے جذبے سے سرشار ہو کر کرنا چاہیے نہ کہ مجبوری سمجھ کر۔

مشرک والدین کے ساتھ حسنِ سلوک

﴿وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (العنکبوت:۸)

''ہم نے انسان کو ہدایت کی ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ لیکن اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے (معبود) کو شریک ٹھیرائے جسے تو (میرے شریک کی حیثیت سے) نہیں جانتا تو ان کی اطاعت نہ کر۔ میری ہی طرف تم سب کو پلٹ کر آنا ہے، پھر میں تم کو بتا دوں گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔''

﴿وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (لقمان:۱۴۔۱۵)

''اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے۔ اُس کی ماں نے ضعف پر ضعف اُٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اُس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔ (اِسی لیے ہم نے اُس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجا لا، میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے۔ لیکن اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا، تو ان کی بات ہرگز نہ مان۔ دُنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ، مگر پیروی اُس شخص کے راستے کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔ پھر تم سب کو پلٹنا میری ہی طرف ہے، اُس وقت میں تمہیں بتا دوں گا کہ تم کیسے عمل کرتے

Marfat.com

رہے ہو۔''

قرآن مجید کی ان آیات میں دو باتوں پر زور دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ ان آیات سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ والدین اگر کافر اور مشرک ہوں تب بھی ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے، البتہ دین کے معاملہ میں ان سے کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حق سب سے مقدم ہے۔ اس سلسلہ میں درج ذیل حدیث واضح رہنمائی کرتی ہے۔

''حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک عہد میں میری ماں میرے پاس آئی اور وہ مشرکہ تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری والدہ آئی ہے اور وہ اسلام سے بیزار ہے۔ کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں، اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔'' (صحیح بخاری: ۲۶۲۰۔ صحیح مسلم: ۱۰۰۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے ان کے ساتھ اسلام قبول نہ کیا اور شرک میں گرفتار رہیں لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ برابر ان کی خدمت میں لگے رہے اور ان کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا سے اس نے اسلام قبول کیا۔

والدہ کا حق والد کے حق پر مقدم ہے

بچے کی پیدائش اور پرورش کے سلسلہ میں ماں کا کردار باپ سے زیادہ اہم ہے۔ حمل، پیدائش اور پرورش کے دوران جن تکالیف سے ماں گزرتی ہے، باپ کو ان سے نہیں گزرنا پڑتا، اسی لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ماں کا حق مقدم رکھا ہے۔ درج ذیل آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ﴾ (الاحقاف: ۱۵)

''ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرے۔

Marfat.com

اُس کی ماں نے مشقت اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا، اور مشقت اٹھا کر ہی اس کو جنا، اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس مہینے لگ گئے۔''

ماں کے حق کا اندازہ کرنے کے لیے درج ذیل احادیث پر غور کیجئے جن میں ماں کے حق کی وضاحت کی گئی ہے:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! میرے نیک سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

''تیری ماں۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: تیرا باپ۔'' (صحیح بخاری: ۵۹۷۱۔ صحیح مسلم: ۲۵۴۸)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو حرام کر دیا ہے۔'' (صحیح بخاری: ۲۴۰۸۔ صحیح مسلم: ۵۹۳)

ایک مرتبہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایتاً کہا: ''اے اللہ کے رسول! میری ماں بدمزاج ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب وہ نو ماہ تک مسلسل تجھے پیٹ میں لیے لیے پھری اس وقت تو وہ بدمزاج نہ تھی!۔'' اس آدمی نے کہا: ''حضور، میں سچ کہتا ہوں، وہ واقعی بدمزاج ہے۔'' آپؐ نے فرمایا: ''جب وہ رات رات بھر تیری خاطر جاگتی تھی اور اپنا دودھ تجھے پلاتی تھی، اس وقت تو وہ بدمزاج نہ تھی!'' اس آدمی نے کہا: ''میں اپنی ماں کو ان سب باتوں کا بدلہ دے چکا ہوں۔'' آپؐ نے پوچھا: ''تو کیا بدلہ دے چکا ہے؟'' اس نے کہا: ''میں نے اسے اپنے کندھوں پر بٹھا کر حج کرایا ہے۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو اسے اس دردِ زہ کی تکلیف کا بدلہ دے سکتا ہے جو اس نے تیری پیدائش کے وقت اٹھائی ہے؟''

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں

Marfat.com

حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے نہایت سخت گرمی میں اپنی والدہ کو اپنی گردن پر بٹھا کر (سولہ کیلو میٹر) سفر کرایا ہے، ایسی سخت گرمی کہ اگر گوشت کا ٹکڑا اس میں ڈال دیا جائے تو پک جائے۔ کیا اس طرح میں نے اس کا حق ادا کر دیا؟ آپؐ نے فرمایا: ممکن ہے کہ اس کے دردِ زہ کی ایک ٹیس کے برابر ہو جائے۔" (ضعیف: معجم الصغیر للطبرانی: ۲۵۵۔ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے کہا کہ حسن بن ابی جعفر راوی ضعیف ہے اور لیث بن ابی سلیم راوی مدلس عنعنہ بیان کر رہا ہے۔ مجمع الزوائد: ۱۳۳۹۴)

سیّدنا معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے والد جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں آپؐ کے ساتھ جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں اور آپؐ سے مشورہ کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تمہاری ماں (زندہ) ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: جاؤ اور اس کی خدمت میں لگ جاؤ، بے شک، (تمہاری) جنت اس کے قدموں میں ہے۔"

(صحیح: سنن نسائی: ۳۱۰۶۔ مسند احمد: ۱۵۶۲۳)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپؐ نے پوچھا: کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ اس شخص نے کہا، ماں تو زندہ نہیں ہے۔ آپؐ نے پوچھا، کیا تمہاری کوئی خالہ ہے؟ اس نے عرض کیا، ہاں، خالہ موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی خدمت کر اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کر" (اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی برکت سے تمہاری توبہ قبول فرما لے گا اور تمہیں معاف فرما دے گا)۔

(صحیح: جامع ترمذی: ۱۹۰۴)

ایک دن رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی آیا اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ایک نوجوان نزع کے عالم میں ہے، لوگ اسے کلمہ شہادت پڑھنے کی تلقین کر رہے ہیں، لیکن اس کی زبان نہیں کھلتی۔

Marfat.com

آپؐ نے پوچھا: کیا یہ شخص نماز پڑھتا تھا؟ اس آدمی نے کہا: جی ہاں نماز تو پڑھتا تھا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ اُٹھے اور اس کے ساتھ ہو لیے۔ صحابہ کرام بھی آپؐ کے پیچھے چل پڑے۔ آپؐ اس نوجوان کے پاس پہنچے اور اسے تلقین فرمائی کہ کلمہ پڑھو! اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ، مجھ سے نہیں پڑھا جاتا۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ وہ ماں کی نافرمانی کرتا رہا ہے۔

آپؐ نے لوگوں سے پوچھا: کیا اس کی ماں زندہ ہے؟ لوگوں نے بتایا: جی ہاں وہ زندہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی ماں کو بلا لاؤ۔ جب وہ آئی تو آپؐ نے اس سے پوچھا: کیا یہ تمہارا بیٹا ہے؟ اس نے کہا، جی ہاں، میرا ہی بیٹا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: بڑی بی، یہ بتاؤ، کہ اگر ایک خوفناک آگ بھڑکائی جائے اور تم سے کہا جائے کہ اگر تم اس کی سفارش کرو تو ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں ورنہ اس کو اس آگ میں جھونکے دیتے ہیں تو کیا تم اس کی سفارش کرو گی؟

بڑھیا نے کہا، جی ہاں، اُس وقت تو میں ضرور اس کی سفارش کروں گی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر تم اللہ کو اور مجھے گواہ بنا کر کہو: میں اس سے راضی ہو گئی۔ بڑھیا نے کہا: اے اللہ! میں تجھے اور تیرے رسول کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ میں اپنے اس جگر کے ٹکڑے سے راضی ہوں۔

اب رسول اللہ ﷺ اس نوجوان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، کہو:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ))

ماں سے معافی ملنے پر نوجوان کی زبان کھل گئی اور اس نے فوراً کلمہ پڑھا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی تعریف کی اور فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میرے وسیلے سے اس نوجوان کو جہنم کی آگ سے نجات بخشی۔ (ضعیف: شعب الایمان للبیہقی: ۷۵۰۸۔ مسند احمد: ۱۹۴۱۱۔ فائد بن عبدالرحمٰن متروک اور منکر الحدیث راوی ہے۔)

ماں کا اعزاز

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تخلیقِ انسانی اور اس کے تسلسل کا جو نظام قائم فرمایا ہے اس میں ماں کا کردار بہت اہم اور کلیدی ہے، اسی لیے ماں ہونے کا اعزاز اور رتبہ بہت بڑا

Marfat.com

ہے۔اسلام میں عورت کو ماں کی حیثیت سے عزت کا جو مقام دیا گیا ہے وہ منفرد ہے۔ دوسرے مذاہب اور تہذیبیں اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتیں۔

اکثر یہ گمان کیا جاتا ہے کہ مرد چونکہ جہاد میں حصہ لیتا ہے، اللہ کی راہ میں جان و مال خرچ کرتا ہے،اور عورت عموماً ان مہمات میں حصہ نہیں لیتی، اس لیے مرد کے اجر وثواب کو نہیں پہنچ سکتی اور اللہ کا قرب حاصل کرنے میں مرد کی برابری نہیں کرسکتی۔مگر یہ گمان صحیح نہیں ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مرد وعورت دونوں کا خالق ہے اور اس نے دونوں کے لیے اجر و ثواب کے یکساں مواقع پیدا کردیئے ہیں۔البتہ دونوں کے لیے اس اجر وثواب کے حصول کا طریق کار مختلف ہے، اس لیے کہ دونوں کا دائرۂ کار مختلف ہے۔

جو اجر وثواب مرد کے لیے اللہ کی راہ میں اپنی جان لڑانے میں رکھا ہے وہی اجر وثواب عورت کے لیے ماں بننے میں رکھا ہے۔لیکن جس طرح ہر لڑنے والا اللہ کے راستے کا مجاہد نہیں ہوتا اور نہ ہی ایک مجاہد فی سبیل اللہ کا اجر پاتا ہے، اسی طرح بچہ جننے والی ہر عورت اس اجر کی مستحق نہیں ہوتی جس کا ایک مسلمہ ماں سے وعدہ کیا گیا ہے۔

ایک مجاہد فی سبیل اللہ سے اجر وثواب کا وعدہ اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے پسندیدہ نظام کو قائم کرنے، قائم رکھنے اور آگے بڑھانے میں مدد ومعاون بنتا ہے اور ایک مومنہ ماں سے یہ وعدہ اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی رضا کے لیے اس کے نظامِ تخلیق کو قائم و دائم رکھنے کے لیے تگ و دو کرتی ہے۔ دونوں اللہ کے نظام کے قیام و دوام کے لیے جان لڑاتے ہیں اور جان سے گزر جانے کا داعیہ رکھتے ہیں۔ دونوں کے لیے شرط ایک ہی ہے کہ اگر وہ اپنی تگ ودو اور تکالیف کا اجر اللہ سے چاہتے ہیں تو وہ جو کچھ بھی کریں اس میں اللہ کی رضا حاصل کرنے کا جذبہ ہونا چاہیے۔

ماں بننے کے مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے عورت جن مشکلات کا سامنا کرتی ہے اور ماں بننے کے بعد جس طرح وہ اپنے خونِ جگر سے بچے کی پرورش کرتی ہے، سب اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم میں ہے اور اس پر اللہ نے بہترین اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو اللہ

۱۴۰۰۲۳

Marfat.com

کے رسول ﷺ کا یہ ارشاد: ''عورت جب حاملہ ہوتی ہے تو حمل کے اس پورے عرصے میں اس کو ویسا ہی اجر وثواب ملتا ہے، جیسا اجر وثواب ایک روزہ دار، شب بیدار، اطاعت گزار اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے بندے کو ملتا ہے۔ اور بچے کی پیدائش کے وقت دردِزہ کی تکلیف کے بدلے جو اجر وثواب ہے، اس کے بارے میں مخلوق اندازہ نہیں لگا سکتی کہ وہ کیا کچھ اور کتنا کچھ ہے، اور جب وہ بچہ پیدا کر لیتی ہے اور اسے دودھ پلاتی ہے تو دودھ کے ہر گھونٹ کے بدلے اسے وہ اجر وثواب ملتا ہے جو کسی کو زندگی عطا کر دینے کا ہو سکتا ہے، اور جب وہ اس کا دودھ چھڑاتی ہے تو اللہ کا فرشتہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس سے کہتا ہے، اب دوسرے حمل کے لیے تیاری شروع کر دے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک عورت زمانۂ حمل سے لے کر بچے کی پیدائش تک اور پھر بچے کا دودھ چھڑانے کی مدت تک اس مجاہد کی طرح ہے جو مسلسل اللہ کی راہ میں پہرہ دے رہا ہو، اور اگر وہ اس دوران وفات پا جائے تو شہید ہونے کا اجر پاتی ہے۔'' (کنز العمّال)

والدین کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، یا رسول اللہ! والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

''وہ دونوں تمہاری جنت اور جہنم ہیں۔'' (ضعیف: سنن ابن ماجہ: ۳۶۶۲۔ علی بن زید ضعیف راوی ہے۔)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی خدمت کر کے تم جنت کے حق دار بن سکتے ہو اور ان کی نافرمانی تمہیں جہنم میں دھکیل دے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ والدین کے بارے میں اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کی فرمانبرداری کرنے والا تھا تو اس نے گویا ایسے حال میں صبح کی کہ اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھلے ہوئے ہیں اور اگر

Marfat.com

والدین میں سے کوئی ایک ہو تو گویا جنت کا ایک دروازہ کھلا ہوا ہے، اور جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ والدین کے بارے میں اللہ کے احکام سے منہ موڑنے والا تھا تو اس نے ایسے حال میں صبح کی کہ اس کے لیے جہنم کے دو دروازے کھلے ہوئے ہیں اور اگر والدین میں سے کوئی ایک ہو تو گویا جہنم کا ایک دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر والدین اس کے ساتھ زیادتی کر رہے ہوں تب بھی؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، اگر زیادتی کر رہے ہوں تب بھی، اگر زیادتی کر رہے ہوں تب بھی، اگر زیادتی کر رہے ہوں تب بھی۔" (ضعیف جداً: شعب الایمان: ۷۵۳۸۔ ابو محمد عبداللہ بن یحییٰ بن موسیٰ السرخسی متہم بالکذب ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۶۲۷۱)

بعض اوقات انسان محسوس کرتا ہے کہ والدین اس کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں اور وہ ان کی نافرمانی کرتا ہے یا جواباً ان کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرنے میں اپنے آپ کو حق بجانب تصور کرتا ہے لیکن ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس حدیث میں بڑا واضح پیغام دیا گیا ہے کہ والدین کی نافرمانی یا ان کے ساتھ زیادتی کسی صورت میں جائز نہیں، خواہ وہ زیادتی بھی کر رہے ہوں تب بھی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔" (حسن: جامع ترمذی: ۱۸۹۹۔ مستدرک حاکم: ۷۲۴۹۔ صحیح ابن حبان: ۴۲۹۔ سلسلۃ الصحیحۃ: ۵۱۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"وہ آدمی ذلیل ہو، پھر ذلیل ہو، پھر ذلیل ہو۔ لوگوں نے عرض کیا: کون؟ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپؐ نے فرمایا: وہ شخص جس نے اپنے والدین میں سے دونوں کو یا ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔" (صحیح مسلم: ۲۵۵۱)

Marfat.com

اولاد کے مال پر والدین کا حق ہے

والدین، اولاد کی پرورش عموماً اپنے فطری جذبے کے تحت خوشدلی سے کرتے ہیں لیکن اولاد بسا اوقات ان پر اپنا مال خرچ کرنے میں کنجوسی برتتی ہے یا ان پر خرچ کر کے احسان جتاتی ہے اور اگر احسان نہ بھی جتائے تو کم از کم یہ ضرور سمجھتی ہے کہ وہ ان پر خرچ کر کے بڑا احسان کر رہی ہے۔

کبھی کبھار یوں بھی ہوتا ہے کہ جب غریب والدین کی اولاد تعلیم حاصل کر کے دنیا میں اونچے مرتبہ پر فائز ہو جاتی ہے تو ان پڑھ اور غریب والدین کو بطورِ والدین قبول کرنے یا ان کے ساتھ اپنے تعلق کو ظاہر کرنے کو معیوب سمجھتی ہے۔ یہ بہت ہی گری ہوئی اور معیوب حرکت ہے۔

اولاد کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ وہ آج جو کچھ بھی ہیں اس میں ان کے والدین کی محنت اور کاوش شامل ہے۔ انہوں نے اس وقت ان کی پرورش کی ہے جب وہ ان کی مدد کے بغیر زندہ بھی نہیں رہ سکتے تھے۔ آج وہ جو کچھ بھی ہیں والدین کے طفیل ہیں۔ اولاد کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ والدین ہی کا ہے، کیونکہ ان کا اپنا وجود ہی ان کا مرہونِ منت ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اولاد کا سب کچھ والدین ہی کا ہے۔ ملاحظہ ہو درج ذیل حدیث:

> ''حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے پاس کچھ مال ہے۔ میرے دو بیٹے ہیں، اور میرے والد کو میرے مال کی ضرورت ہے۔ (ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟) آپؐ نے فرمایا: تُو بھی اور تیرا مال بھی تیرے باپ کا ہے۔'' (صحیح: سنن ابوداود: ۳۵۳۰۔ سنن ابن ماجہ: ۲۲۹۲)

والدین کی وفات کے بعد ان کے حقوق

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا سلسلہ ان کی وفات کے ساتھ ہی ختم نہیں ہو جانا

Marfat.com

چاہیے، بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی جاری رہنا چاہیے، اور جو لوگ چاہتے ہیں کہ آخرت میں سرخرو ہوں، انہیں ہمیشہ انکے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ اگر والدین کی زندگی میں ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کمی رہ گئی ہو تو امید ہے انکی وفات کے بعد ان کے لیے دعائے مغفرت کرنے اور کوئی نیک کام کر کے ان کو ایصالِ ثواب سے اس کی تلافی ہو جائے گی۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل احادیث:

حضرت ابوسید الساعدی سے روایت ہے:

''ایک دفعہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، بنی سلمہ کا ایک شخص آیا اور پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میرے والدین کے مجھ پر کچھ ایسے حقوق ہیں جو ان کے مرنے کے بعد مجھے ادا کرنے چاہئیں۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں، ان کے لیے خیر و برکت کی دعا کرتے رہنا، ان کے لیئے اللہ سے بخشش اور مغفرت مانگنا، اگر ان کا کسی سے کوئی عہد ہو تو اس کو پورا کرنا، ان کے تعلق سے جو رشتے ہیں ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا۔'' (سنن ابوداود: ۵۱۴۲۔ سنن ابن ماجہ: ۳۶۶۴۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کے والدین میں سے دونوں یا کوئی ایک فوت ہو جاتا ہے اور ان کی اولاد ان کی زندگی میں نافرمان اور ان کی خوشنودی سے محروم ہوتی ہے۔ لیکن ان کے انتقال کے بعد یہ اولاد سچے دل سے ان کے لیے اللہ سے رحمت اور مغفرت کی دعا مانگتی رہتی ہے تو اللہ اس نافرمان اولاد کو نیکو کاروں میں لکھ دیتا ہے۔'' (ضعیف: شعب الایمان للبیہقی: ۷۵۲۴۔ یحییٰ بن عقبہ بن ابو مالک کذاب راوی ہے۔)

والدین کی فرمانبرداری اور نافرمانی کی جزا وسزا دنیا میں بھی ملتی ہے

دنیا عمل کا گھر ہے۔ جب تک آدمی زندہ ہے اس کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا ہے، اگر وہ

Marfat.com

چاہے تو سچی توبہ کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ کی مغفرت کا مستحق ہو سکتا ہے۔ والدین کی نافرمانی اور ان کے ساتھ بُرا سلوک اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ فعل اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ والدین کی فرمانبرداری اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی پسندیدہ عمل ہے، اسی لیے بعض احادیث میں اسے جہاد سے بھی افضل قرار دیا گیا ہے اور بعض اوقات اس کی جزا و سزا دنیا میں ہی دے دی جاتی ہے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور وہ والدین کی نافرمانی سے بچیں اور ان کے ساتھ نیک سلوک کریں۔ درج ذیل احادیث میں اسی بات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''والدین کی خدمت کرنے، ان کی فرمانبرداری کرنے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آدمی کی عمر میں اضافہ فرما دیتا ہے۔''

(ضعیف: شعب الایمان: ۷۴۷۰۔ زبان بن فائد راوی ضعیف ہے۔)

ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا: ''اللہ تمام گناہوں میں سے جس کو چاہے گا معاف فرمائے گا، مگر والدین کی نافرمانی کو معاف نہیں فرمائے گا۔ ممکن ہے کہ وہ والدین کے نافرمان کو موت سے پہلے زندگی میں ہی سزا دے دے۔'' (ضعیف: شعب الایمان للبیہقی: ۷۵۰۵۔ بکار بن عبدالعزیز بن ابوبکرہ راوی ضعیف ہے۔)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے والدین کے ساتھ بھلائی کی اس کے لیے خوش خبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر بڑھا دے گا۔'' (ضعیف: شعب الایمان: ۷۴۷۰۔ مستدرک حاکم: ۷۲۵۷۔ الادب المفرد: ۲۲۔ زبان بن فائد راوی ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر، البانیؒ وغیرہما نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۴۵۶۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے والدین کی خدمت اور فرمانبرداری کرو، تمہاری اولاد تمہاری فرمانبردار اور خدمت گزار ہوگی۔ تم پاکدامنی کے ساتھ رہو، تمہاری عورتیں پاکدامن رہیں گی۔'' (ضعیف: مستدرک حاکم: ۷۲۵۹۔ معجم الاوسط: ۱۰۰۲۔ علی بن قتیبہ مالک سے باطل روایات بیان کرتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ

Marfat.com

الضعیفہ:۲۰۳۹)

یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ جولوگ اپنے والدین کے خدمت گزار ہوتے ہیں ان کی اولاد بھی ان کی خدمت گزار ہوتی ہے اور جولوگ والدین کے نافرمان ہوتے ہیں ان کی اولاد بھی اکثر نافرمان ہوتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں اضافہ کیا جائے اور اس کی اجل میں تاخیر کی جائے، تو اسے صلہ رحمی (والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک) کرنا چاہیے۔" (صحیح بخاری:۵۹۸۶۔صحیح مسلم:۲۵۵۷)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ جس گناہ کی سزا چاہتا ہے قیامت کے دن کے لیے ٹال دیتا ہے لیکن والدین کی نافرمانی کی سزا اسی زندگی میں موت سے پہلے ہی جلد دے دیتا ہے۔" (ضعیف: مستدرک حاکم:۲۶۳۔۷۔بکار بن عبدالعزیز ضعیف راوی ہے۔)

والدین کی خدمت جہاد سے زیادہ اہم ہے

جہاد فرضِ کفایہ ہے اور بعض حالتوں میں فرضِ عین بھی ہو جاتا ہے لیکن ماں باپ کی خدمت کو اس پر بھی ترجیح دی گئی ہے، خصوصاً جب وہ بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے آپ کی خدمت کے محتاج ہوں۔ ملاحظہ ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کونسا عمل اللہ کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا:"وہ نماز جو وقت پر پڑھی جائے۔ میں نے پھر پوچھا: اس کے بعد کونسا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ میں نے پوچھا: اس کے بعد؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔" (صحیح بخاری:۵۲۷۔صحیح مسلم:۸۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: میں آپؐ سے ہجرت اور جہاد کے لیے بیعت کرتا ہوں اور اللہ

Marfat.com

سے اس کا اجر چاہتا ہوں۔ آپؐ نے پوچھا: کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں، دونوں زندہ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم واقعی اللہ سے ہجرت اور جہاد کا ثواب چاہتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اپنے والدین کے پاس لوٹ جاؤ اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔'' (صحیح مسلم: ۶/ ۲۵۴۹)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا: یمن میں تمہارا کوئی ہے؟ اس نے کہا: میرے والدین ہیں۔ آپؐ نے پوچھا: کیا انہوں نے تمہیں اجازت دی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: واپس جاؤ اور ان دونوں سے اجازت لو، اگر وہ اجازت دے دیں تو جہاد میں شرکت کرو، ورنہ ان کی خدمت کرو۔'' (صحیح: سنن ابو داود: ۲۵۳۰۔ اس کی سند ضعیف ہے تاہم شواہد کے ساتھ روایت صحیح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: الارواء تحت رقم: ۱۱۹۹)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں تین بڑے گناہوں سے خبردار نہ کروں؟ ہم نے عرض کیا: ضرور کیجئے، یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپؐ ٹیک لگائے ہوئے تھے، اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: خوب سن لو، جھوٹی بات کہنا اور جھوٹی گواہی دینا۔ آپؐ اسی بات کا تکرار کرتے رہے، یہاں تک کہ ہم نے کہا، کاش آپؐ سکوت فرماتے۔'' (صحیح بخاری: ۲۶۵۴۔ صحیح مسلم: ۸۷۔ جامع ترمذی: ۳۰۱۹)

حضرت ابو عیسیٰ مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ نے حرام کر دی ہے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور بخل اور حرص اور بچیوں کو زندہ دفن کرنا، اور ناپسند فرمایا ہے تمہارے لیے بلاوجہ کی گفتگو کو، بہت زیادہ سوالات کرنے کو اور مال برباد کرنے کو۔'' (صحیح بخاری: ۶۴۷۳۔ صحیح مسلم: ۵۹۳)

والدین کو گالی دینا

ایسے ناہنجار لوگ تو کم ہی ہوں گے جو خود اپنی زبان سے اپنے والدین کو گالی دیں یا

Marfat.com

دوسروں کو اپنے والدین کو گالی دینے کی دعوت دیں، لیکن ایسے بہت ہیں جو دوسروں کے ماں باپ کو بے دریغ گالیاں دیتے ہیں۔ کسی کے والدین کو گالی دینا فی الواقع اپنے والدین کو گالی دینے کے مترادف ہے یا کم از کم اپنے والدین کو گالی دینے کی دعوت دینا ہے۔ جب آپ کسی کے والدین کو بُرا بھلا کہیں گے یا گالی دیں گے تو جواباً وہ بھی آپ کے والدین کو بُرا بھلا کہے گا یا گالی دے گا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے آپ نے خود اپنے والدین کو گالی دی، کیونکہ آپ اس کا سبب بنے ہیں۔ اس لیے دوسروں کے والدین کے بارے میں انسان کو محتاط رویہ رکھنا چاہیے۔ نبی ﷺ نے دوسروں کے والدین کو گالی دینا اپنے والدین کو گالی دینا قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو درج ذیل حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”والدین کو گالی دینا بڑے گناہوں میں سے ہے۔ لوگوں نے پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ! کیا کوئی اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، جب آدمی دوسرے کے والدین کو گالی دیتا ہے تو وہ (جواباً) اس کے والدین کو گالی دے دیتا ہے۔ وہ دوسرے کی ماں کو برے ناموں سے یاد کرتا ہے تو وہ اس کی ماں کو برا بھلا کہتا ہے۔“ (صحیح بخاری: ۵۹۷۳۔ صحیح مسلم: ۹۰)

Marfat.com

چودھواں باب:

اولاد کے حقوق

اولاد اللہ کی نعمت ہے

اللہ کی طرف سے عطا کی گئی نعمتوں میں سے اولاد بہترین نعمت ہے۔ یہ آپ کا مستقبل ہے، آپ کے نام اور کام کو آگے بڑھانے کا ذریعہ ہے، بڑھاپے کی لاٹھی ہے، نیک اولاد آپ کی آخرت کے لیے بھی توشہ ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کے قائم کردہ نظام کے تسلسل کی کڑی ہے اور انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اسی لیے انبیاء و رسل نے بھی اس کی خواہش کی ہے۔ اور اس کے لیے دعائیں بھی مانگی ہیں۔ سورہ آل عمران میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿٣٨﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٣٩﴾﴾ (آل عمران: ۳۸۔۳۹)

یہ حال دیکھ کر زکریاؑ نے اپنے رب کو پکارا: ”پروردگار! اپنی قدرت سے مجھے نیک اولاد عطا کر، تو ہی دعا سننے والا ہے۔“ جواب میں فرشتوں نے آواز دی، جب کہ وہ محراب میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا، کہ ”اللہ تجھے یحییٰؑ کی خوش خبری دیتا ہے، وہ اللہ کی طرف سے ایک فرمان کی تصدیق کرنے والا بن کر آئے گا، اس میں سرداری و بزرگی کی شان ہوگی، کمال درجہ کا ضابط ہوگا، نبوت سے سرفراز ہوگا اور صالحین میں شمار کیا جائے گا۔“

Marfat.com

اور سورہ مریم میں فرمایا:

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّ لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىِٕكَ رَبِّ شَقِیًّا ۝ وَ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۝ یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ۖۗ وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ۝﴾ (مریم: ۴۔۶)

''اس (حضرت زکریا) نے عرض کیا: اے پروردگار، میری ہڈیاں تک گھل گئی ہیں اور سر بڑھاپے سے بھڑک اٹھا ہے۔ اے پرودگار، میں کبھی تجھ سے مانگ کرنا مراد نہیں رہا۔ مجھے اپنے پیچھے اپنے بھائی بندوں کا خوف ہے اور میری بیوی بانجھ ہے۔ تو مجھے اپنے فضلِ خاص سے ایک وارث عطا کردے، جو میرا وارث بھی ہو اور آلِ یعقوب کی میراث بھی پائے۔ اور اے پرودگار، اس کو ایک پسندیدہ انسان بنا۔''

حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ دعا اس وقت کی جب کہ وہ خود بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کی بیوی بھی بانجھ تھیں، لیکن اللہ نے ان کی سن لی اور انہیں یحییٰ علیہ السلام جیسی اولاد سے نوازا۔ ملاحظہ ہو یہ آیت:

﴿یٰزَكَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨ اسْمُهٗ یَحْیٰی ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا ۝﴾ (مریم: ۷)

''اے زکریاؑ، ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰؑ ہوگا۔ ہم نے اِس نام کا کوئی آدمی اس سے پہلے پیدا نہیں کیا''

اولاد اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہے، اس لیے اس کی قدر کرنی چاہیے۔ اس کی قدر ان لوگوں سے پوچھیے جو بے اولاد ہیں۔ اولاد کے حصول کے لیے وہ کیا کیا جتن نہیں کرتے۔ علاج کرواتے ہیں، دعائیں کرواتے ہیں، پیروں فقیروں کے ڈیروں کے چکر لگاتے ہیں، خانقاہوں اور مزاروں پر حاضری دیتے ہیں اور جادو ٹونے کا سہارا لیتے ہیں۔

Marfat.com

الغرض اولاد کے حصول کے لیے ہر جائز و ناجائز کام کرتے ہیں۔ حالانکہ اولاد تو اللہ کی دین ہے، جسے چاہتا ہے دیتا ہے، جسے چاہتا ہے نہیں دیتا۔

کوئی شخص اپنی مرضی سے اولاد حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی وہ لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان انتخاب کر سکتا ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔ یہ انسانی مشاہدہ بھی ہے اور قرآنی بیان بھی۔ ملاحظہ ہوں سورۃ الشوریٰ کی یہ آیات:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۟ۙ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝﴾ (الشوریٰ: ۴۹۔۵۰)

”اللہ زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز پر قادر ہے۔“

اولاد کا صدمہ اور اس کا اجر

اولاد کا نہ ہونا بہت بڑا صدمہ ہے اور اس کا چھن جانا اس سے بھی بڑا صدمہ ہے، لیکن اگر انسان اسے مشیتِ ایزدی سمجھ کر اس پر صبر کرے تو اس کا اجر انسان کے تصور سے بھی زیادہ ہے۔ انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے اللہ کا دیا ہوا ہے اور وہی اس کا حقیقی مالک ہے، اسی لیے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب تم سے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے کوئی نعمت واپس لے لی جائے تو کہو:

﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۱۵۶)

”ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔“

اللہ بڑا ہی قدر دان ہے۔ اپنی ہی دی ہوئی دنیوی نعمتوں میں سے جب کوئی نعمت واپس لیتا ہے تو اس پر صبر کرنے کے عوض آخرت کی ابدی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ ملاحظہ

Marfat.com

ہوں درج ذیل احادیث:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا: ”تم میں سے کوئی عورت ایسی نہیں جس کے تین بچے وفات پا جائیں مگر یہ کہ وہ بچے اس عورت کے لیے دوزخ سے حجاب بنیں گے۔ ایک عورت نے کہا: اگر دو بچے مر جائیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ دو بھی۔“ (صحیح بخاری: قبل ۱۳۸۱۔ صحیح مسلم: ۲۶۳۳۔ واللفظ لہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کے تین بچے مر جائیں اور وہ اس پر اجر کی امید رکھتے ہوئے صبر کرے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ راوی کہتے ہیں ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر دو مر جائیں تو؟ آپؐ نے فرمایا: دو بھی“ (صحیح: مسند احمد: ۱۱۶۸۶۔ صحیح ابن حبان: ۲۹۴۴ عن ابی سعید)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ اگر ایک بچے کے بارے میں پوچھا جاتا تب بھی آپؐ کا یہی جواب ہوتا۔“ (صحیح ابن حبان: ۲۹۴۶)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب کسی بندے کی اولاد فوت ہوتی ہے تو اللہ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے: تم نے میرے بندے کی اولاد کی روح قبض کر لی؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: جی ہاں، قبض کر لی۔ پھر اللہ پوچھتا ہے: تم نے اس کے جگر گوشے کی روح قبض کر لی؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: جی ہاں، قبض کر لی۔ پھر اللہ پوچھتا ہے: میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: پروردگار! تیرے بندے نے تیری تعریف کی اور کہا: ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ (البقرہ: ۱۵۶) ”ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔“ یہ سن کر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے: میرے بندے کے لیے جنت میں ایک محل تعمیر کرو، اور اس کا نام شکر کا محل رکھو۔“ (ضعیف: جامع ترمذی: ۱۰۲۱۔ صحیح ابن حبان: ۲۹۴۸۔ عیسیٰ بن سینان ضعیف راوی ہے۔)

Marfat.com

ام المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ''جس مسلمان جوڑے کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں، تو یہ بچے قیامت کے روز جنت کے دروازے پر رُک کر کھڑے ہو جائیں گے، اور جب ان سے کہا جائے گا کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ، تو یہ معصوم بچے جواب دیں گے: جب تک ہمارے ماں باپ جنت میں داخل نہ ہوں گے، ہم جنت میں نہیں جائیں گے۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ حکم دے گا: جاؤ تم اور تمہارے والدین سب جنت میں داخل ہو جاؤ۔'' (صحیح: معجم الکبیر للطبرانی: ۱۷۵۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: المطالب العالیہ: ۲۷۷۳۔ سلسلۃ الصحیحہ: ۳۴۱۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چھوٹے بچے جنت کے کیڑے ہیں، (یعنی وہ ہر وقت جنت میں رہنے والے ہیں) وہ اپنے باپ یا والدین کے کپڑوں کا کنارہ یا ہاتھ پکڑ لیں گے جیسے کہ میں نے تمہارے اس کپڑے کو پکڑا ہے اور پھر وہ اس وقت تک ان کو نہ چھوڑیں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل نہ فرما دیں۔'' (صحیح مسلم: ۲۶۳۵)

نیک اولاد صدقۂ جاریہ ہے

جو اولاد بلوغت سے پہلے صِغر سنی میں فوت ہو جائے، والدین کی بخشش کا ذریعہ بنتی ہے، والدین کی زندگی میں فوت ہونے والی جوان اولاد کی وفات پر صبر کرنا اور اسلامی رویہ اختیار کرنا اجرِ عظیم کا حامل ہے اور جو نیک اولاد دنیا میں چھوڑ کر انسان سفرِ آخرت اختیار کرتا ہے وہ اس کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔

انسان جب مر جاتا ہے تو اس کی عمل کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے، لیکن جو اچھے یا برے کام اس نے جاری کیے ان کا ثواب و گناہ اس وقت تک اسے ملتا رہتا ہے جب تک ان کے اثرات باقی رہتے ہیں۔ انہی کاموں میں سے ایک کام اس کی اولاد بھی ہے۔ اگر اس نے اولاد کی تربیت اسلامی خطوط پر نہیں کی اور ناقص تربیت کی وجہ سے وہ گمراہی میں مبتلا ہو

Marfat.com

گئی تو اس کا وبال والدین پر بھی ہوگا جو اس کی تربیت کے ذمہ دار تھے۔

اگر ان کی اچھی تربیت کی اور اچھا انسان اور اچھا مسلمان بننے میں ان کی مدد کی تو یہ نیک اولاد اس کے لیے صدقہ جاریہ ہے، وہ اس کے لیے دعا کرتی ہے اور نیک کام کر کے اسے ایصالِ ثواب کرتی رہتی ہے۔ اگر انسان نے اولاد کی اچھی تربیت کی ہے اور اسے نماز کا پابند بنایا ہے تو یہ اولاد اس کے لیے چاہے اور کچھ بھی نہ کرے، کم از کم پانچوں نمازوں میں پانچ وقت اس کے لیے دعائے مغفرت تو کرے گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ کتنا کرم ہے کہ والدین کے لیے دعائے مغفرت کو نماز کا حصہ بنا دیا۔ اگر انسان کے اپنے عمل میں کوئی کمی رہ گئی ہو، تو اللہ تبارک وتعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اولاد کی دعاؤں کے طفیل ان کی مغفرت فرما دے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کی مہلتِ عمل ختم ہو جاتی ہے، سوائے تین اعمال کے (کہ ان کا اجر مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے)، کوئی ایسا صدقہ کر جائے جو اس کے بعد بھی جاری رہے، یا ایسا علم چھوڑ جائے کہ اس کے بعد بھی لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں، یا پھر نیک اولاد چھوڑ جائے جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔“ (صحیح مسلم: ۱۶۳۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”جب میت کے درجات بلند ہوتے ہیں تو وہ حیرت سے پوچھتی ہے کہ یہ کیونکر ہوا تو اللہ کی جانب سے اس کو بتایا جاتا ہے کہ تمہاری اولاد تمہارے لیے دعائے مغفرت کرتی رہی“ (اور اللہ نے اس کو قبول فرما لیا)۔ (حسن مرفوعاً: سنن ابن ماجہ: ۳۶۶۰)

اولاد کا قتل

زندگی اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے اور یہ اللہ کی امانت ہے، اس کو ضائع کرنے کا حق کسی انسان کو نہیں دیا گیا، نہ والدین کو جو انسان کو اس دنیا میں لانے کا سبب بنتے ہیں اور نہ ہی خود اس انسان کو جو بظاہر اس کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ کوئی انسان

Marfat.com

اپنی جان کا مالک نہیں ہے۔ جان کا مالک صرف اللہ ہے اور وہی اس کو واپس لینے کا حق رکھتا ہے۔ اسی لیے اسلام میں خودکشی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

کسی انسان کو ناحق قتل کرنا سب سے بڑا جرم ہے اور کسی انسان کی جان بچانا سب سے بڑی نیکی۔ سورہ المائدہ کی درج ذیل آیت اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ﴾ (المائدہ: ۳۲)

''جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اُس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی''

اولاد کے حقوق کے سلسلہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ قتلِ اولاد سے منع فرمایا ہے۔ جو بظاہر ایک عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن ہے ایک تلخ حقیقت۔ قتلِ اولاد کی ایک صریح اور عام صورت تو اسقاطِ حمل ہے جو ماضی میں بھی رائج رہی ہے اور آج بھی جاری ہے۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم کی بھی تخصیص نہیں ہے۔ مسلم اور غیر مسلم معاشروں میں تعداد کا فرق ہوسکتا ہے، اس کی وجوہ مختلف ہوسکتی ہیں لیکن یہ گھناؤنا جرم ہر معاشرے کا حصہ رہا ہے۔

گزشتہ پانچ دہائیوں سے فیملی پلاننگ پروگرام بڑے زور شور سے چل رہا ہے۔ مغربی ممالک، مسلم معاشروں میں اس کی ترویج کے لیے خصوصی فنڈ مہیا کرتے ہیں۔ مسلم حکومتیں اس پروگرام کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔ آج کل تو ''بچے دو ہی اچھے'' کا نعرہ بڑا مقبول ہے، مانع حمل ادویات کے اشتہارات اکثر اخبارات اور رسائل و جرائد کا حصہ ہوتے ہیں۔ یہ بھی قتل اولاد کا ایک طریقہ ہے۔ مغرب اس کے قاتلانہ اثرات بھگت رہا ہے اور اب اس کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے بعض مغربی ممالک میں زیادہ بچے پیدا کرنے کی حوصلہ افزائی بھی کی جارہی ہے۔

Marfat.com

حال کی طرح ماضی میں بھی حمل سے بچنے کے لیے مختلف طریقے استعمال کیے جاتے رہے ہیں۔اس ضمن میں انسان کو ایک بات یاد رکھنی چاہیے کہ جس روح کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا میں بھیجنے کا فیصلہ کرلیا ہوا سے کوئی دوا، کوئی طریقہ اور کوئی طاقت دنیا میں آنے سے روک نہیں سکتی، اس لیے انسان کو خوشحالی حاصل کرنے کے لیے اپنی توانائیاں منفی کی بجائے مثبت ذرائع پر خرچ کرنی چاہئیں۔ اللہ نے انسان کی خوشحالی کے لیے زمین میں بے پناہ وسائل رکھ دیئے ہیں، بس ان کو کھوجنے اور استعمال میں لانے کی ضرورت ہے۔

قتل اولاد کا ایک طریقہ انسانی قربانی بھی ہے جو دیوی، دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے دی جاتی رہی ہے۔ ماضی میں اس کا رواج عام رہا ہے۔ گو آج اس رسم کا رواج نہیں ہے، لیکن ابھی تک یہ رسم مکمل طور پر ناپید نہیں ہوئی، کبھی کبھار اس طرح کی کوئی خبر کہیں نہ کہیں سے آہی جاتی ہے۔

قتل اولاد کی ایک صورت غیرت کے نام پر قتل کی رسم بھی ہے جس کا وجود مسلم معاشرہ کے بعض جہلا میں آج بھی پایا جاتا ہے۔قتلِ اولاد کی سب سے قبیح صورت وہ تھی جو اسلام سے پہلے عرب کے جاہلی معاشرے میں رائج تھی، جس میں بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ اس ظالمانہ رسم کے بڑے ہی دردناک واقعات کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔

اسلامی معاشرے کو ان خلافِ فطرت اور انسانیت دشمن رسوم سے محفوظ کرنے کے لیے قرآن و حدیث میں ان کی بہت مذمت کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہوں قرآن و حدیث کے درج ذیل بیانات:

﴿وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ﴾

(الانعام:۱۳۷)

”اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیے ان کے شریکوں نے اپنی اولاد کے قتل کو خوشنما بنا دیا ہے تاکہ ان کو ہلاکت میں مبتلا کریں اور ان پر ان کے دین کو

Marfat.com

مشتبہ بنا دیں۔ اگر اللہ چاہتا تو یہ ایسا نہ کرتے۔"

﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝﴾ (الانعام: ۱۴۰)

"یقیناً خسارے میں پڑ گئے وہ لوگ جنھوں نے اپنی اولاد کو جہالت و نادانی کی بنا پر قتل کیا اور اللہ کے دیے ہوئے رزق کو اللہ پر افترا پردازی کر کے حرام ٹھیرا لیا۔ یقیناً وہ بھٹک گئے اور ہرگز وہ راہ راست پانے والوں میں سے نہ تھے۔"

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ ۚ﴾

(الانعام: ۱۵۱)

"اے محمدؐ! ان سے کہو کہ آؤ میں تمھیں سناؤں تمھارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں: یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمھیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے۔"

﴿وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝﴾ (بنی اسرائیل: ۳۱)

"اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمھیں بھی۔ درحقیقت اُن کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔"

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (الممتحنہ: ۱۲)

"اے نبیؐ، جب تمھارے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لیے آئیں اور

Marfat.com

اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی، اور کسی معروف امر میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی، تو ان سے بیعت لے لو اور اُن کے حق میں اللہ سے دعائے مغفرت کرو، یقیناً اللہ درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، آپؐ نے ہم لوگوں سے فرمایا:

''مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ تم کسی کو اللہ کا شریک نہیں بناؤ گے، چوری نہیں کرو گے، بدکاری سے دور رہو گے اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے۔ جس نے اس عہد کو پورا کیا، اس کی مزدوری اللہ کے ذمے ہے، اور جس نے ان میں سے کوئی برا عمل کیا، اور اس کو قانون کے مطابق سزا دی گئی تو یہ اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا، اور جس کا یہ گناہ دنیا میں کسی پر ظاہر نہ ہوا تو اللہ کو اختیار ہے، چاہے تو معاف فرمادے اور چاہے تو سزا دے۔''

(صحیح بخاری: ۱۸۔ صحیح مسلم: ۱۷۰۹)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

''یہ کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرائے، حالانکہ اللہ ہی نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے کہا، یہ تو واقعی بہت بڑا گناہ ہے۔ میں نے پھر پوچھا: اس کے بعد کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ کہ تو اپنے بچے کو اس اندیشے سے قتل کرے کہ وہ تمہاری روزی میں شریک ہوگا۔ میں نے پوچھا: اس کے بعد کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرے۔'' (صحیح بخاری: ۴۴۷۷)

Marfat.com

اولاد کی پرورش اور تربیت والدین کی ذمہ داری ہے

حسبِ استطاعت اولاد کی اچھی پرورش کرنا والدین کی فطرت کا تقاضا بھی ہے اور ان کی ذمہ داری بھی۔ اس میں کوتاہی انسانی فطرت کی نفی اور اپنے فرائض سے غفلت ہے۔ جو لوگ اس میں غفلت برتتے ہیں، وہ عموماً دنیا ہی میں اس کا خمیازہ بھگت لیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اپنے بچوں کو ادب سکھاؤ اور خوب اچھا ادب سکھاؤ۔'' (ضعیف: سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۱۔ عن انس، سعید بن عمارہ راوی ضعیف ہے۔ دیکھیے: سلسلۃ الضعیفہ: ۱۶۴۹۔)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ ایسے باپ پر رحم کرے جو نیکی میں اپنے بیٹے کا معاون بنے۔''

(ضعیف: المقاصد الحسنہ للسخاوی: ۵۱۶۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: سلسلۃ الضعیفہ: ۱۹۴۶)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اس میں سب سے بہتر عطیہ اولاد کی اچھی تعلیم و تربیت ہے۔'' (ضعیف: جامع ترمذی: ۱۹۵۲۔ موسیٰ ابو ایوب مستور الحال راوی ہے۔)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اولاد کے ساتھ رحم و کرم کا برتاؤ کرو اور ان کو اچھی تعلیم و تربیت دو۔'' (ضعیف: الترغیب والترھیب للمنذری: ۳۰۳۸۔ یہ روایت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔)

اولاد کی پرورش جہاں والدین کی ذمہ داری ہے وہیں ان کی اچھی تربیت بھی ان کی ذمہ داری ہے۔ حسبِ استطاعت اولاد کی اچھی پرورش میں تو والدین کم ہی کوتاہی برتتے ہیں لیکن اچھی تربیت کرنے میں اکثر ناکام رہتے ہیں۔ اپنی دانست میں تو ہر شخص اپنی اولاد کی اچھی تربیت ہی کرتا ہے۔ لیکن اچھی تربیت وہ نہیں جو آپ کے معیار کے مطابق اچھی ہو، بلکہ اچھی تربیت وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے قائم کردہ معیار کے مطابق اچھی ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انہیں اسلام کے قائم کردہ معیار کے مطابق اچھا انسان، اچھا شہری اور اچھا

Marfat.com

مسلمان بنایا جائے۔ یہ ہر بچے کا حق اور والدین کی ذمہ داری ہے۔

تربیت اولاد کے ضمن میں والدین کا اپنا کردار بہت اہم ہے۔ بچے عموماً والدین کی نقل کرتے ہیں، وہ آپ کی گفتار سے کم اور کردار سے زیادہ سیکھتے ہیں۔ سیکھنے کے عمل میں، آپ جو کچھ کہتے ہیں وہ اسے زیادہ اہمیت نہیں دیتے، البتہ جو کچھ آپ کرتے ہیں وہ ان کے نزدیک اہم ہوتا ہے اور وہ وہی کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو آپ کو کرتے دیکھتے ہیں۔ اس لیے کوشش کریں کہ ان کے سامنے آپ کے کردار کے اُجلے پہلو ہی آئیں۔

اگر آپ اپنے بچوں کو سچ بولنے کی تعلیم دینا چاہتے ہیں تو ہمیشہ ان کے ساتھ اور ان کے سامنے سچ بولیے۔ کسی ملاقاتی کی آمد پر اگر آپ اپنے بچے سے کہتے ہیں کہ ان سے کہو: ''ابو گھر پر نہیں ہیں۔'' تو آپ بچے کے سامنے سچ کی چاہے کتنی بھی تعریف کریں وہ آپ سے جھوٹ بولنا ہی سیکھے گا۔ ایک بہت بڑے ماہرِ نفسیات کا قول ہے کہ اس کی اہمیت نہیں کہ آپ بچے سے کیا کہتے ہیں البتہ یہ اہم ہے کہ آپ بچے کے سامنے کیا کرتے ہیں۔

والدین یا گھر کے ساتھ ساتھ، بچوں کی تربیت میں نظامِ تعلیم، تعلیمی اداروں، اساتذہ اور نصابِ تعلیم کا بہت بڑا مقام ہے۔ بلکہ آج کل تو ان کی اہمیت گھر سے زیادہ ہوگئی ہے۔ اڑھائی، تین سال کا بچہ سکول بھیج دیا جاتا ہے اور اس کے بعد کم و بیش بیس بائیس سال تک اس کا زیادہ وقت انہی کے ساتھ گزرتا ہے۔ بدقسمتی سے ان میں اکثریت ایسے اداروں کی ہے جن میں دینی تعلیم و تربیت کا تو گزر ہی نہیں اور جن کا بنیادی مقصد تعلیم و تربیت نہیں بلکہ مالی منفعت ہے۔

ان حالات میں والدین کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ انہیں بچوں کی دینی تعلیم اور تربیت پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ نظامِ تعلیم میں دینی تعلیم و تربیت کی کمی کو اپنے ذرائع سے پورا کرسکیں۔ ہمارا نظامِ تعلیم ابھی تک وہی ہے جو انگریز نے اس ملک میں قائم کیا تھا اور جس کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مذہب کے بارے میں ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کیے جائیں اور مسلمانوں کو مذہب سے دور کیا جائے۔

Marfat.com

ہمارے سرکاری اور بیشتر غیر سرکاری سکولوں میں مروجہ نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم ہماری دینی اور قومی امنگوں سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ جدید تعلیم بچوں کے اذہان میں دین کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرتی ہے اور کچھ ایسے سوالات چھوڑ جاتی ہے جس کا جواب انہیں نصاب میں شامل اسلامیات کی کتب میں نہیں ملتا اور نہ ہی انہیں تسلی بخش جواب گھر سے ملتا ہے، نتیجتاً بچے دین سے بیزار ہو جاتے ہیں۔

والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کے لیے ایسے تعلیمی اداروں کا انتخاب کریں جہاں جدید تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا بھی اہتمام ہو اور جن میں جدیدیت کی بجائے اسلامی ماحول کی جھلک نظر آئے تا کہ انکے بچے اچھے ماحول میں اچھی تعلیم اور تربیت حاصل کر سکیں۔ اسی میں ان کی اور ان کے بچوں کی دنیوی اور اُخروی بھلائی ہے۔ والدین کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اولاد کے بارے میں ان سے باز پُرس ہو گی۔ درج ذیل حدیث اسی بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ جس بندے کو بھی کچھ لوگوں کا نگران بناتا ہے، چاہے وہ تھوڑے ہوں یا زیادہ، قیامت کے روز وہ اس بندے سے ضرور باز پرس کرے گا کہ اس نے اپنے ماتحتوں کو دین پر چلایا یا اسے ضائع کر دیا، یہاں تک کہ اس کے گھر والوں کے بارے میں خاص طور پر اس سے محاسبہ کرے گا۔'' (صحیح: سنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۱۲۹۔ موارد الظمآن: ۱۵۶۲۔ مستخرج ابی عوانہ: ۷۰۳۶)

بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کی تعلیم و تربیت کی فکر کرنی چاہیے، بچے کی تعلیم و تربیت کے لیے ابتدائی چند سال بہت اہم ہوتے ہیں۔ پیدا ہوتے ہی بچے کے کان میں اذان واقامت کی بھی یہی حکمت ہے کہ پیدا ہوتے ہی اسے اللہ کی کبریائی سے روشناس کرایا جائے۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ شیطان جوگھات میں بیٹھا ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ پیدا ہوتے ہی انسان کو آزمائش میں مبتلا کرے، اذان سنتے ہی بھاگ جاتا ہے اور شیطان کی دعوت سے پہلے ہی بچے کو اسلام اور رحمٰن کی دعوت مل جاتی ہے۔

Marfat.com

تربیت اولاد میں ماں کا کردار

بچے کی تربیت میں ماں کا کردار نہایت اہم ہے۔ ابتدائی عمر میں بچے کا سارا وقت ماں کے ساتھ ہی گزرتا ہے، اس لیے اس کی تربیت کی ذمہ داری بھی اسی کی ہے اور اسے چاہیے کہ شروع ہی سے بچے کو اسلام سے روشناس کرائے۔ جب بچہ بولنا شروع کرے تو اسے اللہ کی صفات سے روشناس کرائے۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تمہارے بچے بولنے لگیں تو انہیں کلمہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' سکھاؤ۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ دستور تھا کہ آپ کے خاندان کا کوئی بچہ جب بولنا شروع کرتا تو آپؐ اسے سورہ الفرقان کی یہ آیت سکھاتے تھے:

﴿ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ﴾ (الفرقان: ۲)

''وہ جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا ہے، جس کے ساتھ بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کی ایک تقدیر مقرر کی۔''

اس آیت میں توحید کا کامل تصور موجود ہے۔

بچے جب سیکھنے کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں نماز اور دعائیں یاد کروائیں اور ان کا مطلب بھی سمجھائیں۔ اسی عمر سے قرآن پڑھانے کا آغاز بھی کریں اور قرآن کے کچھ حصے حفظ بھی کرائیں۔ بچپن میں قرآن کے جو حصے یاد کرا دیئے جاتے ہیں وہ کبھی نہیں بھولتے۔ اسی طرح بچپن میں جو عادتیں پختہ ہو جاتی ہیں وہ کبھی نہیں چھوٹتیں، لہٰذا بچوں کو چھوٹی عمر سے ہی نماز پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا ﴾ (طٰہٰ: ۱۳۲)

''اپنے اہل وعیال کو نماز کی تلقین کرو اور خود بھی اس کے پابند رہو۔''

Marfat.com

اور اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

''اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کی تاکید کرو جب وہ سات سال کے ہو جائیں، اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو ان پر نماز کے لیے سختی کرو، اور اس عمر کو پہنچنے کے بعد ان کے بستر الگ الگ کر دو۔'' (صحیح: سنن ابوداود: ۴۹۵)

والدین کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اولاد کے بارے میں ان سے باز پرس ہو گی اور اگر انہوں نے اپنی اولاد کی تربیت اسلامی خطوط پر نہ کی تو ان کی اولاد کی گمراہی کا وبال ان پر بھی ہو گا۔ مائیں خصوصی طور پر اولاد کی تربیت کی ذمہ دار ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''تم سب (اپنی اپنی حیثیت میں) نگران ہو اور تم سب سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھ ہو گی جو تمہاری نگرانی میں دیئے گئے ہیں اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے۔'' (صحیح بخاری: ۲۵۵۴۔ صحیح مسلم: ۱۸۲۹)

اسلام میں گھر چلانے کی مالی ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے اور عورت کو اس سے آزاد رکھا گیا ہے تا کہ وہ گھر میں بیٹھ کر بچوں کی تربیت اور نگرانی کر سکے۔ صنعتی انقلاب کے بعد مادی ترقی کی دوڑ میں مغرب نے عورت کو گھر سے باہر نکال دیا اور وہ آج تک اسی دوڑ میں سرگرداں ہے، حالانکہ اس دوڑ میں اس کا گھر ٹوٹ گیا، بچے بگڑ گئے، معاشرتی نظام کے تار و پود بکھر گئے، لیکن ابھی تک اسے گھر کی طرف واپسی کا راستہ نہیں ملا۔

مغرب کے سوچنے والے دماغ اس صورتِ حال سے نالاں ہیں، اس پر کڑھتے ہیں لیکن اصلاح کی کوئی تدبیر نہیں سوجھتی سوائے اس کے کہ پرانے معاشرتی نظام کی طرف لوٹیں، لیکن اب یہ ناممکن ہے۔ جو تیر ایک دفعہ کمان سے نکل جائے وہ واپس کمان میں نہیں لوٹایا جا سکتا۔

مغرب کی تقلید میں ہم بھی عورت کو گھر سے نکالنے میں لگے ہوئے ہیں، گو ہماری معاشرتی اقدار اس میں مانع ہیں، لیکن گرانی کے عفریت نے انسان کی زندگی اتنی مشکل بنا دی

Marfat.com

ہے کہ اکثر لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ عورت کو بھی معاشی دوڑ میں شامل ہونا چاہیے۔ مادہ پرستی کے اس دور میں ہماری روایات شاید زیادہ عرصہ تک معاشی سوچ کا مقابلہ نہ کرسکیں، اور پھر ہمیں بھی انہیں معاشرتی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے جن کا سامنا آج مغرب کو ہے۔

یہ تو طے ہے کہ انسان جب بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیئے ہوئے نظام سے انحراف کرتا ہے تو اس کے بُرے اثرات اسے بھگتنا پڑتے ہیں۔ اللہ کے دیئے ہوئے نظام میں عورت کو معاشی ذمہ داری سے اسی لیے سبکدوش کیا گیا ہے کہ وہ گھر میں رہ کر اطمینان سے بچوں کی تربیت کرے۔ اگر عورت پر معاشی بار ڈالا جائے گا تو بچوں کی تربیت تو لازماً متاثر ہو گی، اور اگر بچوں کی تربیت متاثر ہوگی تو پھر معاشرے میں بگاڑ بھی آئے گا۔

اولاد کی تربیت پر ماں کا اجر

انسان کے خالق کو ان سب حقائق کا علم ہے اسی لیے اس نے عورت کا دائرۂ کار گھر کے اندر رکھا، اس کو ایسی فطرت دی جو اس کام کے لیے موزوں تھی اور اسی کام میں اس کے لیے وہ اجر وثواب رکھا جو مرد کو بڑے سے بڑا کارنامہ انجام دے کر حاصل ہوسکتا ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل احادیث:

اولاد کی تربیت کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے خواتین سے فرمایا: ''تم پر لازم ہے کہ گھروں میں رہو (اور اپنی اولاد کی دیکھ بھال کرو) یہی عمل تمہارے لیے جہاد ہے۔'' نیز آپؐ نے یہ بھی فرمایا: ''ایک عورت کا اپنے گھر میں کام کاج کرنا مجاہدین کے عمل کو پالے گا، اگر اللہ نے چاہا۔'' (ضعیف: معجم الاوسط للطبرانی: ۲۸۰۷۔ شعب الایمان: ۸۳۶۸۔ مسند ابی یعلی الموصلی: ۳۴۱۵۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۲۷۴۴)

حضرت یزید بن زُریع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے روز میں اور (فکر وغم سے) جُھلسے ہوئے رخساروں والی خاتون ان دو انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ ہوں گے۔ (راوی نے اپنی بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی کی طرف اشارہ کیا) وہ خاتون جو شوہر سے محروم ہوگئی، وہ ایک

Marfat.com

اونچے خاندان کی شریف اور حسین وجمیل لڑکی ہے، (یعنی وہ ایسی شکل وصورت اور حیثیت کی مالک ہے کہ دوسرا نکاح اس کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے) لیکن وہ اپنے یتیم بچوں کی خاطر دوسرا نکاح کرنے سے باز رہی یہاں تک کہ وہ بچے اس کی سرپرستی سے بے نیاز ہو گئے یا دنیا سے رخصت ہو گئے۔"

آخرت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ ہونا سب سے بڑی سعادت اور سب سے بڑا انعام ہے، اس سے بڑی سعادت اور اس سے بڑے انعام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اور یہ انعام ایک عورت کو صرف اس لیے دیا جا رہا ہے کہ اس نے اپنی اولاد کی تربیت کی خاطر اپنے آپ کو دنیا میں ان خوشیوں سے محروم رکھا جو وہ چاہتی تو حاصل کر سکتی تھی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اولاد کی پرورش اور تربیت اللہ کے نزدیک کتنا پسندیدہ کام ہے۔

جن ماؤں کو اولاد کی پرورش اور تربیت کی اہمیت کا احساس ہو جاتا ہے وہ اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے بھی تیار رہتی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ کی والدہ محترمہ جو اُمِّ سلیم کے لقب سے مشہور ہیں، جوانی ہی میں بیوہ ہو گئی تھیں۔ انہیں نکاح کے بڑے پیغام آئے لیکن انہوں نے قبول نہ کیے کیونکہ ان کے بیٹے انس اس وقت چھوٹے تھے اور وہ انہیں بے سہارا یا سوتیلے باپ کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑنا چاہتی تھیں، جب حضرت انس رضی اللہ جوان ہو گئے تو انہوں نے ابوطلحہ رضی اللہ سے نکاح کر لیا جو کہ ایک نادار شخص تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا جو بدلہ انہیں دیا، اس کا اندازہ درج ذیل حدیث سے ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے کچھ آہٹ سنی، میں نے پوچھا: یہ آہٹ کس کی ہے؟ کہا گیا، یہ ملحان کی بیٹی رمیصاء کی آہٹ ہے۔" (صحیح: مسند احمد: ۱۳۵۱۴)

اُمِّ سلیم کا نام رمیصاء تھا اور وہ ملحان کی بیٹی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے جب اُمِّ ہانی بنت ابو طالب کو نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے

Marfat.com

معذرت کرتے ہوئے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے میری ان دو آنکھوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ لیکن شوہر کا حق بہت زیادہ ہے، مجھے نکاح کرتے ہوئے یہ ڈر لگتا ہے کہ اگر شوہر کا حق خدمت ادا کروں گی تو ان جگر گوشوں کا حق ادا نہ کرسکوں گی اور اگر ان بچوں میں لگی رہوں گی تو شوہر کا حق ادا نہ کرسکوں گی'' (ضعیف: طبقات لابن سعد: ۸/۱۲۰۔ اس روایت کی سند مرسل ہے۔ عامر الشعبی رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔)

کیا اس سے بڑا اعزاز اور مرتبہ کسی عورت کو مل سکتا ہے کہ وہ امام الانبیا کی رفیقِ حیات ہو اور ام المومنین کا لقب پائے؟ یقیناً ایک عورت کے لیے اس سے بڑا کوئی مقام نہیں ہے اور پھر صحابیات کو رسول اللہ ﷺ سے جتنی محبت تھی اور آپؐ کا جتنا احترام ان کے دلوں میں تھا، ہم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن بچوں کی پرورش اور تربیت کی خاطر حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے اس اعزاز سے منہ موڑ لیا۔ رسول اللہ کی تعلیمات نے انہیں یہ شعور دے دیا تھا کہ بچوں کی پرورش و تربیت بہت اہم فریضہ ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک نہایت ہی پسندیدہ کام۔ اسی لیے انہوں نے اس کے لیے اتنی بڑی قربانی دی۔ مسلمان ماؤں کے لیے اس میں بڑا سبق ہے۔

بچے کو دودھ پلانا

بچے کی پرورش اور تربیت کا ایک اہم پہلو ماں کا بچے کو دودھ پلانا ہے۔ ماں کے دودھ پر بچے کا حق ہے اور جو مائیں اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتیں وہ ان کی حق تلفی کرتی ہیں۔ ملاحظہ ہو قرآن مجید کا یہ ارشاد:

﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ (البقرہ: ۲۳۳)

''مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں۔''

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ دو سال کی عمر تک بچوں کو اپنا دودھ پلانا ماؤں کی ذمہ داری ہے۔ البتہ اگر کوئی مجبوری ہو، مثلاً، ماں بیمار ہو اور اس کا دودھ بچے کے لیے مضر ہو، یا دودھ پلانے کی وجہ سے ماں کی بیماری میں اضافہ کا امکان ہو، یا ماں کا دودھ بچے کے لیے ناکافی

Marfat.com

ہو، تو ماں کے دودھ کے علاوہ دوسرا دودھ دیا جاسکتا ہے۔ لیکن ماں کے دودھ کا کوئی نعم البدل نہیں ہے۔

جدید تحقیقات کے مطابق ماں کا دودھ بچے کے لیے کامل و اکمل غذا ہے اور بچے کے لیے اس سے بہتر کوئی غذا نہیں ہے۔ ماں کا دودھ بچے کے لیے غذا بھی ہے اور دوا بھی۔ یہ بچے کو بہت سی ایسی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے جن سے دوسرا کوئی دودھ اسے محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ جو بچے ماؤں کا دودھ پیتے ہیں وہ دوسرا دودھ پینے والے بچوں کی نسبت زیادہ صحت مند ہوتے ہیں۔

تحفظ کا جو احساس بچے کو ماں کے ساتھ لپٹ کر دودھ پینے سے حاصل ہوتا ہے، ساری عمر اس کے ساتھ رہتا ہے۔ ماں کا دودھ پینے والے بچے نفسیاتی طور پر عموماً ان بچوں سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں جنہوں نے ماں کا دودھ نہیں پیا۔ ان میں ذہنی دباؤ برداشت کرنے کی قوت نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔

طبی تحقیقات کے مطابق جو مائیں بچوں کو اپنا دودھ پلاتی ہیں وہ چھاتی کے سرطان (بریسٹ کینسر) سے محفوظ رہتی ہیں۔ قدرت نے جو نظام قائم کیا ہے وہ لاجواب ہے اور اس میں سراسر خیر ہے۔ لیکن جدیدیت (ماڈرنزم) کے خبط میں ماؤں نے بچوں سے ان کا حق چھین لیا ہے اور قدرت نے بعض بیماریوں کے خلاف جو ڈھال انہیں مہیا کی تھی اس کو اپنے ہاتھوں توڑ دیا ہے۔

طبی فوائد کے علاوہ، ماں کے بچے کو اپنا دودھ پلانے میں اخلاقی فوائد بھی ہیں۔ ماں جب اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے تو دونوں کے درمیان محبت کا جذبہ مزید مضبوط ہوتا اور پروان چڑھتا ہے۔ جو مائیں بچوں کو اپنا دودھ پلاتی ہیں عموماً ان کا رشتہ بچوں سے ان ماؤں کی نسبت زیادہ مضبوط ہوتا ہے جو بچوں کو اپنا دودھ نہیں پلاتیں۔

جدید تحقیقات سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ انسان جو غذا کھاتا ہے اس کے اثرات اس کے اخلاق پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ ایک ماں جب اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے

Marfat.com

تو وہ صرف دودھ ہی نہیں پلا رہی ہوتی بلکہ دودھ کے ساتھ اپنی اخلاقی اور تہذیبی اقدار بھی اس میں انڈیل رہی ہوتی ہے۔

مغربی تہذیب سے متاثر اور جوان نظر آنے کے شوق میں جو مائیں بچوں کو اپنے دودھ سے محروم کرتی ہیں انہیں رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد پر غور کرنا چاہیے جو آپؐ نے شبِ معراج کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

آپؐ فرماتے ہیں: ''پھر مجھے اور آگے لے چلے، کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ عورتیں ہیں جن کی چھاتیوں کو سانپ نوچ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کون عورتیں ہیں؟ کہا گیا یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے بچوں کو اپنا دودھ نہیں پلاتی تھیں۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو عورتیں کسی معذوری کے بغیر بچوں کو اپنا دودھ نہیں پلاتیں وہ اپنے بچوں پر ظلم کرتی ہیں اور انہیں اس ظلم کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ دنیا میں تو وہ اس کا نتیجہ بچوں کی بے اعتنائی کی صورت میں بھگتتی ہیں اور آخرت میں جو کچھ ان کے ساتھ ہونے والا ہے اس کا نقشہ رسول اللہ ﷺ کے درج بالا ارشاد میں کھینچ دیا گیا ہے۔

بچوں کے ساتھ آپ کا رویہ اور اس کے اثرات

آج کل والدین کو ایک عام شکایت ہے کہ بچے بے راہ رو ہو رہے ہیں اور والدین کی سنتے ہی نہیں۔ اس میں جہاں اور بہت سے عناصر شامل ہیں، ایک عنصر یہ بھی ہے کہ اکثر ماؤں نے اپنا دودھ نہ پلا کر بچوں کو خود سے دور کر دیا ہے۔ بچوں کو خود سے دور کرنے میں صرف مائیں ہی نہیں بلکہ باپ بھی برابر کے قصور وار ہیں۔ وہ بھی معاشی دوڑ میں اس قدر منہمک ہو چکے ہیں کہ ان کے پاس بچوں کے لیے وقت ہی نہیں۔ ایسے میں اگر بچے بے راہ رو ہوتے ہیں تو اس میں بچوں کا یا زمانے کا کیا قصور؟

سارے بچے تو بے راہ رو نہیں ہوتے، عموماً وہی بچے خراب ہوتے ہیں جو ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک، خصوصاً ماں کی محبت اور شفقت سے محروم رہتے ہیں۔ ماں کے دودھ کی طرح ماں باپ دونوں کے پیار اور شفقت پر بھی بچوں کا حق ہے۔

Marfat.com

بچوں سے پیار اور اس کا اظہار ضروری ہے

بچوں سے پیار کرنا والدین کی فطرت کا حصہ ہے لیکن بعض والدین اور خصوصاً باپ اپنی فطری سختی یا مقامی معاشرتی روایات کی وجہ سے اپنے پیار کا اظہار نہیں کر پاتے۔ بچوں سے پیار کا اظہار نہ کرنا کوئی خوبی نہیں ہے۔ بچوں کو آپ کے پیار کی ضرورت ہے، اس کا اظہار ضروری ہے۔ دل کے اندر جھانک کر کوئی نہیں دیکھ سکتا، اس لیے کھل کر بچوں سے پیار کا اظہار کیجئے، جواباً آپ کے بچے بھی آپ سے پیار کریں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو چوما اور پیار کیا۔ اس موقع پر اقرع بن حابس بھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے، وہ کہنے لگے کہ میرے دس بچے ہیں، مگر میں نے تو کبھی کسی بچے کو نہیں چوما۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: جو رحم نہیں کرتا، اس پر اللہ تعالیٰ بھی رحم نہیں فرماتا۔'' (صحیح بخاری: ۵۹۹۷۔ صحیح مسلم: ۲۳۱۸)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی اولاد کو پیار کرنا رحم کی علامت ہے اور جو لوگ اپنی اولاد سے پیار نہیں کرتے وہ رحم کے جذبے سے محروم ہیں اور وہ اللہ کی رحمت سے بھی محروم رہیں گے۔

''ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ایک بدو نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا: کیا تم لوگ بچوں کو چومتے اور پیار کرتے ہو؟ ہم تو بچوں کو نہیں چومتے! اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحم کا مادہ نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں!'' (صحیح بخاری: ۵۹۹۸۔ صحیح مسلم: ۲۳۱۷)

حضرت عدی بن ثابت رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، وہ کہتے تھے: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ ؑ کی گردن پر سوار ہیں اور آپ ؑ فرما رہے ہیں: اے اللہ! میں اس سے پیار کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت فرما! (صحیح بخاری: ۳۷۴۹۔ صحیح مسلم: ۲۴۲۲)

Marfat.com

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ مجھے گود میں لے کر اپنے زانو پر بٹھا لیتے اور دوسرے زانو پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھا لیتے اور پھر ہم دونوں کو سینے سے چمٹا کر فرماتے: اے اللہ! ان دونوں پر رحم فرما، کہ میں ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہوں۔

(صحیح بخاری: ۳۷۴۷)

رسول اللہ ﷺ کو اُمامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی۔ اکثر نماز کے وقت بھی وہ آپؐ کے ساتھ رہتیں، آپؐ نماز پڑھتے تو وہ آپؐ کے کندھوں پر سوار ہو جاتیں، رکوع کرتے وقت آپؐ ان کو اتار دیتے، جب آپؐ کھڑے ہوتے تو وہ پھر سوار ہو جاتیں۔

(صحیح بخاری: ۵۹۹۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے خادمِ خاص تھے اور شب و روز آپؐ کی خدمت میں رہتے تھے، فرماتے ہیں: میں نے کسی شخص کو اپنے خاندان والوں سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جس قدر آپؐ اپنے خاندان والوں سے محبت فرماتے تھے۔

درج بالا احادیث میں بچوں اور گھر والوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے حسنِ سلوک اور پیار کی ہلکی سی جھلک دکھائی گئی ہے جو ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپؐ کو تمام دنیا کے لیے نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ ہمیں بھی بچوں کے ساتھ اپنے رویے کا جائزہ اسی کی روشنی میں لینا چاہیے اور جہاں کمی اور کوتاہی نظر آئے اس کا تدارک کرنا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"مومن سراپا الفت ہے اور اس میں کوئی خیر نہیں جو نہ کسی سے محبت کرتا ہے اور نہ کوئی اس سے محبت کرتا ہے۔" (احمد)

اولاد سے نہ صرف پیار کرنا چاہیے بلکہ اس کا اظہار بھی کرنا چاہیے۔ آپ کے دل میں کسی کے لیے کیا جذبات ہیں، جب تک ان کا اظہار نہیں ہوگا، کسی کو کیسے معلوم ہوگا کہ آپ اس کے لیے اچھے جذبات رکھتے ہیں؟ ایک دفعہ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کسی دوسرے صحابی کے بارے میں محبت کے جذبات کا اظہار کیا تو آپؐ نے فرمایا: کیا تم

Marfat.com

نے اپنے بھائی (متعلقہ صحابی) کو اس کی خبر کی ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں، آپؐ نے فرمایا: جاؤ اور اسے بتاؤ۔ (صحیح: سنن ابوداود: ۵۱۲۵۔ مسند احمد: ۱۲۵۱۴)

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب آدمی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے چاہیے کہ اسے بتادے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔'' (صحیح: سنن ابوداود: ۵۱۲۴۔ جامع ترمذی: ۲۵۵۳)

بعض اوقات والدین اپنی مشکلات اور ناکامیوں کا غصہ اولاد پر نکالتے ہیں۔ معاشی تنگدستی کے شکار لوگ بچوں کی ذرا سی فرمائش پر ان پر برس پڑتے ہیں۔ بسا اوقات مائیں اپنے شوہروں کا غصہ اولاد پر نکالتی ہیں۔ اکثر میاں بیوی اپنے جھگڑے اولاد کے سامنے ہی نمٹانا شروع کر دیتے ہیں۔ بعض والدین مہمانوں کے سامنے اولاد کو ڈانٹ دیتے ہیں یا ایک آدھ تھپڑ بھی رسید کر دیتے ہیں۔ یہ سب باتیں غلط ہیں اور اولاد کی اچھی تربیت میں مانع ہیں۔

اپنے حالات کا غصہ اپنی اولاد پر نہ نکالیں۔ اگر میاں بیوی کے درمیان کوئی رنجش ہو تو حتی الوسع اس کی خبر اولاد کو نہ ہونے دیں، اگر آپ اولاد کے سامنے جھگڑا کریں گے تو آپ خود کو ان کی نظروں میں گرائیں گے اور آپ کی اولاد اپنے آپ کو غیر محفوظ محسوس کرے گی۔ حسبِ استطاعت اولا کی جائز فرمائشیں پوری کریں اور اگر ان کی کوئی فرمائش پوری کرنا آپ کے لیے ممکن نہ ہو یا آپ کے خیال میں مناسب نہ ہو تو ڈانٹنے کی بجائے انہیں پیار سے سمجھا دیجیے۔

اگر کسی بات پر انہیں ڈانٹنا ضروری ہو تو اکیلے میں ڈانٹیے۔ سب کے سامنے ڈانٹنے سے بچے کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے۔ جب آپ کسی کی عزتِ نفس مجروح کرتے ہیں تو اس کے دل میں آپ کے خلاف نفرت پیدا ہوتی ہے، خواہ وہ آپ کے بچے ہی ہوں۔ شروع میں تو بچے برداشت کریں گے، لیکن اگر یہ عمل آپ بار بار دہرائیں گے تو وہ اس کے خلاف ردعمل کا اظہار بھی کریں گے۔

اگر آپ ہر وقت بچوں کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ کا رویہ رکھیں گے تو آپ کے درمیان احترام کا رشتہ ختم ہو جائے گا اور ڈانٹ ڈپٹ غیر موثر ہو جائے گی۔ پھر اپنی بات منوانے کے لیے آپ کو مار کٹائی کی ضرورت پیش آئے گی۔ پھر ایک دن نوبت یہاں تک آئے گی کہ بچہ

Marfat.com

آپ کا ہاتھ پکڑ لے گا اور جواباً وہ بھی آپ پر ہاتھ اٹھائے گا۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی اولاد آپ پر ہاتھ اٹھائے؟ اگر آپ ایسا نہیں چاہتے تو اپنے رویے پر نظر ثانی کریں اور اپنی اولاد کی عزتِ نفس کا خیال رکھیں، اپنی عزتِ نفس سب کو عزیز ہوتی ہے۔

جو لوگ اپنے بچوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں اور بات بات پر ان کی عزتِ نفس کو مجروح کرتے ہیں، عموماً ان کے بچے پست ہمت اور اخلاقی طور پر کمزور ہوتے ہیں۔ ان میں خودداری اور خود اعتمادی کی کمی ہوتی ہے۔ وہ جُرات، حوصلہ اور استقلال جیسے اوصاف سے عاری ہوتے ہیں۔ خوش کلامی، خوش مزاجی اور خوش اخلاقی جیسی خوبیوں سے بھی محروم رہتے ہیں۔ جھنجھلاہٹ، کم ظرفی، احساسِ کمتری، تنگ دلی، غرور اور ریاء ان کے مزاج کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اپنے احساسِ کمتری کو چھپانے کے لیے وہ ڈینگیں مارنے اور مختلف طریقوں سے اپنی بڑائی کا اظہار کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔

بچوں کی خطائیں اور آپ کا رویہ

بچوں کی خطاؤں پر عموماً تین طرح کے رویے اختیار کیے جاسکتے ہیں۔ یا تو آپ اس کا نوٹس ہی نہ لیں اور اس طرح لاتعلقی کا اظہار کریں جیسے بچے نے کچھ کیا ہی نہ ہو۔ یہ رویہ والدین کا اپنی ذمہ داریوں سے فرار اور بچوں کی تربیت کے لیے منفی اثرات کا حامل ہے۔ یہ رویہ اختیار کرنے سے بچے میں صحیح اور غلط کی تمیز ہی پیدا نہیں ہوگی اور اگر بچہ وہی غلطی بار بار کرے یا اور غلطیاں کرے تو یہ اس کا نہیں بلکہ اس کے والدین کا قصور ہے۔

دوسرا رویہ یہ ہوسکتا ہے کہ آپ اس کا سختی سے نوٹس لیں اور بچے کو اس سے باز رکھنے کے لیے ڈانٹ ڈپٹ یا مار پیٹ سے کام لیں۔ اس سے وقتی طور پر تو بچہ اس غلطی کو آپ کے سامنے دہرانے سے رک جائے گا لیکن دوبارہ جب بھی اسے موقع ملے گا اسے دہرانے سے باز نہیں آئے گا۔ اس رویے سے اس کے دل میں اپنی غلطی سے تو نفرت نہیں پیدا ہوگی البتہ آپ کے خلاف اس کے دل میں گرہ ضرور پڑ جائے گی۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے منفی اثرات اس کے کردار پر مرتب ہوں گے۔ یہ بھی تربیت کا منفی انداز ہے اور منفی انداز کے

Marfat.com

اثرات بھی منفی ہی ہوتے ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو اس رویے سے بچنا چاہیے۔

تیسرا رویہ یہ ہے کہ آپ بچے کی غلطی کا نوٹس تو لیں لیکن بجائے ڈانٹ ڈپٹ کے اسے آرام سے سمجھائیں کہ جو کام اس نے کیا ہے وہ غلط ہے اور اس کے نتائج اس کے لیے بھی اور باقی سب متعلقین کے حق میں بھی اچھے نہیں ہو سکتے۔ اسے یہ باور کرائیں کہ یہ کام اچھا نہیں ہے تاکہ وہ آئندہ اس سے بچ سکے۔ جب بچے کو یہ بات سمجھ آ جائے گی کہ جو کچھ اس نے کیا ہے وہ اچھا نہیں ہے تو وہ خود ہی اس سے باز آ جائے گا۔ بچوں کی تربیت میں یہی صحیح اور مثبت رویہ ہے لیکن یہ صبر آزما رویہ ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ کے ایک دفعہ سمجھانے سے بچہ سمجھ جائے گا اور آئندہ اس غلطی سے باز آ جائے گا۔

کہا جاتا ہے کہ انسان خطاء کا پتلا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”تمام انسان خطا کار ہیں اور ان خطا کاروں میں بہتر وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔“ (حسن: سنن ابن ماجہ:۴۲۵۱۔ جامع ترمذی:۲۴۹۹)

یعنی وہ لوگ جو اپنی غلطی تسلیم کر لیتے ہیں اور اس پر نادم ہوتے ہیں وہ اچھے انسان ہیں۔ اس حدیث میں اچھائی کا معیار یہ نہیں بتایا گیا کہ انسان سے غلطی سرزد ہی نہ ہو بلکہ اچھائی کا معیار یہ بتایا گیا ہے کہ انسان اپنی غلطی کو تسلیم کرے، اس پر نادم ہو اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے معافی مانگے۔

غلطی کرنا تو انسان کی سرشت میں ہے۔ ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام سے بھی غلطی سرزد ہوئی تھی، اس لیے آپ بچے سے یہ توقع نہ کریں کہ وہ غلطی کرے گا ہی نہیں۔ انسان کا بچہ ہے غلطی تو وہ لازماً کرے گا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور یہ ذمہ داری والدین کی ہے کہ وہ جب بھی غلطی کرے اسے احساس دلائیں لیکن احسن انداز سے، نرم اور تفہیمی انداز ہونا چاہیے۔ یہ نہیں کہ آغاز ہی طعن و تشنیع اور چیخنے چلانے سے ہو اور ہر وقت لٹھ لے کر اس کے پیچھے پڑے رہیں۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ بار بار ٹوکنے سے بچے کو چڑ ہو جاتی ہے۔ والدین کو

Marfat.com

چاہیے کہ بچے کی تربیت میں ان سب باتوں کا خیال رکھیں اور اس کے ساتھ ہمیشہ اپنا رویہ مثبت رکھیں۔ ہر فعل کا ردعمل ہوتا ہے۔ اگر آپ کا رویہ منفی ہوگا تو بچے کا ردعمل بھی منفی ہوگا۔ اگر آپ کا رویہ مثبت ہوگا تو بچے کا ردعمل بھی مثبت ہوگا۔ بچے کی مثال خالی برتن کی ہے آپ جو کچھ اس میں ڈالیں گے وہی باہر آئے گا۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے بچے اخلاقی کمزوریوں سے پاک اور اخلاقی خوبیوں کے حامل ہوں تو ان کے ساتھ حسنِ سلوک کیجیے، ان کے ساتھ اپنا رویہ نرم رکھیں، انہیں عزت اور پیار دیں۔ یہ ان کی ضرورت بھی ہے اور حق بھی۔ ان کے ساتھ عفو و درگزر کا رویہ رکھیں۔ اگر آپ ان کے ساتھ عفو و درگزر کا برتاؤ کریں گے تو یہ رویہ اللہ کے ہاں بھی پسندیدہ ہے اور بچے کی تربیت کے لیے بھی مفید۔ ملاحظہ ہو اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾﴾ (التغابن: ۱۴)

”اور اگر تم عفو و درگزر سے کام لو اور معاف کر دو تو اللہ غفور و رحیم ہے“

سخت رویہ آپ کی اولاد کو آپ سے دور کر دے گا۔ سخت رویہ لوگوں کو دور کرتا ہے اور نرم رویہ انہیں قریب لاتا ہے۔ نرم مزاجی اللہ کو پسند ہے اور تند خوئی سخت ناپسند۔ رسول اللہ ﷺ کی نرم مزاجی کی تعریف کرتے ہوئے اسے اللہ کی رحمت اور لوگوں کا آپؐ کے قریب آنے کا سبب قرار دیا۔ ملاحظہ ہو سورہ آل عمران کی یہ آیت:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ (آل عمران: ۱۵۹)

(اے پیغمبرؐ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم اِن لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو، ورنہ اگر کہیں تم تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے اِن کے قصور معاف کر دو، اِن کے حق میں دعائے مغفرت کرو۔“

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”اللہ تعالیٰ ہر معاملے میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں“

(صحیح بخاری: ۶۰۲۴)

Marfat.com

ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جب کسی گھر والوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان میں نرمی پیدا کر دیتے ہیں۔ بالفرض اگر نرمی اور رفق کوئی مخلوق ہوتی تو ایسی خوبصورت ہوتی کہ لوگوں نے اس سے زیادہ خوبصورت کوئی اور مخلوق نہ دیکھی ہوتی، اور سختی اگر کسی مخلوق کی شکل میں ہوتی تو ایسی قبیح ہوتی کہ مخلوق نے اسے زیادہ بد صورت کوئی مخلوق نہ دیکھی ہوتی۔'' (صحیح: مسند احمد: ۲۴۴۲۷۔ شعب الایمان للبیہقی: ۷۳۲۶)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''رحم کرنے والوں پر رحمان (اللہ تبارک وتعالیٰ) رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔'' (صحیح: سنن ابوداود: ۴۹۴۱۔ جامع ترمذی: ۲۰۳۷)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اپنی اولاد کی عزت کرو، اور ان کے آداب بہتر بناؤ، اس لیے کہ تمہاری اولاد تمہارے لیے (اللہ کا) تحفہ ہے۔'' (ضعیف: سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۱۔ سعید بن عمارہ ضعیف راوی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: سلسلۃ الضعیفہ: ۱۶۴۹۔ نیز ''تمہاری اولاد تحفہ ہے'' الفاظ اس میں نہیں ہیں۔)

رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی میں کوئی ایک واقعہ بھی نہیں ملتا کہ آپؐ نے کبھی اپنے کسی بچے کو مارا، ڈانٹا یا سخت سُست کہا ہو یا کسی پر کبھی کوئی سختی کی ہو۔ آپؐ ہمیشہ ان سے محبت، شفقت، مہربانی اور نرمی سے پیش آئے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''آپؐ نے کبھی کسی غلام کو، کسی لونڈی کو، کسی عورت کو، کسی جانور کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا...... اور آپؐ جب بھی گھر تشریف لاتے، نہایت خوش اور ہنستے مسکراتے ہوئے آتے۔'' (صحیح مسلم: ۲۳۲۸)

مشہور عرب سردار احنف بن قیس جو اپنی دانائی اور بردباری کے لیے مشہور تھے، اولاد کے ساتھ حسنِ سلوک کے بارے میں کہتے ہیں: ''اولاد اگر آپ سے کچھ مطالبہ کرے تو خوش دلی کے ساتھ اسے پورا کیجیے، اگر وہ کبھی غمزدہ ہو تو اس کا غم دور کیجیے، آپ دیکھیں گے کہ وہ آپ سے محبت کرے گی، آپ کی پدرانہ کوششوں کو پسند کرے گی، آپ کبھی اس کے لیے ناگوار اور ناقابلِ برداشت بوجھ نہ بنئے کہ وہ آپ کی زندگی سے اکتا جائے، آپ کی موت

Marfat.com

چاہنے لگے، اور آپ کے قریب آنے سے نفرت کرنے لگے۔"

تربیت اولاد کے سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ بے جا لاڈ پیار اور ضرورت سے زیادہ اولاد کی ناز برداری بھی اولاد کو بگاڑنے میں وہی رول ادا کرتی ہے جو ہر وقت کی ڈانٹ ڈپٹ۔ جن بچوں کی ضرورت سے زیادہ ناز برداری اور حفاظت کی جائے ان میں خود اعتمادی کی کمی ہوتی ہے اور وہ عموماً دوسروں پر انحصار کرنے لگتے ہیں۔ انہیں عمر بھر سہاروں کی تلاش رہتی ہے اور وہ مصائب و مشکلات کا کبھی بھی ڈٹ کر مقابلہ نہیں کر پاتے۔ والدین کو ان دونوں انتہاؤں سے بچ کر اعتدال کا راستہ اختیار کرنا چاہیے جو کہ اسلام کا راستہ ہے اور اسلام کا راستہ ہی سلامتی کا راستہ ہے۔ اگر ہم اپنی اولاد کے تربیت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی خطوط پر کریں تو ان شاء اللہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ سرخرو ہوں گے۔

بچوں کے ساتھ مساوی سلوک

بچوں میں سے کسی ایک کی طرف زیادہ جھکاؤ ہونا ممکن ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ کوئی ایک بچہ ماں باپ میں سے کسی ایک کا یا دونوں کا چہیتا ہوتا ہے، اس میں کئی عوامل شامل ہیں، کوئی بچہ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ذہین ہوتا ہے، یا زیادہ خوش شکل ہوتا ہے، یا زیادہ خوش اخلاق ہوتا ہے، یا زیادہ پیار کرنے والا ہوتا ہے، یا زیادہ فرمانبردار ہوتا ہے، یا اس میں کوئی اور ایسی صلاحیت ہوتی ہے جس کی بنا پر والدین اسے دوسرے بچوں کی نسبت زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یہ ایک فطری امر ہے، اس پر تو انسان کا اختیار نہیں، اور جن امور پر انسان کا اختیار نہیں ان میں وہ معذور سمجھا جائے گا اور امید ہے ان پر اس سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

انسان کا موخذہ انہیں امور میں ہوگا جن میں اسے اختیار ہے اور ان میں سب بچوں کے ساتھ مساوی سلوک کرنا چاہیے۔ یہ انصاف کا تقاضا بھی ہے اور بچوں کی نفسیاتی ضرورت بھی۔ بچوں کی رہائش، طعام، لباس اور تعلیم و تربیت وغیرہ ایسے امور ہیں جن میں مساوات ہو سکتی ہے اور ان امور میں اس کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے، ورنہ وہ بچے جو یہ محسوس کریں گے کہ ان کے ساتھ برابری کا سلوک نہیں کیا جا رہا، احساسِ محرومی کا شکار ہو جائیں گے، اور

Marfat.com

آپ بھی عنداللہ ماخوذ ہوں گے۔

سب بچوں کے ساتھ مساوی سلوک کرنا ان کی اچھی تربیت کے لیے ضروری ہے اور سب بچوں کے ساتھ حسنِ سلوک اسلام کا تقاضا ہے۔ اگر آپ کسی ایک بچے کے ساتھ امتیازی سلوک کریں گے تو دوسرے بچے محرومی کا شکار ہوں گے اور ان میں اس بچے کے خلاف حسد اور رقابت کا جذبہ بھی پیدا ہوگا اور آپ بھی عنداللہ ظلم و زیادتی کے مجرم شمار ہوں گے۔ اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بڑی سبق آموز ہے:

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے ایک تحفہ دیا تو (میری والدہ) عمرہ بنت رواحہ نے کہا: میں تو اس وقت راضی ہوں گی جب تم اللہ کے رسول ﷺ کو اس پر گواہ بناؤ گے۔ پھر میرے والد، اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور کہا: میں نے اپنے بیٹے کو جو عمرہ بنت رواحہ سے ہے، ایک تحفہ دیا ہے، اس پر عمرہ نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ میں آپؐ کو اس پر گواہ بناؤں، اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے سارے بچوں کو ایسا ہی تحفہ دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، سب کو تو نہیں دیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر وہ (یعنی ان کے والد بشیر) لوٹ گئے اور اپنا تحفہ واپس لے لیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے بشیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہارے سارے بچے تمہارے ساتھ یکساں حسنِ سلوک کریں؟ انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں، تو آپؐ نے فرمایا: پس تم ایسا نہ کرو'' (یعنی صرف ایک کو تحفہ نہ دو)۔ (صحیح بخاری: ۲۶۵۰۔ صحیح مسلم: ۱۶۲۳)

بچوں کے ساتھ پیار اور محبت کا برتاؤ کریں۔ یہ آپ کی فطرت کا تقاضا بھی ہے، اللہ کے دین کا منشا بھی اور نتائج کے اعتبار سے آپ کے حق میں بہتر بھی۔ اگر آپ بچوں کے ساتھ پھٹکار اور مار کی بجائے پیار کا رویہ رکھیں گے تو ان شاءاللہ آپ کے بچے آپ کا احترام بھی کریں گے، آپ کی بات بھی مانیں گے، اور بڑھاپے میں آپ کا سہارا بھی بنیں گے۔

Marfat.com

لڑکیوں کی پرورش

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب کے جاہلی معاشرے میں لڑکیوں کو زندہ گاڑ دینے کا رواج عام تھا، باپ اپنے ہاتھوں اپنی بیٹی کو زندہ دفن کر دیتا تھا، اس طرح کے بہت سے دل دہلا دینے والے واقعات کتب حدیث میں موجود ہیں۔ اس قبیح رسم کو ختم کرنے اور بیٹیوں کو عزت و احترام کا مقام دلوانے کے لیے اسلام کی تعلیمات سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

نہ صرف عرب بلکہ پوری دنیا میں عورت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس کی حیثیت ایک خوبصورت کھلونے سے زیادہ نہ تھی۔ مرد جب چاہتا اسے توڑ کر پھینک دیتا تھا۔ اسے کسی قسم کا تحفظ حاصل نہ تھا، نہ مالی، نہ قانونی اور نہ ہی اخلاقی۔ یہودیت اسے مرد کا خدمت گار اور عیسائیت اسے گناہ کی پوٹ سمجھتی تھی۔ عیسائیت پر تو ایک دور ایسا بھی گزرا جب عورت کے انسان ہونے میں بھی شک کیا جاتا تھا۔

اسلام نے اسے ہر قسم کا تحفظ فراہم کیا، اسے مرد کے برابر قانونی حقوق دیئے، وراثت میں اس کا حصہ مقرر کر کے مالی طور پر اسے مستحکم کیا، بحیثیت ماں کے اس کا اخلاقی مرتبہ مرد سے بھی بلند کر دیا۔ الغرض اسلام نے چودہ سو سال پہلے عورت کو وہ حقوق دیئے جو کوئی نام نہاد روشن خیال معاشرہ آج تک نہیں دے سکا۔ حیرت ہوتی ہے ان لوگوں کی عقل پر جو یہ کہتے یا سمجھتے ہیں کہ اسلام میں عورت کا استحصال ہوتا ہے!

آیئے، دیکھتے ہیں ایک نظر ان تعلیمات کو جو اسلام نے بچیوں کے تحفظ اور پرورش کے سلسلہ میں دی ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝﴾ (التکویر: ۸۔ ۹)

''اور جب لڑکی سے جو زندہ دفنا دی گئی ہو، پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر ماری گئی۔''

یعنی وہ لڑکی جو زندہ دفن کر دی گئی، اس کا قتل رائگاں نہیں جائے گا، بلکہ قاتل سے باز

Marfat.com

پُرس ہو گی اور اسے اس گھناؤنے جرم کی بھر پُور سزا دی جائے گی۔ اس آیت میں ان لوگوں کے لیے تنبیہ ہے جو اس جرم میں ملوث رہے ہیں کہ آخرت میں اس کی سزا سے بچ نہیں پاؤ گے، لہٰذا اس کے ارتکاب سے باز آ جاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لڑکیوں سے نفرت نہ کرو، میں خود لڑکیوں کا باپ ہوں'' بیٹیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی کتنی ترغیب ہے اس حدیث میں! نیز آپؐ نے فرمایا: ''بیٹیاں بڑی محبت والی اور بڑی خیر و برکت والی ہوتی ہیں۔'' (ضعیف: مسند احمد: ۱۷۳۷۳۔ ابن لھیعہ ضعیف راوی ہے۔ نیز اس کا شاہد کامل ابن عدی میں بھی ضعیف ہے۔)

یہ تو ہر باپ کا مشاہدہ ہے کہ بیٹیاں، بیٹوں کی نسبت زیادہ پیار کرنے والی ہوتی ہیں۔ ماں باپ کی خدمت کرنے میں بھی وہ پیش پیش ہوتی ہیں۔ جس طرح لڑکے اکثر اپنے رویے سے والدین کو تکلیف پہنچاتے ہیں، لڑکیاں بہت کم اس طرح کا رویہ اختیار کرتی ہیں۔

حضرت ابن شریط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے ہاں فرشتوں کو بھیجتا ہے جو آ کر کہتے ہیں، اے گھر والو! السلام علیکم، فرشتے پیدا ہونے والی لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں، اور اس کے سر پر اپنے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں، یہ ایک ناتواں کمزور جان ہے جو ایک ناتواں اور کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے، جو شخص اس ناتواں جان کی پرورش کی ذمہ داری اٹھائے گا، قیامت تک اللہ کی مدد اس کے شاملِ حال رہے گی۔'' (ضعیف: معجم الصغیر للطبرانی: ۷۰۔ امام ہیثمی نے کہا: وفیہ جماعۃ لم اُعرفھم مجمع الزوائد: ۱۳۴۸۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے دو بیٹیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ دونوں بالغ اور جوان ہو گئیں (اور اپنے گھروں کی ہو گئیں) تو روزِ قیامت وہ اس حال میں آئے گا کہ وہ اور میں ان دو انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ ہوں گے اور آپؐ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔'' (صحیح مسلم: ۲۶۳۱)

کتنا بڑا انعام ہے بیٹیوں کی پرورش کا! ایک مومن کے لیے اس سے بڑے انعام کا

Marfat.com

تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ''میرے پاس ایک غریب عورت اپنی دو بچیوں کو لیے ہوئے آئی۔ میں نے اسے تین کھجوریں دیں۔ اس نے ایک ایک کھجور اپنی بچیوں کو دی اور ایک کھجور خود کھانے کے لیے اپنے منہ میں ڈالنے لگی تھی کہ ان بچیوں نے وہ بھی مانگ لی۔ عورت نے اس کھجور کے بھی دو ٹکڑے کیے جسے خود کھانا چاہ رہی تھی، اور ایک ایک ٹکڑا دونوں بچیوں کو دے دیا۔ مجھے اس کی یہ بات بہت ہی بھلی لگی۔ میں نے اس کا یہ کارنامہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ نے ان دونوں بچیوں کی پرورش کی بدولت اس کے لیے جنت واجب کر دی اور اس کو جہنم کی آگ سے نجات بخش دی۔'' (صحیح مسلم: ۲۶۳۰)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ تینوں کو اپنی سرپرستی میں رکھے، ان کی ضروریات پوری کرے اور ان پر رحم کھائے تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔

کسی قبیلے کے ایک آدمی نے پوچھا: اور اگر دو بیٹیاں ہوں، یا رسول اللہ ﷺ!

فرمایا: دو ہوں تب بھی (یہی اجر ہے) (حسن: الادب المفرد: ۷۸)

مشکوٰۃ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اگر لوگ ایک بیٹی کے بارے میں پوچھتے تو آپؐ ایک کے بارے میں بھی یہی بشارت دیتے۔ (ضعیف: شرح السنہ للبغوی: ۳۴۵۷۔ حسین بن قیس متروک راوی ہے۔)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں بہترین صدقہ نہ بتا دوں! وہ تمہاری وہ بیٹی ہے جو تمہارے پاس لوٹا دی گئی ہو، اور تمہارے سوا کوئی اس کو کما کر کھلانے والا نہ ہو۔'' (ضعیف: سنن ابن ماجہ: ۳۶۶۷۔ علی بن رباح اور سراقہ بن مالک کے مابین انقطاع ہے۔)

یعنی جو بیٹی مطلقہ یا بیوہ ہونے کی وجہ سے باپ کے گھر آ جائے اور جس کا آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ ہو، اس کی کفالت کرنا باپ کے لیے بہترین صدقہ ہے۔

Marfat.com

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ بیٹیاں زحمت نہیں بلکہ اللہ کی رحمت ہیں۔ ان کی پرورش کرتے وقت یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ یہ زندگی میں آپ کی سچی ہمدرد، بیٹوں سے بڑھ کر آپ سے پیار کرنے والی اور بڑھاپے میں آپ کا خیال رکھنے والی ہیں اور آخرت میں تو سراسر رحمت اور آپ کے لیے اللہ کے درِ رحمت کو وا کرنے والی ہیں۔

مقامِ حیرت وافسوس ہے کہ اسلام کی تعلیمات کے باوجود اور اس حقیقت کے باوجود کہ اللہ کے رسول ﷺ بھی بیٹیوں والے تھے، بہت سے مسلم گھرانوں میں آج بھی بیٹیوں کو وہ عزت و احترام اور وہ پیار نہیں دیا جاتا جس کی وہ مستحق ہیں۔ ان سے بیٹوں کے ساتھ برابری کا سلوک نہیں کیا جاتا۔ حسنِ سلوک، حقوق اور پیار میں بیٹوں کو ان پر فوقیت دی جاتی ہے۔ اسلام نے جو حقوق انہیں دیئے ہیں، وہ انہیں نہیں دیئے جاتے۔ وراثت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کا جو حصہ مقرر کیا ہے، انہیں نہیں دیا جاتا۔

عورت کے استحصال کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ عموماً مالی طور پر کمزور ہوتی ہے۔ کمزور لوگوں کا ہر دور میں اور ہر معاشرے میں استحصال ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اسلام نے عورت پر کوئی مالی ذمہ داری نہیں ڈالی، عورت اور اس کے بچوں کی رہائش، نان نفقہ اور دیگر ضروریاتِ زندگی حسبِ استطاعت مرد کے ذمے ہے، اس کے باوجود بھی وراثت میں اس کا حصہ مرد سے آدھا رکھا ہے جو اسے مالی استحکام عطا کرنے کے لیے کافی ہے۔ مہر کی مد میں جو مال اسے حاصل ہوتا ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ اپنے مال کو خرچ کرنے میں وہ پوری طرح با اختیار ہے، مرد کو عورت کے مال پر کوئی اختیار نہیں۔ اگر اسلام کے عطا کردہ مالی حقوق عورت کو دیئے جائیں تو وہ مالی طور پر مرد سے زیادہ مضبوط ہو سکتی ہے۔ جب عورت معاشی طور پر مضبوط اور خوشحال ہو گی تو اس کا استحصال بھی ختم ہو جائے گا۔

ہمارے معاشرے میں عموماً عورتوں اور بیٹیوں کو جائداد میں سے حصہ نہیں دیا جاتا جو سراسر ناانصافی ہے اور بدقسمتی سے اس ناانصافی میں نام نہاد روشن خیال اور مذہبی طبقہ دونوں ہی شامل ہیں۔ بعض اوقات تو بڑے بڑے دیندار لوگ بھی بیٹیوں کو جائداد میں سے ان کا

Marfat.com

حصہ دینے میں ڈنڈی مار جاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے بیٹوں اور بیٹیوں کے ساتھ مساوی سلوک کرنے پر اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو درج ذیل حدیث:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے یہاں بچی پیدا ہوئی اور اس نے اسے (دورِ جاہلیت کی طرح) زندہ دفن نہ کیا، نہ اس کو حقیر سمجھا، اور نہ بیٹوں کو اس پر ترجیح دی، تو ایسے شخص کو اللہ جنت میں داخل کرے گا۔'' (ضعیف: سنن ابوداود: ۵۱۴۶۔ ابومعاویہ مدلس عنعنہ بیان کر رہا ہے اور ابن خدیر راوی غیر مشہور ہے۔)

بیٹیوں کے بارے میں یہ رویہ بھی اکثر سامنے آتا ہے کہ دوسری بیٹی کی پیدائش پر کم لوگ ہی مبارک دیتے ہیں اور اگر تیسری یا چوتھی بیٹی پیدا ہو جائے تو اظہارِ افسوس کرنے سے بھی نہیں چُوکتے۔ بعض خواتین کو تو اس بات پر طلاق ہو جاتی ہے کہ وہ بار بار بیٹیاں کیوں پیدا کرتی ہیں، بیٹے کیوں نہیں پیدا کرتیں! کیا یہ انسان کے اپنے اختیار میں ہے؟ اس کے برعکس بیٹے اگر دس بھی ہو جائیں تو کسی کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ ہر دفعہ مبارک باد کی صدائیں ہی آتی ہیں۔ ہمیں اس رویے پر غور کرنا چاہیے۔ یہ رویہ ہرگز اسلامی نہیں ہے۔

اگر بیٹیاں اتنی بُری اور بیٹے اتنے اچھے ہوتے تو اللہ اپنے رسول ﷺ کو بیٹیوں سے کیوں نوازتا؟ بیٹے کیوں نہ زندہ رکھتا؟ آپؐ کی تو نسل بھی بیٹی سے ہی چلائی! جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ قدر و منزلت کی حامل ہستی اللہ کے رسول محمد ﷺ ہیں، کیا انہیں یہ زیب دیتا ہے کہ بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دیں یا بیٹیوں کو ان کے حق سے محروم رکھیں؟

اللہ کے رسول ﷺ کا اپنی بیٹیوں کے ساتھ جو رویہ تھا سب کو معلوم ہے۔ بیٹیاں جب ملنے آتیں تو ان کی عزت افزائی کے لیے آپؐ کھڑے ہو جاتے اور پیار سے ان کا ماتھا چومتے۔ جب آپؐ سفر سے واپس آتے تو مسجد میں دو نفل ادا کرنے کے بعد سیدھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے اور ان سے مل کر اپنے گھر جاتے۔

Marfat.com

بچے کی کفالت کی ذمہ داری

بچے کی پرورش اور تربیت میں زیادہ حصہ ماں کا ہے، لیکن بچے کی کفالت کی ذمہ داری سراسر باپ پر ہے۔ بچے کی پیدائش سے لے کر بالغ ہونے تک اس کی رہائش، خوراک، لباس اور تعلیم و تربیت کے تمام اخراجات باپ کے ذمے ہیں۔ اگر کسی وجہ سے میاں بیوی میں طلاق ہو جائے اور باپ اپنے بچے کو ماں کا دودھ پلوانا چاہے تو دودھ پلانے کے عوض ماں کے اخراجات اسے اٹھانے ہوں گے، یا اگر کسی وجہ سے ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت سے بچے کو دودھ پلوانا چاہے تو اس کا عوضانہ بھی باپ کے ذمے ہوگا۔ ملاحظہ ہو سورہ البقرہ کی یہ آیت:

﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَ لَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۗ وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝﴾ (البقرہ: ۲۳۳)

"جو باپ چاہتے ہوں کہ ان کی اولاد پوری مدت رضاعت تک دودھ پیے، تو مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں۔ اِس صورت میں بچے کے باپ کو معروف طریقے سے انہیں کھانا کپڑا دینا ہوگا، مگر کسی پر اس کی وسعت سے بڑھ کر بار نہ ڈالنا چاہیے۔ نہ تو ماں کو اِس وجہ سے تکلیف میں ڈالا جائے کہ بچہ اس کا ہے، اور نہ باپ ہی کو اس وجہ سے تنگ کیا جائے کہ بچہ اس کا ہے۔ دودھ پلانے والی کا یہ حق جیسا بچے کے باپ پر ہے، ویسا ہی اس کے وارث پر بھی ہے۔ لیکن اگر فریقین باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں، تو

Marfat.com

ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اور اگر تمہارا خیال اپنی اولاد کو کسی غیر عورت سے دودھ پلوانے کا ہو، تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس کا جو کچھ معاوضہ طے کرو، وہ معروف طریقے پر ادا کر دو۔ اللہ سے ڈرو اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو، سب اللہ کی نظر میں ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد پر خرچ کرنا نہ صرف فطری تقاضا ہے بلکہ دینی فریضہ بھی ہے۔ اللہ نے جو کچھ آپ کو دیا ہے اس میں سب سے پہلا حق آپ کی اولاد کا ہے۔ اپنی اولاد کو بھوکا رکھ کر دوسروں پر خرچ کرنا کوئی پسندیدہ فعل نہیں ہے۔ صدقہ وہی پسندیدہ ہے جس کے بعد بھی گھر میں خوشحالی رہے اور آپ کے بچے کسی تکلیف میں مبتلا نہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے صدقے کو پسند نہیں فرمایا جس کے بعد آپ کو دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"سب سے اچھا صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی خوش حالی برقرار رہے، اور سب سے پہلے ان پر صرف کرو جن کی کفالت تمہاری ذمہ داری ہے۔"

(صحیح بخاری: ۵۳۵۵)

اولاد کی کفالت باپ کی ذمہ داری ہے اور اس میں کوتاہی سنگین جرم ہے۔ ملاحظہ ہو یہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آدمی کے گناہ گار ہونے کے لیے یہ بات بالکل کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کرے جن کو کھلانا پلانا اس کی ذمہ داری ہے۔" (صحیح: سنن ابوداود: ۱۶۹۲)

حضرت ابو مسعود البدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب کوئی شخص اللہ کی خوشنودی اور آخرت میں اجر حاصل کرنے کی نیت سے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے تو اس کا یہ خرچ (اللہ کی نظر میں) صدقہ قرار پاتا ہے۔" (صحیح بخاری: ۵۳۵۱، صحیح مسلم: ۱۰۰۲)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ایک اشرفی وہ ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو، ایک اشرفی وہ ہے جو تم کسی غلام کو آزاد کرانے کے لیے خرچ کرتے ہو، ایک اشرفی وہ ہے جو تم کسی غریب کو بطور صدقہ دیتے ہو، اور ایک اشرفی وہ ہے جو تم اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے ہو، ان میں سب سے زیادہ اجر اس اشرفی کا ہے جو تم اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے ہو۔'' (صحیح مسلم: ۹۹۵)

اوپر دی گئی سورہ البقرہ کی آیت اور احادیث سے یہ واضح ہے کہ اولاد کی کفالت باپ کی ذمہ داری ہے اور اس سے غفلت برتنا جرم ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی بتائی گئی ہے کہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے جو کچھ بھی آپ خرچ کرتے ہیں اللہ کے ہاں وہ بہترین صدقہ شمار ہوگا اور اس کا بہترین اجر بھی آپ کو ملے گا۔ کتنا کریم ہے رب العالمین کہ جب آپ اپنی فطری محبت کا تقاضا اور اپنا دینی فریضہ پورا کرتے ہوئے اپنی اولاد پر کچھ خرچ کرتے ہیں تو وہ اس کو بہترین صدقہ قرار دیتا ہے اور اس کا الگ سے اجر بھی دے گا۔

Marfat.com

بچے کی ولادت اور اس سے متعلقہ امور

اذان واقامت

بچے کی ولادت پر اس کے کانوں میں اذان اور اقامت کہنا چاہیے تاکہ سب سے پہلے جو آواز اس کے کانوں میں پہنچے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی کبریائی کی ہو۔ یہ بچے کی اسلامی تربیت کی طرف پہلا قدم ہے۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی تو آپؐ نے ان کے کان میں اذان دی۔'' (ضعیف: سنن ابوداود: ۵۱۰۵۔ جامع ترمذی: ۱۵۱۴)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا اور اس شخص نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی تو اس بچہ کو ام الصبیان کی بیماری نہیں ہو گی۔'' (موضوع: شعب الایمان للبیہقی: ۸۲۵۴۔ یحییٰ بن العلاء ضعیف فی الحدیث ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۳۲۱)

ام الصبیان ایک مہلک قسم کی بیماری ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس سے مراد جناتی اثرات ہیں۔ یاد رہے کہ شیطان بھی جنوں میں سے ہے۔ نومولود کے کان میں اذان دینے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ شیطان جو اس کی گھات میں تھا، اذان کی آواز سنتے ہی بھاگ جاتا ہے اور نومولود اس کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے اور شیطان کی دعوت سے پہلے اسے رحمان کی دعوت مل جاتی ہے۔

تحنیک (گڑھتی)

تحنیک کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو چبا کر نرم کرنا۔ اصطلاحی معنی میں تحنیک

Marfat.com

(گڑھتی) یہ ہے کہ گڑھتی دینے والا شخص کھجور یا اس طرح کی کوئی چیز چبائے حتیٰ کہ وہ مائع بن جائے جسے نگلا جا سکے، پھر وہ بچے کا منہ کھول کر اس میں رکھ دے تا کہ اس کا کچھ حصہ بچے کے پیٹ میں چلا جائے۔ نومولود کو گڑھتی دینا مسنون و مستحب ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہے۔

''حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور کو اپنے دندان مبارک سے نرم کر کے اسے چٹایا اور اس کے لیے برکت کی دعا کی، پھر مجھے دے دیا۔ یہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔'' (صحیح بخاری: ۵۴۶۷۔صحیح مسلم: ۲۱۴۵)

''حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ میں ان کے پیٹ میں تھے۔ انہوں نے کہا، پھر میں (ہجرت کے لیے) نکلی تو وقت ولادت قریب تھا۔ مدینہ پہنچ کر میں نے پہلی منزل قباء میں کی اور یہیں عبداللہ بن زبیر پیدا ہو گئے۔ میں بچے کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسے آپؐ کی گود میں رکھ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور طلب فرمائی اور اسے چبایا اور بچے کے منہ میں اپنا لعاب ڈال دیا، چنانچہ پہلی چیز جو اس بچے کے پیٹ میں گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک تھا۔ پھر آپؐ نے کھجور کی گڑھتی دی اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔''

(صحیح بخاری: ۵۴۶۹)

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بچے کو اس کی ولادت پر کھجور کی گڑھتی دینا مستحب ہے، اور اگر کھجور نہ ملے تو کسی بھی میٹھی چیز کی گڑھتی دی جا سکتی ہے۔ بہتر ہے کہ گڑھتی کسی پابندِ صوم و صلوٰۃ، نیک بزرگ سے دلوائی جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو بچے کا والد خود گڑھتی دے اور گڑھتی دینے والا بچے کے لیے خیر و برکت کی دعا بھی کرے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی۔

Marfat.com

عقیقہ

بچے کی پیدائش پر ساتویں دن عقیقہ کرنا اور اس کا اچھا نام رکھنا بھی والدین پر بچوں کے حقوق میں سے ہے۔ عقیقہ ایسے جانور کو کہتے ہیں جو نومولود بچے کی طرف سے پیدائش کے ساتویں روز ذبح کیا جاتا ہے اور عقیقہ ان بالوں کو بھی کہا جاتا ہے جو بچے کے سر پر ماں کے پیٹ میں ہی نکل آتے ہیں۔ عقیقہ کرنا سنت موء کدہ اور مستحب عمل ہے۔ جو شخص استطاعت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنی اولاد کی طرف سے عقیقہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی پیدائش پر ان کی طرف سے عقیقہ کیا۔

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بچے کے ساتھ عقیقہ ہے، لہٰذا اس کی طرف سے قربانی کرو اور اس سے تکلیف دور کرو (یعنی اس کا سر منڈاؤ)'' (صحیح بخاری: ۵۴۷۱)

طبی لحاظ سے سر مونڈنا بچے کی صحت کے لیے مفید ہے، اس سے سر کے مسام کھل جاتے ہیں اور بچے کو قوت حاصل ہوتی ہے اور اس کی نگاہ، سماعت اور سونگھنے کی قوت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے، پیدائش کے ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے، اس کا نام رکھا جائے، اور اس کے سر کے بال منڈائے جائیں۔''

(صحیح: سنن ابوداود: ۲۸۳۸)

عقیقہ لڑکے کی طرف سے دو (۲) اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے دو دو دنبے ذبح کئے'' (صحیح: سنن نسائی: ۴۲۱۹)

''اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری بطور عقیقہ قربان کی جائے۔''

(صحیح: جامع ترمذی: ۱۵۱۳)

Marfat.com

حضرت اُم کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لڑکے کی طرف سے دو برابر بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (قربان کی جائے)۔'' (صحیح: سنن ابو داود: ۲۸۳۴)

عقیقہ میں بچے کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرنا بھی مسنون ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے عقیقہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''اس کا سر منڈاؤ اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دو۔''

(حسن: جامع ترمذی: ۱۵۱۹)

مستحب تو یہی ہے کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں روز عقیقہ کیا جائے، لیکن اگر ساتویں روز عقیقہ نہ کیا جا سکے تو بعد میں بھی کیا جا سکتا ہے۔ جو لوگ بچے کی پیدائش کے وقت استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے عقیقہ نہ کر سکیں، وہ بعد میں جب بھی استطاعت ہو، بچوں کی طرف سے عقیقہ کر لیں۔ اگر والدین کسی وجہ سے بچوں کا عقیقہ نہ کر سکے ہوں تو صاحبِ استطاعت ہونے پر بچے خود بھی اپنا عقیقہ کر سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اس قول کے پیشِ نظر کہ ''ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہے''، عقیقہ کر کے بچے کو رہن سے آزاد کرانا، عقیقہ نہ کر کے اسے گروی چھوڑ دینے سے بہتر ہے، چاہے کتنی بھی تاخیر ہو جائے۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عقیقہ کے لیے وہ جانور جائز نہیں ہے جو قربانی کے لیے جائز نہیں۔ جو حکم قربانی کے گوشت کا ہے وہی عقیقہ کے گوشت کا بھی ہے۔ لہٰذا اس کو کھانا، اس سے صدقہ کرنا، ہدیہ کرنا سب درست ہے۔ عقیقہ میں یہ بھی مستحب ہے کہ گوشت کا کچھ حصہ دائی کو بھی دیا جائے۔ اگر کوئی شخص عقیقہ کی خوشی میں عزیز و اقارب کی دعوت کرنا چاہے اور اس کا گوشت پکا کر کھلانا چاہے تو یہ بھی جائز ہے۔

مستحب یہ ہے کہ بچے کے نام سے عقیقہ کیا جائے، لیکن ذبح کرتے وقت اگر بچے کا نام نہ لیا جائے، اور صرف عقیقہ کی نیت کی جائے تب بھی درست ہے اور عقیقہ کا مقصد حاصل ہو جائے گا۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''نومولود بچے کے نام سے عقیقہ کا جانور ذبح کرو، لہٰذا یوں کہو: اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں، اے اللہ! آپ ہی کے لیے اور آپ ہی کی طرف یہ لوٹ کر جائے گا۔ (اے اللہ) یہ فلاں کی طرف سے عقیقہ ہے۔''

ختنہ

ختنہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت اور اسلام کے شعار میں سے ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچ چیزیں فطرت میں داخل ہیں۔ ختنہ کرنا، زیرِ ناف بال صاف کرنا، مونچھیں کتروانا، ناخن تراشنا اور بغل کے بال صاف کرنا۔'' (صحیح بخاری: ۵۸۸۹۔ صحیح مسلم: ۲۵۷)

ختنہ کرنا فطرتِ سلیمہ کی بنیاد، اسلام کا شعار اور شریعتِ اسلامی کا حصہ ہے۔ مردوں کے لیے ختنہ کرانا واجب ہے اور جو شخص اسلام لانے کے بعد فوری طور پر ختنہ نہ کرائے اور بالغ ہونے سے پہلے یہ کام نہ کروالے تو وہ گناہ کا مرتکب ہوگا اس لیے کہ ختنہ اسلام کے شعار میں سے ہے۔ اس کے ذریعے مومن، کافر سے ممتاز ہوتا ہے اور ختنہ کی وجہ سے انسان بہت سے امراض سے بھی بچ جاتا ہے۔ بہتر ہے کہ پیدائش کے ساتویں روز عقیقہ کے ساتھ ہی ختنہ کرا دیا جائے۔ اس وقت بچے کی کھال بہت نرم ہوتی ہے، وہ زیادہ لاتیں چلانے کے قابل بھی نہیں ہوتا، اس لیے زخم خراب نہیں ہوتا اور بہت جلدی ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اگر ساتویں روز ختنہ نہ کرایا جا سکے تو بعد میں جتنا جلدی ہو سکے کرا لینا چاہیے۔ کیونکہ جوں جوں بچہ بڑا ہوتا ہے، اس کی کھال سخت ہوتی جاتی ہے، اس کی لاتیں چلانے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے اور زخم دیر سے مندمل ہوتا ہے، نتیجتاً بچے کو زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔

اچھا نام رکھنا

نام انسان کی پہچان ہے، بچے کو اچھی پہچان دینے کے لیے اس کا اچھا نام رکھنا چاہیے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

"تم لوگ قیامت کے دن اپنے اور اپنے باپوں کے نام سے پکارے جاؤ گے، لہٰذا اچھے نام رکھا کرو۔" (ضعیف: سنن ابوداود: ۴۹۴۸۔ ابن ابوزکریا نے ابودرداء رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ تاہم مسئلہ یہ صحیح ہے۔ دیکھئے: صحیح بخاری: ۶۱۷۷)

حضرت ابو وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نبیوں کے نام پر نام رکھو، اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں، پیارے نام حارث اور ہمّام ہیں، اور نہایت ناپسندیدہ نام حرب اور مُرّہ ہیں۔" (حسن: سنن ابوداود: ۴۹۵۰۔ الادب المفرد: ۸۱۴۔ انبیاء والا جملہ ضعیف ہے۔ دیکھئے: تخریج للکلم الطیب: ۲۱۸)

لفظ **اللہ**، خالقِ کائنات کا ذاتی نام ہے اور **رحمٰن** اس کا صفاتی نام۔ **حارث** کسان کو کہتے ہیں اور **ھمّام** پختہ ارادہ کرنے والے کو۔ **حرب** کے معنی جنگ ہیں اور **مُرّہ** کڑوی چیز کو کہتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ اللہ کے صفاتی ناموں سے پہلے لفظ "**عبد**" لگا کر نام رکھا جائے، مثلاً عبدالرؤف، عبدالمنان وغیرہ، یا انبیا کے نام پر، مثلاً یوسف، یعقوب وغیرہ، یا پھر نام میں اچھے معنی کے حامل الفاظ استعمال کیے جائیں، مثلاً سلیم، حلیم وغیرہ۔ نام میں ایسے الفاظ نہ شامل کیے جائیں جن کے معنی اچھے نہ ہوں، مثلاً آتش، باطل وغیرہ۔

آج کل ایسے ناموں کا بھی فیشن ہو گیا ہے جن کے کوئی معنی نہیں ہوتے یا کم از کم نام رکھنے والوں کو پتہ نہیں ہوتے۔ اکثر لوگ اپنے بچوں کے نام، فلم یا ٹی، وی، ڈرامے کے کسی پسندیدہ اداکار یا اداکارہ کے نام یا اپنے کسی پسندیدہ کھلاڑی کے نام پر رکھ دیتے ہیں بغیر یہ جانے کہ اس نام کے کیا معنی ہیں۔ یہ روش پسندیدہ نہیں ہے۔ والدین کا یہ فرض بنتا ہے کہ اپنے بچوں کے نام رکھنے سے پہلے ان کے معنی کا تعین کریں اور ان کا کوئی ایسا نام نہ رکھیں جس کے معنی اچھے نہ ہوں یا جس کے معنی میں شرک کا شائبہ ہو، مثلاً علی بخش، نبی داد وغیرہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک انتہائی بدتر اور گستاخانہ نام یہ ہے کہ کسی کو ملک الاملاک کے نام سے یاد کیا جائے۔"
(صحیح: الادب المفرد: ۸۱۷)

Marfat.com

ملک الاملاک کے معنی ہیں بادشاہوں کا بادشاہ جو کہ صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہے اس لیے کسی اور کو یہ لقب دینا شرک ہے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی ﷺ بُرے نام تبدیل فرما دیا کرتے تھے۔ (صحیح: جامع ترمذی: ۲۸۳۹)

حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے مجھ سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا میرا نام عبدالعزّٰی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''نہیں، تمہارا نام عبدالرحمٰن ہے۔'' (عزّٰی اہلِ مکہ کا بُت تھا اور الرحمٰن اللہ کی صفت ہے)

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا نام عاصیہ تھا اور آپؐ نے بدل کر جمیلہ رکھ دیا۔ (عاصیہ کے معنی گناہ گار اور جمیلہ کے معنی خوبصورت ہیں) (صحیح مسلم: ۲۱۳۹)

اسلام سے قبل عبدالرحمٰن بن سعید مخزومی کے بیٹے کا نام الصّرم (کاٹنا) تھا، رسول اللہ ﷺ نے بدل کر اس کا نام سعید (خوش نصیب) رکھ دیا۔ کتب حدیث میں بہت سے ایسے نام ملتے ہیں جن کے معنی اچھے نہ ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے انہیں اچھے معنی والے ناموں سے بدل دیا اور پھر وہ لوگ حضور ﷺ کے دیئے ہوئے ناموں سے ہی جانے گئے۔

نام کے اثرات انسان کی شخصیت پر بھی پڑتے ہیں، اس لیے نام با معنی اور اچھے معنی کا حامل ہونا چاہیے، مہمل قسم کا نام نہ ہو جس کے کوئی معنی ہی نہ ہوں اور نہ ہی کوئی ایسا نام ہو جس کے برے معنی ہوں۔ بعض اوقات والدین بچپن میں بچوں کو پیار سے ایسے مہمل ناموں سے پکارنا شروع کر دیتے ہیں جن کے کوئی معنی نہیں ہوتے اور نہ ہی اصل نام سے کوئی نسبت ہوتی ہے۔ مثلاً، پپّو، ببلو، گڈو، مٹھو وغیرہ، بسا اوقات یہ نام اتنے پکے ہو جاتے ہیں کہ اصل نام کا پتہ ہی نہیں رہتا اور انسان کی پہچان ہی یہی مہمل نام بن جاتے ہیں جو کہ صحیح نہیں ہے۔

اگر آپ چاہیں تو پیار سے بچے کا نام مختصر کر کے اسے بلا سکتے ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ بعض اوقات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عائش کہہ کر بلاتے تھے۔ لیکن مختصر کرتے

Marfat.com

وقت اسے بگاڑنے سے اجتناب کریں کیونکہ بچپن میں بگاڑے گئے نام عموماً آخری عمر تک ساتھ چلتے ہیں۔ بچپن میں تو بگڑے ہوئے نام برے نہیں لگتے لیکن بڑا ہونے کے بعد اچھے نہیں لگتے۔

بچوں کی شادی

والدین کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری بچوں کی شادی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو اللہ اولاد سے نوازے، اس کا کام یہ ہے کہ وہ اس کا اچھا سا نام رکھے، اس کی اچھی تربیت کرے، اور جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے، اگر بالغ ہونے پر اس نے اولاد کا نکاح نہ کیا اور وہ کسی گناہ میں پڑ گئی تو اس کا وبال اس کے باپ پر ہوگا۔'' (ضعیف: شعب الایمان للبیہقی: ۸۲۹۹۔ سعید بن ابی ایاس مختلط فیہ راوی ہے اور اس کا یہ معلوم نہیں کہ اس نے یہ حدیث شداد بن سعید سے اختلاط سے پہلے سنی ہے یا بعد میں)

اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ منگیتر ایک دوسرے کو ایک نظر دیکھ لیں کیونکہ اس سے رشتۂ ازدواج کو تقویت ملنے کا امکان ہے لیکن تنہائی میں ملنے کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ اس سے مفاسد کا دروازہ کھلنے کا امکان ہے۔ دوسروں کی موجودگی میں بات کرنے کی بھی اجازت ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اس کو دیکھ لو اس لیے کہ اس کی وجہ سے تمہارے رشتۂ ازدواج کو استحکام ملے گا۔''

(صحیح: جامع ترمذی: ۱۰۸۷۔ سنن ابن ماجہ: ۱۸۶۵)

رسول اللہ ﷺ نے یہ وصیت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو ان کی شادی کے موقع پر کی۔

امام مسلم و امام نسائی کی روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کو بتایا کہ اس نے ایک انصاری عورت سے شادی کر لی ہے، تو آپؐ نے اس سے پوچھا: کیا تم نے اسے دیکھ لیا تھا؟ اس نے عرض کیا: جی نہیں۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اس کو دیکھ لو، اس لیے کہ انصار کی عورتوں کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے۔''

(صحیح مسلم: ۱۴۲۴)

Marfat.com

اسلامی تعلیمات اور انسانی فطرت کا تقاضا تو یہی ہے کہ بچوں کی شادیوں میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ تاخیر کی شادی بہت سے مفاسد کا سبب بنتی ہے۔ بچوں کی بے راہ روی کے جہاں اور بہت سے اسباب ہیں وہاں ان کی شادی میں تاخیر بھی ایک سبب ہے۔ نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے نوجوانوں کی جماعت: تم میں سے جو شخص نکاح کی قدرت رکھتا ہو، اس کو چاہیے کہ وہ شادی کر لے، اس لیے کہ شادی نگاہ کو جھکانے اور پست کرنے اور شرمگاہ کی بہت زیادہ حفاظت کرنے والی چیز ہے، اور جو شادی کی قدرت نہ رکھتا ہو، اس کو چاہیے کہ روزہ رکھے۔ روزہ اس کی خواہشات (کی بے لگامی) کو ختم کرنے والا ہے۔'' (صحیح بخاری: ۵۰۶۶۔ صحیح مسلم: ۱۴۰۰)

رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث انسانی فطرت کی نبّاض ہے۔ نفس اور شیطان کی اکساہٹ سے بچنے کا فطری طریقہ تو یہی ہے کہ شادی کر لی جائے اور اگر کسی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو تو روزہ شیطان کے وار سے بچنے کے لیے بہترین ڈھال ہے۔ تاخیر سے شادی کرنے کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ بچے جو عموماً بڑھاپے میں والدین کا سہارا بنتے ہیں، ان کے کندھوں کا بوجھ بن جاتے ہیں۔

شادی کے لیے ساتھی کا انتخاب

شادی ایک نئے خاندان کی بنیاد ہے، اس لیے یہ بنیاد رکھتے وقت خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ اگر آپ نے اپنے بیٹے یا بیٹی کے لیے غلط بیوی یا خاوند کا انتخاب کر لیا تو اس کا خمیازہ آپ کی اولاد کو اور آپ کو بھی ساری عمر بھگتنا پڑے گا۔ آج کل رشتے کے انتخاب میں عموماً مال و دولت، شکل و صورت اور تعلیم کو دیکھا جاتا ہے۔ یقیناً ان چیزوں کی بھی اہمیت ہے، لیکن سب سے اہم چیز دین واخلاق ہے جس کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ بچوں کی شادی کے ضمن میں اگر رسول اللہ ﷺ کی یہ ہدایات مدِ نظر رکھی جائیں تو انسان بہت سے پچھتاووں سے بچ سکتا ہے۔

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت سے چار باتوں کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے۔ یا تو اس کے مال کی وجہ سے، یا حسب ونسب کی وجہ سے، یا حسن و جمال کی وجہ سے، یا دین واخلاق کی بنا پر۔ پس تم دیندار عورت سے شادی کرو، تمہارا بھلا ہو۔'' (صحیح بخاری: ۵۰۹۰۔ صحیح مسلم: ۱۴۶۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی عورت سے اس کی وجاہت کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اللہ اس کی ذلت میں اضافہ کر دیتا ہے اور جو اس سے مال کی خاطر شادی کرتا ہے تو اللہ اس کے فقر میں اضافہ کر دیتا ہے اور جو اس کے حسب ونسب کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اللہ اس کی کمینگی میں اضافہ کر دیتا ہے اور جو شخص کسی عورت سے اس لیے شادی کرتا ہے کہ اپنی نگاہ کو حرام سے بچا سکے اور شرمگاہ کی حفاظت کر سکے یا صلہ رحمی کر سکے تو اللہ اس کے لیے اس عورت میں برکت دے دیتا ہے اور عورت کے لیے مرد کو مبارک بنا دیتا ہے۔'' (ضعیف: معجم الاوسط للطبرانی: ۲۳۴۲۔ عبدالسلام بن عبدالقدوس راوی ضعیف ہے۔ تفصیل دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۱۰۵۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم گندگی کے سبزہ سے بچو، (صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا) اے اللہ کے رسول ﷺ! گندگی کے سبزہ سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ حسین وجمیل عورت جو گندے اور رذیل خاندان میں پیدا ہوئی ہو۔''

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اپنے نطفہ اور اولاد کے لیے اچھی عورت کا انتخاب کرو اور ہم پلہ لوگوں میں شادی کرو۔'' (حسن: سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۸)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اپنی اولاد کے لیے اچھے خاندان والی عورت کا انتخاب کرو، اس لیے کہ خاندان کا اثر سرایت کر جاتا ہے۔''

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اپنے خاندان و رشتہ داروں میں شادی نہ کرو، اس لیے کہ اس صورت میں بچہ نحیف و کمزور اور ناسمجھ پیدا ہوگا''

رسول اللہ ﷺ کی یہ تعلیمات ایک بہت بڑی علمی حقیقت ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام کی حقانیت کی گواہی بھی پیش کرتی ہیں کیونکہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے یہ تعلیمات پیش فرمائیں اس وقت موروثی صفات (جنیٹک سائنس) کے علم کا کہیں وجود نہ تھا، ایسے وقت میں ایک امی کا ذریعۂ علم سوائے وحی کے اور کیا ہوسکتا ہے؟

آج محققین اس بات پر گواہ ہیں کہ قریبی رشتہ داروں خصوصاً فرسٹ کزنز میں شادیاں بچوں کی صحت اور تندرستی پر بُرے اثرات مرتب کرتی ہیں۔ اکثر ایسے جوڑوں کے بچوں میں کوئی نہ کوئی پیدائشی جسمانی نقص ہوتا ہے، وہ ذہنی اور جسمانی طور پر دوسرے بچوں کے مقابلے میں کمزور ہوتے ہیں، عموماً ان کی صحت بھی قابلِ رشک نہیں ہوتی۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''تم لوگ ایسی عورت سے شادی کرو جو بہت بچے جننے والی اور بہت محبت کرنے والی ہو، اس لیے کہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔'' (صحیح: سنن ابوداود: ۲۰۵۰۔ سنن نسائی: ۳۲۲۷)

بچے پیدا کرنے کی صلاحیت ہونا اچھی صحت اور تندرستی کی علامت ہے اور عورت اگر محبت کرنے والی ہو تو وہ بچوں کی اچھی تربیت کرے گی اور خاندان کو جوڑ کر رکھے گی۔ بچوں کی اچھی تربیت میں والدین اور خصوصاً ماں کی محبت بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ جس عورت میں محبت کا وافر جذبہ نہیں ہے وہ اولاد کی اچھی تربیت نہیں کرسکتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تمہارے ہاں کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین و اخلاق سے تم مطمئن اور خوش ہو تو اس سے (اپنی بیٹی کی) شادی کردو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو

Marfat.com

گے تو زمین میں زبردست فساد پھیل جائے گا۔" (جامع ترمذی: ۱۰۸۴۔ اس حدیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الصحیحہ میں (۱۰۲۲) حسن کہا ہے۔)

مسلمان اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات کو سامنے رکھیں تو شادی بیاہ کے بہت سے ایسے مسائل سے بچ سکتے ہیں جن سے آج وہ دوچار ہیں۔ آج بہت سے والدین کو یہ شکایت ہے کہ بچوں اور خصوصاً بچیوں کے لیے مناسب رشتے نہیں ملتے۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم نے شادی بیاہ کے ضمن میں اسلام کی تعلیمات کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ ہر شخص ظاہری ٹیپ ٹاپ اور مادیت کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ اور رشتے تلاش کرتے وقت جو ترجیحِ آخر ہونی چاہیے اس کو ترجیحِ اوّل بنالیا ہے۔

رشتہ تلاش کرتے وقت اسلام کی ترجیحِ اوّل یعنی دین و اخلاق ہماری ترجیحِ آخر ہوتی ہے۔ مال و دولت اور شکل وصورت کے ساتھ اگر دینداری بھی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ورنہ اگر مال و دولت اور دینداری میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑ جائے تو ہمارا انتخاب یقیناً مال و دولت ہی ہو گا۔ حالانکہ ہمارا اپنا مشاہدہ بھی یہی کہتا ہے کہ ازدواجی رشتوں میں اصل اہمیت دین و اخلاق ہی کی ہے۔ اگر کسی شخص کا اخلاق اچھا نہیں ہے تو وہ امیر ہونے کے باوجود بھی آپ کی بچی کو خوش نہیں رکھ سکتا اور اگر کوئی شخص اچھے اخلاق کا حامل ہے تو وہ غریب ہونے کے باوجود بھی آپ کی بچی کو خوش رکھ سکتا ہے۔ اگر ہم دین و اخلاق کو اپنی ترجیحِ اوّل بنا لیں تو شاید اچھے رشتوں کی کمی کا شکوہ بھی نہ رہے۔

Marfat.com

پندرھواں باب:

حقوق الزوجین

خاندانی نظام کی بنیاد

کسی بھی معاشرے کی بنیادی اکائی خاندان ہوتا ہے اور خاندان کی بنیاد نکاح پر ہوتی ہے۔ نکاح کے معنی شادی اور میاں بیوی کا تعلق ہے۔ ابتدائے آفرینش سے خاندان کے وجود اور اس کی نشو ونما کا مدار رشتۂ ازدواج پر رہا ہے۔ کسی معاشرہ کی مضبوطی کا اس رشتہ کی مضبوطی سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ میاں بیوی کا رشتہ جتنا مضبوط ہوگا اتنا ہی خاندان مضبوط ہوگا اور جتنا خاندانی نظام مضبوط ہوگا اتنا ہی معاشرہ مضبوط ہوگا۔ فقہا کا قول ہے کہ: ”جو عبادتیں ہمارے لیے ضروری قرار دی گئی ہیں، ان میں نکاح اور ایمان کے علاوہ کوئی ایسی عبادت نہیں ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی ہو اور پھر جنت تک ساتھ چلی جائے۔“ (درمختار، کتاب النکاح)

خالقِ کائنات نے نظامِ تخلیق کو قائم رکھنے کے لیے مرد اور عورت میں ایک دوسرے کے لیے کشش رکھ دی ہے۔ اگر دونوں میں یہ فطری کشش نہ ہوتی تو عورت کبھی حمل اور تخلیق کے مراحل سے گزرنے کے لیے راضی نہ ہوتی اور مرد کبھی عورت اور بچوں کا بوجھ اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوتا۔

اسلام اس فطری کشش کو تسلیم کرتا ہے اور اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے بشرطیکہ اس باہمی کشش کی تسکین کے لیے اسلام کا بتایا ہوا راستہ منتخب کیا جائے اور وہ ہے نکاح کا راستہ۔ اس کے علاوہ جنسی تسکین کے جتنے بھی راستے ہیں وہ سب حرام اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ ہیں۔ اسی لیے اسلام میں اختلاطِ مرد و زن، مخلوط محفلوں اور عورتوں کے بغیر حجاب باہر نکلنے پر پابندی ہے اور مردوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم ہے، تاکہ نفس اور شیطان کے حملوں سے محفوظ رہ سکیں۔

Marfat.com

حجاب فساد سے بچنے کا ذریعہ ہے

آج کل ایک جملہ زبان زدِ عام ہے، کہ پردہ تو دل کا ہوتا ہے، مان لیا کہ پردہ دل کا ہی ہوتا ہے لیکن اس دل کے پردے کا کہیں اظہار بھی تو ہونا چاہیے۔ اگر اس روایتی پردے کی ضرورت نہ ہوتی تو اس کا حکم ہی کیوں دیا جاتا؟ کیا آج کا انسان اپنی فطرت کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے زیادہ جانتا ہے جو انسان کا اور اس کی فطرت کا خالق ہے؟ اپنے علم کی بنا پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے پردے کا حکم دیا تاکہ انسان کو نفس اور شیطان کی اکساہٹ سے بچائے اور نکاح کا حکم دیا تاکہ انسانی فطرت کے تقاضوں کو جائز طریقہ سے پورا کیا جائے اور یوں دنیا کے نظام کو فساد سے بچانے کا انتظام کیا۔ ملاحظہ ہوں پردے کے بارے میں قرآنِ حکیم کی یہ آیات:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَ لَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾

(النور: ۳۰۔ ۳۱)

"اے نبیؐ، مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ اُن کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اُس سے باخبر رہتا ہے۔ اور اے نبیؐ، مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں

Marfat.com

بچا کر رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اُس کے جو خود ظاہر ہو جائے، اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔ وہ اپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں مگر اِن لوگوں کے سامنے: شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں، اپنے مملوک، وہ زیر دست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں، اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔ اے مومنو، تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو، توقع ہے کہ فلاح پاؤ گے۔"

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵۹﴾ (الاحزاب: ۵۹)

"اے نبیؐ، اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔"

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی اور میمونہ (رضی اللہ عنہا) بھی آپؐ کے پاس تھیں کہ (حضرت) ابن ام مکتوم (جو نابینا تھے) آئے اور یہ واقعہ پردے کا حکم آنے کے بعد کا ہے۔ (اس کے آنے پر) نبی ﷺ نے فرمایا: تم اس سے پردہ کرو! ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ نہ وہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں نہ پہچان سکتے ہیں! اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم اسے دیکھ نہیں سکتی ہو۔" (ضعیف: سنن ابوداود: ۴۱۱۲۔ جامع ترمذی: ۲۹۸۳)

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

Marfat.com

آج جو لوگ روایتی پردہ کا انکار کرتے ہیں اور دل کے پردے کی بات کرتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ اصل چیز تو کردار کی پختگی ہے، چہرہ ڈھانپ لینے سے کیا ہوتا ہے، انہیں اس حدیث پر غور کرنا چاہیے۔ کیا آج کی عورت امہات المومنین سے زیادہ پختہ کردار کی مالک ہے؟ یا آجکل کے مغرب زدہ لال بجھکڑ اللہ کے رسول ﷺ سے زیادہ اللہ کے احکام کا منشاء جاننے والے ہیں؟

جب اللہ کے رسول ﷺ اپنی زوجات محترمات کو ایک نابینا شخص سے بھی پردہ کرنے کا حکم فرما رہے ہیں تو اس کے بعد کسی مسلمان کے لیے قیل و قال کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟ جب ایک نابینا شخص سے بھی پردہ کرنے کا حکم ہے تو آنکھوں والوں سے پردہ تو اور بھی ضروری ہوا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے اور نورِ ہدایت سے نوازے۔ آمین۔

فساد کا آغاز نگاہ سے ہوتا ہے، جو شخص اپنے آپ کو بدنظری سے بچانے میں کامیاب ہو جائے وہ اپنی عفت و پاکیزگی کو بچانے میں بھی کامیاب ہو جاتا ہے، اسی لیے اسلام میں نگاہ کی حفاظت پر بڑا زور دیا گیا ہے اور اس کی حفاظت پر بڑے اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل احادیث:

> حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
> ''اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: نگاہ شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جو شخص میرے ڈر سے اسے چھوڑ دے گا، میں اس کے بدلے اس کے دل میں ایسا ایمان پیدا کر دوں گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔''
>
> (ضعیف جداً: مستدرک حاکم: ۷۸۷۵۔ اسحٰق بن عبدالواحد القرشی راوی ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۱۰۶۵)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ جس کی نظر کسی عورت کے حسن و جمال پر پڑے اور پھر وہ اپنی نگاہ جھکا لے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے ایسی عبادت کی توفیق دیتا ہے جس کی حلاوت اسے اپنے دل میں محسوس

Marfat.com

ہوتی ہے۔'' (ضعیف جدًا: مسند احمد: ۲۲۲۷۸۔ عبید اللہ بن زحر ضعیف راوی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۱۰۶۴)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنی ذات کے متعلق چھ چیزوں کی مجھے ضمانت دے دو، میں تمہارے لیے جنت کی ضمانت دے دوں گا: جب بات کرو تو سچ بولو، اور جب وعدہ کرو تو اسے پورا کرو، اور جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اسے ادا کرو، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، اور اپنی نگاہوں کو نیچا رکھو، اور اپنے ہاتھوں کو (کسی کے ساتھ زیادتی کرنے سے) روکے رکھو۔'' (مسند احمد: ۲۲۷۵۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے اِلّا یہ کہ کوئی محرم ساتھ ہو۔'' (صحیح بخاری: ۵۲۳۳)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''(اجنبی) عورتوں کے پاس جانے سے بچو! ایک انصاری نے عرض کیا: ''حمو'' کے بارے میں آپؐ کا کیا خیال ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''حمو'' تو موت ہے۔''
(صحیح بخاری: ۵۲۳۲۔ صحیح مسلم: ۲۱۷۲)

''حمو'' عورت کے سسرالی رشتہ داروں یا خاوند کے قریبی رشتہ داروں کو کہتے ہیں، مثلاً خاوند کا بھائی، بھتیجا، کزن وغیرہ۔ یہ وہ رشتہ دار ہیں جن کا گھر میں اکثر آنا جانا ہوتا ہے اور آپس میں میل جول کے کثیر مواقع ہوتے ہیں اسی لیے ان سے احتیاط برتنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔

نکاح پاکیزگی کے لیے حصن ہے

حصن کے معنی قلعہ اور پناہ گاہ کے ہیں، قرآن مجید میں شادی شدہ مردوں کو محصنین اور شادی شدہ عورتوں کو محصنات کہا گیا ہے، محصنین کے معنی قلعہ بند مرد اور محصنات کے معنی قلعہ بند عورتیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نکاح انسان کے لیے شیطان اور نفس کے حملوں کے

Marfat.com

خلاف ایسا ہی تحفظ فراہم کرتا ہے جیسا تحفظ قلعہ دشمن کے خلاف فراہم کرتا ہے۔ اسی لیے اسلام میں نکاح کے لیے اتنی تاکید کی گئی ہے۔

نکاح کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ۳﴾

(النساء:۳)

”جو عورتیں تم کو پسند آئیں اُن میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کرلو لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ اُن کے ساتھ عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو یا اُن عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضہ میں آئی ہیں، بے انصافی سے بچنے کے لیے یہ زیادہ قرین صواب ہے۔“

﴿وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىِٕكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۳۲ وَ لْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ﴾ (النور: ۳۲-۳۳)

”تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں، اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں، ان کے نکاح کر دو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے اُن کو غنی کر دے گا، اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے۔ اور جو نکاح کا موقع نہ پائیں، انہیں چاہیے کہ عفت مآبی اختیار کریں، یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے اُن کو غنی کر دے۔“

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نکاح میری سنت سے ہے اور جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا وہ مجھ سے نہیں، اور شادی کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کے باعث امتوں پر فخر کرنا چاہتا ہوں۔“ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۸۔ اس کی سند میں عیسیٰ بن میمون المدنی ضعیف راوی ہے، تاہم اس روایت کے کئی شواہد صحیح اسناد سے مروی ہیں۔ تفصیل

Marfat.com

دیکھئے: سلسلۃ الصحیحہ: ۲۳۸۳)

جن تین آدمیوں نے رسول اللہ ﷺ کی عبادت کو کم سمجھا، ان میں سے ایک نے عہد کیا کہ میں نکاح نہیں کروں گا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپؐ نے انہیں بلایا اور فرمایا: ”میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں۔“ (صحیح بخاری: ۵۰۶۳۔ صحیح مسلم: ۱۴۰۱)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تجرد کی زندگی گزارنے سے منع فرمایا ہے۔“ (صحیح: سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۹)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ رعد میں فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾

(الرعد: ۳۸)

”تم سے پہلے بھی ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور اُن کو ہم نے بیوی بچوں والا ہی بنایا تھا۔“

اللہ تبارک وتعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ انسان اس دنیا میں ایک صاف ستھری اور پاکیزہ زندگی گزارے جو کہ بغیر نکاح کے ممکن نہیں، اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے تجرد کی زندگی سے منع فرمایا اور جو لوگ اس طرح کے میلانات رکھتے تھے انہیں سختی سے اس طرزِ عمل سے منع فرمایا کیونکہ یہ انسانی فطرت کی مخالفت اور اس سے فرار ہے۔ انسان زیادہ دیر تک اپنی فطرت کے خلاف نہیں لڑسکتا، اور اس لڑائی میں جب وہ ہارتا ہے تو فساد کا موجب بنتا ہے اور اللہ کو فساد پسند نہیں ہے۔ درج بالا آیات اور احادیث میں یہی پیغام دیا گیا ہے کہ ایک صاف ستھری اور پاکیزہ زندگی گزارنے کے لیے نکاح ضروری ہے اور جسے گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو اس کے لیے تو واجب ہے۔

Marfat.com

نکاح کا مقصد زوجین کا سکون ہے

نکاح کا ایک اہم مقصد زوجین کا سکون ہے جو بغیر مودّت اور رحمت کے حاصل نہیں ہو سکتا، اس لیے میاں بیوی کے رشتے میں پیار، محبت، ایک دوسرے کی دلجوئی اور ایک دوسرے کے لیے عزت و احترام کا ہونا ضروری ہے۔قرآن مجید میں میاں بیوی کے رشتے کو جس خوبصورتی اور اختصار کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ الروم کی یہ آیت:

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾﴾

(الروم: ۲۱)

''اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اُس نے تمہارے لیے خود تم ہی میں سے جوڑے پیدا کیے تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو، اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ جو لوگ غور کرتے ہیں اُن کے لیے ان باتوں میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔''

زوجین میں محبت اور رحمت کا ہونا اللہ تبارک وتعالیٰ کا خصوصی انعام ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، یعنی وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے اندر ایسی خصوصیات رکھ دیں کہ تم ایک دوسرے کی طرف کھنچتے ہو، وہی ہے جس نے تمہارے اندر ایک دوسرے کے لیے محبت اور رحمت کے جذبات پیدا کر دیئے جس کی وجہ سے تمہیں باہم مل کر سکون حاصل ہوتا ہے۔ اگر میاں بیوی کے رشتے میں محبت اور رحمت نہ ہو تو وہ ایک دوسرے کے لیے باعثِ سکون نہیں ہو سکتے، اور اگر وہ ایک دوسرے کو سکون فراہم نہ کر سکیں تو وہ مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے جس کے لیے انہیں نکاح کے بندھن میں باندھا گیا تھا۔

سورہ الاعراف میں فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ

Marfat.com

اِلَیۡھَا ﴾ (الاعراف:۱۸۹)

''وہ خدا ہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ اس سے راحت حاصل کرے۔''

اور سورہ البقرہ میں فرمایا:

﴿ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لِبَاسٌ لَّھُنَّ ؕ﴾ (البقرہ:۱۸۷)

''وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو۔''

میاں بیوی کے تعلق کو لباس سے تشبیہ دے کر انسان کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جس طرح لباس انسان کو سردی اور گرمی سے بچاتا ہے، موسمی اثرات کے خلاف اس کے لیے ڈھال بنتا ہے، اس کے جسم کے عیبوں کو چھپاتا ہے، اور اس کے لیے باعثِ راحت ہے، اسی طرح میاں بیوی کو بھی ایک دوسرے کی پردہ پوشی کرنا چاہیے، ہر قسم کے حالات میں ایک دوسرے کو تحفظ دینا چاہیے، ایک دوسرے کے لیے ڈھال اور ایک دوسرے کے لیے باعثِ راحت ہونا چاہیے۔ اگر ان کا تعلق اس نوعیت کا ہوگا تو وہ ایک دوسرے کے لیے باعثِ سکون ہوں گے اور یہ رشتہ مودّت اور رحمت کا رشتہ ہوگا ورنہ یہ رشتہ دونوں کے لیے رحمت کی بجائے زحمت بن جائے گا۔

طلاق اور خُلع

جب یہ رشتہ مودّت اور رحمت کی بجائے عناد اور زحمت میں بدل جائے تو اسے خوش اسلوبی سے ختم کر دینا چاہیے۔ جب یہ رشتہ دونوں کے لیے یا کسی ایک فریق کے لیے بوجھ بن جائے تو اسلام نے دونوں میاں بیوی کو الگ ہو جانے کا حق دیا ہے۔ مرد کو طلاق کا حق دیا ہے، جسے وہ جب چاہے استعمال کر سکتا ہے، اس کے اس حق پر کوئی قدغن نہیں ہے۔ عورت کو خلع کا حق دیا ہے، وہ بھی اپنے اس حق کو بوقتِ ضرورت استعمال کر سکتی ہے۔ سورہ النساء کی درج ذیل آیات اسی بات کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ اگر فریقین صلح وصفائی کے ساتھ نہ رہ سکیں تو الگ ہو جائیں۔

Marfat.com

﴿وَاِنۡ تُصۡلِحُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ۝ وَاِنۡ يَّتَفَرَّقَا يُغۡنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنۡ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيۡمًا ۝﴾ (النساء: ۱۲۹۔۱۳۰)

''اگر تم اپنا طرز عمل درست رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ چشم پوشی کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ لیکن اگر زوجین ایک دوسرے سے الگ ہی ہو جائیں تو اللہ اپنی وسیع قدرت سے ہر ایک کو دوسرے کی محتاجی سے بے نیاز کر دے گا۔ اللہ کا دامن بہت کشادہ ہے، اور وہ دانا و بینا ہے۔''

اگر میاں بیوی میں باہمی طور پر خُلع کے لیے اتفاق نہ ہو سکے تو عورت عدالت کی طرف رجوع کر سکتی ہے اور خُلع کے لیے معقول وجہ ہو تو عدالت دونوں میں تفریق کرا سکتی ہے۔ لیکن عدالت کی طرف رجوع کرنے سے پہلے خانگی طور پر مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، جیسا کہ سورہ النساء کی درج ذیل آیت میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَيۡنِهِمَا فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا ۚ اِنۡ يُّرِيۡدَاۤ اِصۡلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيۡنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا خَبِيۡرًا ۝﴾

(النساء: ۳۵)

''اور اگر تم لوگوں کو کہیں میاں اور بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو، تو ایک حَکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو، وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ اُن کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا، اللہ سب کچھ جانتا ہے اور باخبر ہے۔''

فریقین کو علیحدگی سے پہلے سوچنا چاہیے کہ کامل و اکمل ذات تو اللہ ہی کی ہے، انسان کوئی بھی کامل نہیں ہوتا۔ ہر شخص میں خوبیاں بھی ہوتی ہیں اور خامیاں بھی، لہٰذا ہمیں دوسرے فریق کو اس کی خوبیوں اور خامیوں سمیت قبول کرنا چاہیے۔ نہ کوئی مجسم خوبی ہوتا ہے اور نہ مجسم خامی، اس لیے فریقِ ثانی کی خامیوں کو تلاش کرنے کی بجائے اس کی خوبیوں پر نگاہ رکھیں، ان شاء اللہ زندگی آسان ہو جائے گی۔ سورہ النساء کی یہ آیت اسی طرف توجہ دلاتی ہے۔

Marfat.com

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴿١٩﴾﴾ (النساء: 19)

"اور ان کے ساتھ اچھی طرح رہو سہو۔ اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور خدا اس میں بہت سی بھلائی پیدا کر دے"

اگر فریقین کے درمیان صلح کی کوئی گنجائش نہ رہے تو طلاق یا خلع کے ذریعے ان میں تفریق کرائی جاسکتی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ طلاق کو ابغض الحلال کہا گیا ہے یعنی یہ ایسا جائز کام ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور قابلِ نفرت چیز طلاق ہے۔" (سنن ابوداود: ۲۱۷۸۔ سنن ابن ماجہ: 2018۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے: الارواء: ۲۰۴۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تک عورتوں کی کھلی ہوئی بے حیائی نہ دیکھو، طلاق نہ دو" اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ جو عورت بغیر سبب کے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔" (صحیح: سنن ابوداود: ۲۲۲۶۔ جامع ترمذی: ۱۱۸۷۔ سنن ابن ماجہ: ۲۰۵۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "شیطان یعنی ابلیس روزانہ پانی کے اوپر اپنا پایہ تخت بچھاتا ہے، اور اپنے ماتحت شیاطین کو لوگوں کو بہکانے اور بھلائی کے راستے سے ہٹانے کے لیے بھیجتا ہے۔ چنانچہ جب تمام شیاطین اپنا کام کر کے واپس آتے ہیں تو ہر ایک اس کے سامنے اپنا اپنا کارنامہ بیان کرتا ہے، یعنی اپنی فتنہ سامانی کا ذکر کرتا ہے، تو ابلیس کہتا ہے کہ تم لوگوں نے کوئی بڑا کام نہیں کیا۔ پھر ایک شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلاں میاں بیوی میں جدائی کرا دی۔ یہ سن کر ابلیس اسے گلے سے لگا لیتا ہے اور کہتا ہے، تم نے واقعی ایک بڑا کارنامہ انجام دیا۔" (صحیح مسلم: ۲۸۱۳)

ابلیس بڑا کائیاں ہے۔ اسے معلوم ہے کہ میاں بیوی کی جدائی صرف دو افراد کی جدائی

Marfat.com

نہیں ہے بلکہ دو خاندانوں کے درمیان عناد کا بیج ہے، ایک گھر کی بربادی ہے، کچھ بچوں کے ساتھ ظلم و زیادتی ہے، ان کی کچھ رشتوں سے محرومی ہے، ان کی تربیت گاہ کو اجاڑ دینا ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ٹوٹے ہوئے گھروں کے بچوں کی تربیت اور شخصیت میں جو جھول اور کمی واقع ہوتی ہے وہ کسی طرح سے پوری نہیں ہوتی۔

یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ ایسے گھروں کے بچے اکثر اچھے شہری نہیں بن پاتے، الا ماشا اللہ۔ اس لیے طلاق کا فیصلہ خوب سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے اور ٹھنڈے دل و دماغ سے غور و خوض کرنے کے بعد اگر انسان اس نتیجے پر پہنچے کہ اکٹھے رہنا موجبِ ضرر و فساد ہے اور علیٰحدگی ناگزیر ہے، اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تو اسلام کے مقرر کردہ طریقے کے مطابق عورت کی پاکیزگی کی حالت میں اسے ایک طلاق دے بشرطیکہ اس پاکیزگی کے دورانیہ میں ان کے درمیان صنفی تعلق قائم نہ ہوا ہو۔

یہ طلاق رجعی کہلائے گی، طلاقِ رجعی کی صورت میں عدت کے دوران خاوند کو رجوع کا حق ہوتا ہے اور عدت کے دوران جو کہ تین حیض یا تین ماہ ہے، اگر شوہر رجوع کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ عدت کے دوران عورت مرد کے گھر میں ہی رہے گی، اس لیے دونوں کے لیے موقع ہے کہ دوبارہ صلح کر لیں۔ اگر عدت کے دوران صلح کر لیں تو دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں، اور اگر صلح نہ کرنا چاہیں تو عدت کی مدت گزر جانے کے بعد دونوں میں علیٰحدگی ہو جائے گی۔ لیکن اس علیٰحدگی کے بعد بھی ان کے لیے دوبارہ نکاح کرنے کا راستہ کھلا رہے گا۔

اگر خاوند چاہے تو دوسرے ماہ دوسری طلاق بھی دے سکتا ہے، گو اس کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ بغیر رجوع کے مدتِ عدت گزر جانے پر ایک طلاق بھی ویسی ہی مؤثر ہے جیسی دو طلاقیں۔ دوسری طلاق کا طریقۂ کار اور شرائط بھی وہی ہیں جو پہلی طلاق کی ہیں اور دوسری طلاق کے بعد بھی عدت کے دوران شوہر کو رجوع کا حق اور عدت کے بعد دونوں کو دوبارہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا۔ ایک اور دو طلاقوں میں فرق صرف یہ ہے کہ شوہر نے اپنے اختیارات کی دوسری حد بھی عبور کر لی اور اب اگر ایک مرتبہ بھی طلاق دے گا تو طلاق مغلظہ ہو

Marfat.com

جائے گی اور اس کے بعد زوجین کے پاس دوبارہ نکاح کرنے کا اختیار نہیں رہے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زیادہ سے زیادہ دو طلاقیں دینے کی اجازت دی ہے جیسا کہ سورہ البقرہ کی اس آیت سے واضح ہے۔

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ﴾

(البقرہ:۲۲۹)

''طلاق (صرف) دوبار ہے (یعنی جب دو دفعہ طلاق دے دی جائے تو) پھر (عورتوں کو) یا تو بطریق شائستہ (نکاح میں) رہنے دینا یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔''

بہتر تو یہی ہے کہ ایک ہی طلاق پر اکتفاء کیا جائے کیونکہ عدت گزرنے کے بعد فریقین میں تفریق تو اس سے بھی ہو جائے گی، دوسری طلاق کی ضرورت نہیں۔ بہر حال دوسری طلاق دینے میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے، لیکن اس سے زیادہ یعنی تین طلاقیں دینا گناہ کا کام ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

امام نسائی نے محمود بن لبیدؓ کی روایت سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک آدمی کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی تھیں، آپؐ غصے میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

''کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے، حالانکہ میں تمہارے اندر موجود ہوں، اتنے میں ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! کیا میں اس شخص کو قتل نہ کر دوں۔'' (صحیح:سنن نسائی:۳۴۰۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دینے والے کو کوڑے لگواتے اور میاں بیوی میں تفریق کروا دیتے۔

یک لخت تین طلاقیں دینے والے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ سزا مقرر کی ہے کہ تین طلاقوں کے بعد اگر وہ دوبارہ آپس میں شادی کرنا چاہیں بھی تو نہیں کر سکتے جب

Marfat.com

تک کہ عورت کسی دوسرے مرد سے شادی کر کے بیوہ یا مطلقہ نہ ہو جائے۔ ملاحظہ ہو سورہ البقرہ کی یہ آیت:

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ (البقرہ: ۲۳۰)

''پھر اگر (دوبارہ طلاق دینے کے بعد شوہر نے عورت کو تیسری بار) طلاق دے دی تو وہ عورت پھر اس کے لیے حلال نہ ہوگی، الّا یہ کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو اور وہ اسے طلاق دیدے، تب اگر پہلا شوہر اور یہ عورت دونوں یہ خیال کریں کہ حدود الٰہی پر قائم رہیں گے، تو ان کے لیے ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، جنہیں وہ اُن لوگوں کی ہدایت کے لیے واضح کر رہا ہے، جو (اس کی حدود کو توڑنے کا انجام) جانتے ہیں۔''

عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ غصے اور جلد بازی میں یک لخت تین طلاقیں دے دیتے ہیں اور پھر عمر بھر پچھتاتے ہیں۔ اکثر لوگ ایسے وقت میں مذہب کی پرواہ نہیں کرتے اور مختلف مسالک کے علماء کے پاس جا کر مسئلے کا حل ڈھونڈتے ہیں، اور جو لوگ اپنے مسلک کے اندر رہ کر حل ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی اکثریت حلالہ کی طرف رجوع کرتی ہے جو کہ طلاق سے بھی بُرا فعل ہے۔ طلاق بُری چیز ہے لیکن حلال تو ہے، جب کہ حلالہ صریحاً حرام اور بے غیرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور کرانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت عقبہ بن نافع اور متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔'' (صحیح: سنن ابوداود: ۲۰۷۶۔ سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۵)

Marfat.com

جس طرح مرد کو طلاق دینے میں عجلت سے منع کیا گیا، اسی طرح عورت کو بھی نصیحت کی گئی ہے کہ جب تک کوئی معقول وجہ نہ ہو اور جب تک اسے نباہ نہ ہونے کا یقین نہ ہو خُلع کا مطالبہ نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''جس عورت نے اپنے شوہر سے اس کی کسی زیادتی کے بغیر خُلع لیا اس پر اللہ اور ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔'' خُلع کو کھیل بنا لینے والی عورتیں منافق ہیں۔ (صحیح: مسند احمد: ۹۳۵۸۔ سنن نسائی: ۳۴۶۱۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلة الصحیحہ: ۶۳۲)

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ مزا چکھنے والوں اور مزہ چکھنے والیوں کو پسند نہیں کرتا۔ ہر طالبِ لذت بکثرت طلاق دینے والے پر اللہ نے لعنت کی ہے۔''

بہرحال ان ہدایات کے ساتھ اللہ نے مرد کو طلاق اور عورت کو خُلع کا حق دیا ہے تاکہ جہاں دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک فریق اللہ کی حدود کو قائم رکھتے ہوئے نباہ نہ کر سکے تو اپنے حق کو استعمال کر کے خوش اسلوبی سے الگ ہو جائے۔ ملاحظہ ہو سورہ البقرہ کی یہ آیت:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَ لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّاۤ اَنْ يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۲۹﴾ (البقرہ: ۲۲۹)

''طلاق دو بار ہے، پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے سے اس کو رخصت کر دیا جائے اور رخصت کرتے ہوئے ایسا کرنا تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو، اُس میں سے کچھ واپس لے لو، البتہ یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ زوجین کو اللہ کے حدود پر قائم نہ رہ سکنے کا اندیشہ ہو۔ ایسی صورت میں اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ وہ دونوں حدودِ الٰہی پر قائم نہ رہیں گے،

Marfat.com

تو اُن دونوں کے درمیان یہ معاملہ ہو جانے میں مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے شوہر کو کچھ معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کر لے یہ اللہ کے مقرر کردہ حدود ہیں، اِن سے تجاوز نہ کرو اور جو لوگ حدودِ الٰہی سے تجاوز کریں، وہی ظالم ہیں۔''

اس آیت کا پہلا حصہ طلاق کے متعلق ہے اور دوسرا حصہ خُلع کے متعلق۔ خاوند کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ جب طلاق دے دو تو بیوی کو بھلے طریقے سے رخصت کرو۔ جو کچھ تم اسے دے چکے ہو یعنی مہر و دیگر تحائف وغیرہ، اس میں سے کچھ بھی تمہارے لیے واپس لینا جائز نہیں ہے۔ اسی بات کی تاکید سورہ النساء کی درج ذیل آیات میں بھی کی گئی ہے:

﴿وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ وَ كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝﴾ (النساء: ۲۰-۲۱)

''اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لے آنے کا ارادہ ہی کر لو تو خواہ تم نے اُسے ڈھیر سا مال ہی کیوں نہ دیا ہو، اس میں سے کچھ واپس نہ لینا۔ کیا تم اُسے بہتان لگا کر اور صریح ظلم کر کے واپس لو گے؟ اور آخر تم اُسے کس طرح لے لو گے جب کہ تم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں؟''

درج بالا سورہ البقرہ کی آیت ۲۲۹ کا دوسرا حصہ خُلع کے متعلق ہے کہ عورت اگر خُلع لینا چاہے تو کچھ دے کر نکاح کے بندھن سے آزاد ہو جائے۔ کچھ دینے سے مراد مہر کا کچھ حصہ یا سارا مہر ہے، یا مرد نے جو کچھ اسے دیا ہے وہ واپس کر دے۔ اس سے زیادہ لینا مرد کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ خُلع صرف اسی صورت میں لیا جائے جب اللہ کی حدود کے ٹوٹ جانے کا خدشہ ہو۔

خُلع کا مشہور مقدمہ جو رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں پیش ہوا وہ حضرت ثابت رضی

Marfat.com

اللہ بن قیس اور ان کی بیوی جمیلہ رضی اللہ عنہا بنت اُبَیّ بن سَلول کا تھا۔ جمیلہ کو حضرت ثابت کی صورت پسند نہیں تھی، انہوں نے اپنا مقدمہ ان الفاظ میں پیش کیا:

''یا رسول اللہ! میرے اور اس کے سر کو کوئی چیز کبھی جمع نہیں کر سکتی۔ میں نے اپنا گھونگھٹ جو اٹھایا تو سامنے سے وہ چند آدمیوں کے ساتھ آ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ان سب سے زیادہ کالا، سب سے زیادہ پستہ قد اور سب سے زیادہ بدشکل تھا۔ خدا کی قسم! میں دین یا اخلاق کی کسی خرابی کے سبب اس کو ناپسند نہیں کرتی، بلکہ مجھے اس کی بدصورتی ناپسند ہے۔ خدا کی قسم! اگر خدا کا خوف نہ ہوتا تو جب وہ میرے پاس آیا تھا، اس وقت میں اس کے منہ پر تھوک دیتی۔ یارسول اللہ! میں جیسی خوبصورت ہوں، آپ دیکھتے ہیں اور ثابت ایک بد صورت شخص ہے۔ میں اس کے دین و اخلاق پر کوئی حرف نہیں رکھتی۔ مگر مجھے اسلام میں کفر کا خوف ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شکایت سنی اور فرمایا:

''جو باغ اس نے تجھے دیا تھا، تو وہ واپس کر دے گی؟ انہوں نے عرض کیا، ہاں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بلکہ وہ زیادہ چاہے تو زیادہ بھی دوں گی۔ حضورؐ نے فرمایا: زیادہ تو نہیں، مگر تو اس کا باغ واپس کر دے۔ پھر ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ باغ قبول کر لو اور اس کو طلاق دے دو۔'' (صحیح بخاری: ۵۲۷۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی ایک اور بیوی حبیبہ بنت سہل انصاریہ کو بھی اسی طرح کی شکایت پر ثابت رضی اللہ عنہ کا دیا ہوا مال واپس کروا کر طلاق دلوائی تھی۔

(مسند احمد: ۲۷۴۴۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک عورت اور مرد کا مقدمہ پیش ہوا۔ آپ نے عورت کو نصیحت کی اور شوہر کے ساتھ رہنے کا مشورہ دیا، عورت نے قبول نہ کیا۔ اس پر آپ نے اسے ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا جس میں کُوڑا کرکٹ بھرا ہوا تھا۔ تین دن قید رکھنے کے بعد آپ

Marfat.com

نے اسے نکالا اور پوچھا کہ تیرا کیا حال رہا؟ اس نے کہا، خدا کی قسم! مجھے انہی راتوں میں راحت نصیب ہوئی۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے شوہر کو حکم دیا کہ اسے خلع دے دے، خواہ وہ اس کے کان کی بالیوں کے عوض ہی ہو۔ (کشف الغمّہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان فیصلوں سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ بیوی کا خاوند سے نفرت کرنا خلع کے لیے کافی جواز ہے۔ نفرت کرنے کی وجوہ کی کھوج کرید کرنا ضروری نہیں، بس اس قدر اطمینان کر لینا کافی ہے کہ بیوی واقعی شوہر سے نفرت کرتی ہے اور اگر اسے شوہر کے ساتھ رہنے پر مجبور کیا گیا تو حدود اللہ کے ٹوٹنے کا خدشہ ہے۔

خلع کے ذریعے علیحدگی کو طلاقِ بائن سمجھا جائے گا اور اس کے بعد شوہر کو رجوع کا حق نہیں ہوگا۔ اگر شوہر طلاق دینے پر رضامند نہ ہو تو عدالت دونوں میں تفریق کرا سکتی ہے۔ خلع کے بعد اگر دونوں اپنی مرضی سے دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو بغیر تحلیل کے کر سکتے ہیں کیونکہ یہ طلاق مغلظہ نہیں ہے۔ نکاح کے معاملہ میں مرد عورت دونوں کے حقوق برابر ہیں۔ نکاح سے پہلے دونوں سے اجازت لینا ضروری ہے۔ اگر کسی لڑکے یا لڑکی کا نکاح بچپن میں ہو گیا ہو تو بالغ ہونے کے بعد لڑکے کو طلاق دینے کا اور لڑکی کو خلع لینے کا حق ہوگا۔

''حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک لڑکی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میرے باپ نے میری مرضی کے خلاف میری شادی کر دی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تجھ کو رد و قبول کا اختیار ہے۔'' (حسن: سنن ابوداود: ۲۰۹۶۔ سنن ابن ماجہ: ۱۸۷۵)

''حضرت خنساء رضی اللہ عنہا بنت خدام کی روایت ہے کہ ان کے باپ نے ان کا نکاح ان کی مرضی کے خلاف کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اختیار دیا کہ چاہیں تو قائم رکھیں چاہیں تو رد کر دیں۔'' (صحیح بخاری: ۵۱۳۸)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مقدمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اس بنا پر زوجین میں تفریق کرا دی کہ نکاح لڑکی کی مرضی کے خلاف ہوا تھا۔''

(سنن دار قطنی: ۳۵۵۸)

Marfat.com

''ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے شکائت کی کہ اس کے باپ نے اس کی مرضی کے خلاف اپنے بھتیجے سے اس کا نکاح کر دیا ہے۔ آپؐ نے اس کو اختیار دیا کہ چاہے تو قبول کرے چاہے تو رد کر دے۔ اس پر اس عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے باپ نے جو کچھ کیا ہے، میں نے اسے منظور کیا، میرا مقصد تو عورتوں کو یہ بتانا تھا کہ ان کے باپ اس معاملہ میں مختار نہیں ہیں۔'' (صحیح: مسند احمد: ۲۵۰۴۳۔ سنن نسائی: ۳۲۶۹)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''شوہر دیدہ عورت اپنے ولی سے بڑھ کر اپنے نفس کے معاملہ میں فیصلہ کرنے کا حق رکھتی ہے اور باکرہ (کنواری) سے اس کے نفس کے معاملہ میں اذن لیا جائے۔'' (صحیح مسلم: ۱۴۲۱)

ان احادیث سے یہ بات واضح ہے کہ نکاح کے لیے عورت کی رضامندی اور اجازت ضروری ہے اور اگر اس کا ولی اس کی مرضی کے خلاف یا اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کر دے تو وہ بذریعہ عدالت اس نکاح کو فسخ کرا سکتی ہے۔

Marfat.com

بیوی کے حقوق یا خاوند کے فرائض

مہر

مہر وہ رقم ہے جو نکاح کے وقت عورت کے لیے بطورِ حقِ زوجیت مقرر کی جاتی ہے۔ اس کی ادائگی مرد کے لیے لازمی ہے، مہر کی ادائگی کے بغیر عورت مرد کے لیے حلال نہیں ہوتی، اِلّا یہ کہ عورت اپنی خوشی سے مہر معاف کر دے۔ یہ عورت کا حق ہے اور اسے اس کے حق سے محروم کرنا زیادتی ہے۔ خانگی زندگی کی ابتداء ہی زیادتی سے کرنا کونسی جوانمردی اور کہاں کی عقلمندی ہے؟

اکثر لوگ لاعلمی کی وجہ سے یہ زیادتی کرتے ہیں، انہیں مہر کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہوتا۔ وہ مہر کو بھی شادی کی رسوم میں سے ایک رسم شمار کرتے ہیں اور مہر مقرر کرتے وقت یہ نہیں سوچتے کہ انہیں یہ رقم ادا کرنی ہے۔ اس وقت لڑکے اور اس کے والدین کے ذہن میں عموماً یہی ہوتا ہے کہ انہوں نے کونسا یہ رقم دینی ہے، لہٰذا لکھنے میں کیا حرج ہے۔ ایسی سوچ رکھنے والوں کو رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مدِ نظر رکھنا چاہیے جس میں آپؐ نے فرمایا:

> ''جس نے ایک مہر مقرر کے عوض کسی عورت سے نکاح کیا اور نیت یہ رکھی کہ وہ اس مہر کو ادا نہیں کرے گا، وہ دراصل زانی ہے، اور جس نے قرض لیا اس نیت کے ساتھ کہ وہ اس قرض کو ادا نہیں کرے گا، وہ دراصل چور ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا:

> ''عورتوں کو مردوں کے پلّے باندھنے کی کوشش کرو، اور مہروں میں حد سے نہ بڑھو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''عورت کا مہر مقرر کرنے میں حد سے نہ بڑھو۔ اگر یہ دنیا

Marfat.com

میں کوئی قابلِ عزت اور آخرت میں تقویٰ کی بات ہوتی تو تم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ اس کو اختیار کرتے۔ مگر آپؐ کی ازواج اور صاحبزادیوں میں سے تو کسی کا مہر بھی بارہ اوقیہ سے زیادہ نہ تھا۔'' (حسن: سنن ابوداود: ۲۱۰۶۔ جامع ترمذی: ۱۱۱۴)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر پانچ سو درہم مقرر فرمایا تھا۔ درہم چاندی کا سکہ تھا، جس کا وزن ۴/۱ تولہ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے اور پانچ سو درہم کا وزن ایک کلوگرام اور پانچ سو اکتیس گرام (۱۔۵۳۱ کلوگرام) ہوتا ہے جس کی قیمت آج کے حساب سے تقریباً ۸۷۸۸۰ روپے بنتی ہے۔ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مہر فاطمی بتیس روپے آٹھ آنے ہے اور یہی شرعی مہر ہے۔ معلوم نہیں یہ ۳۲ روپے آٹھ آنے والی روایت کہاں سے اور کیسے چلی؟ شاید اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں جب فتاویٰ عالمگیری مرتب کیے گئے اس وقت پانچ سو درہم کے ہم وزن چاندی کی قیمت اتنی ہی ہو!

یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ مہر فاطمی ہی شرعی مہر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مختلف ازواج کے لیے مختلف مہر مقرر کیے ہیں۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر رسول اللہ کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے چار ہزار درہم ادا کیا اور آپؐ نے اسے قبول فرمایا۔
(صحیح: سنن ابوداود: ۲۱۰۷)

نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔ (صحیح بخاری: ۵۱۶۹)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کا مہر پانچ سو درہم تھا۔ (صحیح مسلم: ۱۴۲۶)

رسول اللہ ﷺ نے نکاح کے خواہشمند ایک شخص سے فرمایا: ''جاؤ، تلاش کر کے لاؤ، خواہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی ہو، لیکن تلاشِ بسیار کے بعد جب اسے کچھ نہ ملا تو نبی ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ تمہیں قرآن کا کچھ حصہ یاد ہے؟ اس نے کہا: ہاں، فلاں اور فلاں سورہ یاد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں قرآن کی ان سورتوں کے بدلے جو تمہیں یاد ہیں، اس عورت کا مالک (شوہر) بنا دیا۔ (صحیح بخاری: ۵۱۴۹۔ صحیح مسلم: ۱۴۲۵)

Marfat.com

اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''میں نے تمہاری اس سے قرآن کی ان سورتوں کے بدلے شادی کر دی ہے جو تمہیں یاد ہیں۔'' مراد یہ ہے کہ تم اسے وہ سورتیں سکھا دو جو تمہیں یاد ہیں، یہی اس کا مہر ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۱۴۲۵۔۷۷)

کیا یہ مہر جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے اور دوسروں کے لیے مقرر فرمائے، غیر شرعی ہیں؟ کیا شریعت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کے علاوہ کسی چیز کا نام ہے؟ ان روایات اور سورہ النساء کی اس آیت:

﴿وَّاٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا﴾ (النساء: ۲۰)

''تو خواہ تم نے اُسے ڈھیر سا مال ہی کیوں نہ دیا ہو، اس میں سے کچھ واپس نہ لینا۔''

سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، نہ زیادہ سے زیادہ اور نہ کم سے کم۔ اس لیے یہ اصرار کرنا کہ مہر فاطمی ہی شرعی مہر ہے غیر شرعی اور غیر منطقی بات ہے۔ ہر وہ مہر شرعی ہے جو دینے والے کی حیثیت کے مطابق ہو اور دینے والا آسانی سے ادا کر سکے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بہترین مہر وہ ہے جسے ادا کرنا آسان ہو۔''

لڑکی کے والدین بھی اکثر بھاری مہر بندھوانے پر اصرار کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بھاری مہر ان کی لڑکی کے لیے باعثِ عزت ہے اور اسے تحفظ فراہم کرنے کا ذریعہ۔ لیکن یہ ان کی خام خیالی ہے۔ بھاری مہر لڑکی کے لیے نہ تو عزت کا ذریعہ بنتا ہے اور نہ اسے تحفظ فراہم کرتا ہے۔ بلکہ بھاری مہر اکثر بدگمانی پیدا کرتا ہے، لڑکا اور اس کے گھر والے یہ سوچتے ہیں کہ شاید لڑکی والوں کو ہم پر اعتماد نہیں ہے اس لیے بھاری مہر پر اصرار کر رہے ہیں۔ جس رشتے کی بنیاد ہی بدگمانی پر ہو وہ کتنا مضبوط ہوسکتا ہے؟ رشتوں ناطوں میں باہمی اعتماد بہت اہم ہے، اور جن رشتوں میں باہمی اعتماد نہ ہو، وہ زیادہ دیر تک نہیں نبھ سکتے۔

بھاری مہر بعض اوقات لڑکی کے لیے عذاب کا پھندا بن جاتا ہے۔ لڑکا، لڑکی کو رکھنا نہیں چاہتا، لیکن چھوڑتا بھی نہیں، کیونکہ چھوڑنے کی صورت میں اسے مہر ادا کرنا ہوگا۔ لڑکی اور اس

Marfat.com

کے والدین بھی عدالت کا رُخ کرنے سے کتراتے ہیں، کیونکہ اس صورت میں ایک تو انہیں مہر کی رقم سے ہاتھ دھونا پڑیں گے، دوسرے جگ ہنسائی الگ ہوگی۔ عموماً اس طرح کے مقدمات میں لڑکی پر ایسے گھٹیا اور بے ہودہ الزامات لگائے جاتے ہیں کہ وہ اور اس کے والدین شرم سے پانی پانی ہو جاتے ہیں۔

مہر یہ سوچ کر مقرر کرنا چاہیے کہ یہ رقم لازماً ادا کرنی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس کی کوئی حد تو مقرر نہیں کی البتہ اس کے متعلق اصولی ہدایات دے کر اسے لوگوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے۔ تاکہ لوگ ہر دور میں اپنی حیثیت اور سہولت کے مطابق مہر مقرر کر لیں۔ لڑکی کے والدین کو بھی سوچنا چاہیے کہ جب وہ اپنے جگر کا ٹکڑا ایک شخص کے حوالے کر رہے ہیں تو پھر اس پر اعتماد کریں اور اس کی سہولت کا بھی خیال رکھیں۔ رشتے اعتماد سے بنتے اور عدمِ اعتماد سے بگڑتے ہیں۔ اصل چیز انسان کا کردار ہے جو ضمانت فراہم کر سکتا ہے، اسی لیے اسلام نے رشتہ کرتے وقت دین و اخلاق کو ترجیحِ اول قرار دیا ہے جو ایک مسلمان کے لیے اچھے کردار کی بنیاد ہے۔

بیوی کا نفقہ شوہر کے ذِمے ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مرد کو قوام بنایا ہے، جیسا کہ سورہ النساء کی اس آیت میں فرمایا:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ (النساء: ۳۴)

”مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس بنا پر کہ اللہ نے اُن میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور اس بنا پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔“

قوام کے معنی ہیں محافظ، نگران اور خبر گیری کرنے والا۔ ظاہر ہے جس شخص کو کسی کا نگران اور محافظ بنایا جائے گا، اسے اس پر اختیار اور اقتدار بھی دیا جائے گا جس کا اسے محافظ بنایا گیا ہے۔ مرد کی اس امتیازی حیثیت کی دو وجوہ ہیں، ایک وجہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل ہے اور دوسری یہ کہ وہ عورت پر اپنا مال خرچ کرتا ہے۔

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فیصلوں میں خودمختار ہے، وہ کسی کے سامنے جوابدہ نہیں۔ لیکن اس کے فیصلے حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ کسی بھی ادارے کو بدنظمی اور فساد سے بچانے اور کامیابی سے چلانے کے لیے ایک سربراہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ گھر بھی ایک ادارہ ہے، اس کو کامیابی سے چلانے کے لیے بھی ایک سربراہ کی ضرورت ہے۔ یہ سربراہی مرد اور عورت میں سے کسی ایک کو ہی دی جاسکتی ہے۔

اگر غیر جانبداری سے جائزہ لیا جائے تو اس کام کے لیے مرد عورت سے زیادہ موزوں ہے، وہ جسمانی، ذہنی، جذباتی اور اعصابی طور پر عورت کے مقابلے میں زیادہ مضبوط ہے، اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے سربراہی عطا کر کے گھر کی مالی ذمہ داری کا بوجھ اس کے کندھوں پر ڈال دیا۔

اس کے برخلاف اگر گھر کی سربراہی عورت کو دے دی جاتی تو گھر کو چلانے کی مالی ذمہ داری بھی اسی پر آتی کیونکہ فطری طور پر یہ ذمہ داری تو گھر کے سربراہ ہی کی ہونی چاہیے۔ مرد کو سربراہ بنانے کی ایک وجہ یہی بتائی گئی ہے کہ وہ اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ اگر گھر کی مالی ذمہ داری عورت پر ڈالی جاتی تو یہ سارے گھرانے اور خصوصاً عورت کے ساتھ سخت ناانصافی ہوتی۔ مالی ذمہ داری نبھانے کے لیے گھر سے باہر نکلنا ضروری ہے اور بعض اوقات سخت مشقت کے کام بھی کرنے پڑتے ہیں جو عورت کے لیے ممکن نہیں، خصوصاً حمل اور زچگی کے دوران۔ اسی لیے خالقِ کائنات نے عورت کو مالی ذمہ داریوں سے مبرا کر دیا اور اس کے ذمے گھر کی نگہداشت اور بچوں کی تربیت کا کام کر دیا، تاکہ وہ گھر کی چاردیواری کے اندر رہ کر اطمینان سے اپنا کام کر سکے۔

مغربی دنیا کے سوچنے سمجھنے والے لوگ بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ عورت کا فطری دائرۂ کار گھر کی چاردیواری کے اندر ہی ہے۔ معروف مورخ اور فلسفۂ تاریخ کے ماہر پروفیسر آرنلڈ ٹائن بی کہتے ہیں:

"ہمارا تجربہ بتاتا ہے کہ دنیا میں تنزلی کے دور عام طور پر وہی رہے ہیں، جب

Marfat.com

عورت گھر کی چار دیواری کو چھوڑ کر باہر نکلی ہے، قدیم تاریخ میں پانچویں صدی قبل مسیح کا ایران ترقی کی معراج پر پہنچا ہوا تھا، لیکن اس دور میں عورت گھر کی زینت تھی۔ مگر سکندر کے بعد جس زمانے میں شہری ریاستیں رُو بہ زوال تھیں، اس وقت بھی ایسی ہی آزادیٔ نسواں تحریک شروع ہو گئی تھی، جیسی آج ہمارے زمانے میں ہے۔'' (عورت اسلامی معاشرہ میں) مراد یہ ہے کہ جب بھی عورت کو گھر کی چار دیواری سے باہر نکالا گیا ہے وہ مردوں کی ہوس کا نشانہ بنی ہے اور معاشرے کا شیرازہ بکھرا ہے۔''

بیوی کے نفقہ کے بارے میں سورہ الطلاق میں فرمایا:

﴿لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ فَلْیُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَیَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا۠﴾

(الطلاق:۷)

''خوشحال آدمی اپنی خوشحالی کے مطابق نفقہ دے، اور جس کو رزق کم دیا گیا ہو وہ اُسی مال میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے اللہ نے جس کو جتنا کچھ دیا ہے اس سے زیادہ کا وہ اُسے مکلف نہیں کرتا بعید نہیں کہ اللہ تنگ دستی کے بعد فراخ دستی بھی عطا فرما دے''

اس آیت میں بیوی کے نفقہ کے بارے میں ایک اصول متعین کر دیا گیا ہے۔ اس میں نفقہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں کی گئی، بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق بیوی پر خرچ کرے۔ جس کو اللہ نے زیادہ دیا ہے وہ زیادہ خرچ کرے اور جس کو کم دیا ہے وہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر خرچ کرنے کا مکلف نہیں ہے۔ اس آیت میں بیویوں کے لیے بھی ہدایت ہے کہ اگر خاوند تنگدست ہے تو صبر سے کام لیں اور تنگدستی میں خاوند کا ساتھ دیں، اللہ اس پر قادر ہے کہ وہ ان کے دن پھیر دے اور انہیں خوشحالی عطا فرما دے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

"تم پر معروف طریقے سے عورتوں کو کھلانا پلانا اور انہیں لباس مہیا کرنا لازم ہے۔"

حضرت عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خبردار! عورتوں کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں لباس مہیا کرنے اور انہیں کھانا فراہم کرنے میں احسان سے کام لو۔"

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی ہند رضی اللہ عنہا بن عتبہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ابوسفیان ایک کنجوس آدمی ہے۔ وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتا جو میرے لیے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو، مگر میں خفیہ طور پر کچھ لے لیتی ہوں، تو ایسا کرنے سے مجھ پر کوئی گناہ ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا:

"معروف طریقے سے تم اتنا مال لے لیا کرو جو تمہیں اور تمہارے بچوں کو کافی ہو جائے۔" (صحیح بخاری: ۵۳۳۶۔ صحیح مسلم: ۱۷۱۴)

بیوی کے ساتھ حُسنِ سلوک

عورت کا یہ حق ہے کہ اس کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے۔ یہ بات یاد رکھی جائے کہ وہ اپنا گھر اور وہ سارے رشتے جن میں وہ پل کر جوان ہوئی، چھوڑ کر مرد کے گھر میں آتی ہے، جس کا ماحول اور ہر رشتہ اس کے لیے ایک نیا رشتہ ہوتا ہے۔ بے شک وہ پہلے سے رشتہ دار بھی ہوں، شادی کے بعد ان رشتوں کی نوعیت بدل جاتی ہے، اب سارے رشتے مرد کے حوالے سے بنتے ہیں۔ اس لیے وہ خصوصی دل جوئی، توجہ اور حسنِ سلوک کی محتاج اور مستحق ہوتی ہے۔

نئے ماحول اور نئے رشتوں کو اپنانے میں وقت لگتا ہے۔ اس سلسلہ میں اس کی مدد کرنا چاہیے اور اگر اس سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو درگزر سے کام لینا چاہیے۔ اس نئے ماحول میں شوہر سب سے زیادہ اس کے قریب ہوتا ہے، اس لیے سب سے زیادہ ذمہ داری بھی اسی کی بنتی ہے کہ نئے ماحول اور نئے رشتوں کے اپنانے میں اس کی خصوصی مدد کرے۔ حسنِ سلوک

Marfat.com

کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝۱۹﴾ (النساء: ۱۹)

''ان کے ساتھ بھلے طریقہ سے زندگی بسر کرو اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اُسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔''

اور اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کوئی مومن کسی مومنہ عورت سے بغض نہ رکھے، اگر وہ اس کا کوئی ایک وصف نا پسند کرتا ہے تو اس کا کوئی دوسرا وصف پسند بھی کرتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۴۶۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو، بلا شبہ انہیں پسلی کی ہڈی سے پیدا کیا گیا ہے اور پسلی کا زیادہ ٹیڑھا حصہ اس کا اوپر والا حصہ ہوتا ہے، لہٰذا اگر کوئی اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے توڑ بیٹھے گا اور اگر اسے اس کے حال پر چھوڑ دے گا تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ پس تم عورتوں کے حق میں ہمیشہ بھلائی کی وصیت قبول کرو۔'' (صحیح بخاری: ۵۱۸۶۔ صحیح مسلم: ۱۴۶۸)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ''اسے توڑنا اسے طلاق دینا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۴۶۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں بہترین شخص وہ ہے جو تم میں سے اپنی عورتوں کے لیے سب سے بہتر ہے۔'' (صحیح: جامع ترمذی: ۱۱۶۲)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے لیے سب سے بہتر ہے اور میں تم میں اپنی بیویوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔'' (صحیح: جامع ترمذی: ۳۸۹۵)

ان احادیث سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا

Marfat.com

اچھائی کی علامت ہے اور بہترین انسان وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔شوہروں کو چاہیے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ حسنِ معاشرت اور حسنِ سلوک اختیار کریں اور ان کی خامیوں اور کوتاہیوں سے درگزر کریں۔ یادرکھیں کہ غصہ پی جانا غصے کا اظہار کرنے سے بہتر ہے۔

حسنِ سلوک میں یہ بات شامل ہے کہ شوہر بیوی کو اپنی حیثیت کے مطابق مناسب رہائش، لباس، طعام اور دیگر اخراجات مہیا کرے۔ یہ شوہر کے فرائض میں شامل ہے۔اس کے والدین کا احترام کرے۔ اس کے بہن بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں سے میل ملاقات رکھے اور ان کے دکھ درد میں شریک ہو اور اگر اپنی مصروفیات کی وجہ سے خود نہ شریک ہو سکے تو کم ازکم بیوی کو شریک ہونے سے نہ روکے۔ جس طرح مرد کا اپنے اقرباء سے ملنے کو جی چاہتا ہے اسی طرح عورت کا بھی اپنے اقرباء سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔ اگر مرد یہ چاہتا ہے کہ عورت اس کے عزیزوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو اسے بھی عورت کے عزیزوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے۔ یہ حسنِ سلوک کا تقاضا ہے۔

حضرت معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: بیوی کا خاوند پر کیا حق ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جب تو خود کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے، چہرے پر نہ مارے، گالی نہ دے، (کبھی الگ کرنا ہو تو) اپنے گھر کے علاوہ کسی دوسری جگہ الگ نہ کرے۔ (صحیح: سنن ابوداود: ۲۱۴۲۔ سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۰)

بیویوں کے درمیان عدل

جس شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں اس کے لیے سب کے ساتھ یکساں سلوک کرنا واجب ہے۔ یکساں سلوک سے مراد ہے کہ ان کو ایک جیسی رہائش، لباس، طعام اور دیگر ضروریاتِ زندگی فراہم کرے، مادی چیزوں کی فراہمی میں کسی کے ساتھ امتیازی سلوک نہ کرے اور نہ ہی وقت دینے میں کسی کے ساتھ زیادتی کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض دینی اور سیاسی مصالح کے تحت متعدد شادیاں کیں، لیکن ان

Marfat.com

میں ہمیشہ عدل کو ملحوظ رکھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سب کی باری مقرر فرما دیتے تھے اور پھر اسی کے مطابق آمدورفت فرماتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۵۲۱۱۔ صحیح مسلم: ۲۴۴۵)

آپؐ عدل سے کام لیتے پھر فرماتے: ''اے اللہ! یہ میری تقسیم ایسے معاملے میں ہے جس کی میں قدرت رکھتا ہوں اور مجھے ایسے معاملے میں ملامت نہ کرنا جس کی تو قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا۔'' (صحیح: سنن ابوداود: ۲۱۳۴۔ جامع ترمذی: ۱۱۷۲)

ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت عدل کی شرط کے ساتھ دی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ النساء کی یہ آیت:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ۝٣﴾ (النساء: ۳)

''لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ اُن کے ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو یا اُن عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضہ میں آئی ہیں، بے انصافی سے بچنے کے لیے یہ زیادہ قرین صواب ہے۔''

جو چیزیں انسان کے اختیار میں ہیں ان میں مکمل عدل کرنا لازمی ہے، البتہ جہاں تک جذباتی لگاؤ کا تعلق ہے اس پر انسان کا اختیار نہیں ہے۔ یہ سب کے ساتھ ایک جیسا نہیں ہو سکتا، کسی کی شکل وصورت آپ کو زیادہ پسند ہو سکتی ہے، کسی کے عادات و اطوار، کسی کے دین و اخلاق، کوئی آپ سے دوسروں کی نسبت زیادہ محبت کرتی ہے، آپ کا زیادہ احترام کرتی ہے، آپ کے آرام و آسائش کا زیادہ خیال رکھتی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی عوامل ہو سکتے ہیں جو آپ کی بیویوں کے ساتھ آپ کے جذباتی لگاؤ کو کم یا زیادہ کرنے کا سبب ہو سکتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو انسان کی اس کمزوری کا علم ہے اسی لیے اس نے بھی جذباتی لگاؤ پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ ملاحظہ ہو سورہ النساء کی یہ آیت:

﴿وَلَن تَسْتَطِيعُوا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ۖ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ

Marfat.com

الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ (النساء: ۱۲۹)

''بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے، تم چاہو بھی تو اس پر قادر نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا (قانون الٰہی کا منشا پورا کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ) ایک بیوی کی طرف اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو ادھر لٹکتا چھوڑ دو۔ اگر تم اپنا طرز عمل درست رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ چشم پوشی کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

انصاف کا مطالبہ صرف انہیں باتوں میں کیا گیا ہے جو انسان کے اختیار میں ہیں اور جو باتیں اس کے اختیار میں نہیں ہیں ان پر مواخذہ نہیں ہوگا۔

Marfat.com

خاوند کے حقوق یا بیوی کے فرائض

عصمت وعفت کی حفاظت

بیوی پر خاوند کا سب سے پہلا حق یہ ہے کہ وہ اپنی عصمت وعفت کی حفاظت کرے۔ عفت وعصمت کی حفاظت صرف یہی نہیں کہ اپنی آبرو کی حفاظت کرے بلکہ اس سے مراد ہر وہ کام ہے جس سے اس کی عزت پر ذرا سی بھی آنچ آتی ہو، مثلاً پردہ نہ کرنا، کسی نا محرم سے بلا ضرورت گفتگو کرنا، شوہر کے علاوہ کسی محرم کے سامنے سر اور سینہ کھلا رکھنا، بلاضرورت اور بغیر اجازت گھر سے باہر جانا وغیرہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بات کو سورہ النساء میں یوں فرمایا:

﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾ (النساء: ۳۴)

"پس جو صالح عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت ونگرانی میں اُن کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔"

شوہر کے مال کی حفاظت

خاوند کا دوسرا حق یہ ہے کہ بیوی اس کے مال کی حفاظت کرے۔ مال کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ اسے اللوں تللوں میں نہ اڑائے، فضول خرچی نہ کرے، خاوند کی اجازت کے بغیر نہ کچھ خرچ کرے، نہ کسی کو کچھ دے، یہاں تک کہ صدقہ بھی اس سے پوچھ کر کرے۔ اگر خاوند کی اجازت کے بغیر صدقہ کرے گی تو اس کا ثواب خاوند کو ملے گا اور عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کرنے کا گناہ ملے گا۔ صالح عورت کی تعریف کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس چیز کو اس کا شوہر اس کے نفس اور اپنے مال کے بارے میں ناپسند کرتا ہو

Marfat.com

وہ نہ کرے۔'' (نسائی، بیہقی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص نے چار چیزیں پالیں اس نے دنیا کی سب سے بڑی نعمت پالی۔ ایک شکر گزار قلب، دوسرے اللہ کو یاد کرنے والی زبان، تیسرے ایسا جسم جو آزمائش کے وقت صابر رہے، چوتھے ایسی بیوی جو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں خیانت نہ کرے۔'' (ضعیف: شعب الایمان للبیہقی: ۴۱۱۵۔ حمید الطویل راوی مدلس عنعنہ بیان کر رہا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۱۰۶۶)

شوہر کی اطاعت

بیوی کا تیسرا فرض یہ ہے کہ وہ ہر نیک کام اور حق بات میں شوہر کی اطاعت کرے، جیسا کہ سورہ النساء میں فرمایا گیا:

''نیک عورتیں وہ ہیں جو فرمانبردار ہوتی ہیں۔'' (النساء: ۳۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تقویٰ کے بعد آدمی کے لیے اللہ کی سب سے بڑی نعمت صالح بیوی ہے اور صالح بیوی وہ ہے کہ جب شوہر اسے کوئی بات کہے تو وہ اسے مانے اور جب وہ اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کر دے اور اگر شوہر اس کے بھروسے پر قسم کھا کر کوئی بات کہہ دے تو اسے پورا کرے اور جب وہ گھر میں نہ ہو تو اپنے نفس کی اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔'' (ضعیف: سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۷۔ عثمان بن ابی العاتکہ اور علی بن یزید راوی ضعیف ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۴۴۲۱۔ تاہم مسند احمد: ۴۴۲۱ میں مختلف الفاظ سے صحیح سند سے مروی حدیث ہے۔)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو عورت نماز روزے کی پابندی کے ساتھ اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کرے اور شوہر کی فرمانبرداری کرے، وہ قیامت کے دن جنت کے جس

Marfat.com

دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔" (ضعیف: حلیۃ الاولیاء لابی نعیم: ۶/ ۳۰۸
یزید بن ابان الرقاشی ضعیف راوی ہے۔ البتہ شعیب الارناوط نے شواہد کے ساتھ حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔ دیکھئے: مسند احمد: ۱۶۶۱)

شوہر کی اطاعت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر نہ نفل روزے رکھے، نہ نفل نمازیں پڑھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں رمضان کے سوا نفل روزے اس کی اجازت کے بغیر ایک دن بھی نہ رکھے۔"

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اگر شوہر اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے لیے بلائے تو وہ فوراً اس کے پاس چلی جائے خواہ وہ چولھے پر ہی کیوں نہ بیٹھی ہو۔" (جامع ترمذی: ۱۱۶۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو بستر کی طرف بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے، پھر وہ مرد ساری رات اس سے ناراض رہے تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔" (صحیح بخاری: ۳۲۳۷۔ صحیح مسلم: ۱۴۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔" (حسن: جامع ترمذی: ۱۱۵۹)

البتہ شوہر کی اطاعت صرف معروف میں ہے، منکر میں نہیں۔ اگر شوہر کسی ایسے کام کا مطالبہ کرے جس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی شامل ہو تو عورت کو صاف انکار کر دینا چاہیے خواہ اس کے نتائج کچھ بھی ہوں کیونکہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ اگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں شوہر کی نافرمانی کرتے

Marfat.com

ہوئے بظاہر کچھ خدشات بھی نظر آتے ہوں تو انہیں اللہ کے بھروسے پر انگیز کر لینا چاہیے، اللہ آپ کے مسائل کا بہتر حل فرمادے گا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بلا شبہ تمہارے لیے تمہاری بیویوں پر حق ہے اور تمہاری بیویوں کے لیے تم پر بھی حق ہے۔ تمہاری بیویوں پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ ان لوگوں کو تمہارے بستر پر نہ بیٹھنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو اور نہ ہی ایسے اشخاص کو تمہارے گھروں میں داخلے کی اجازت دیں جن سے تم نفرت کرتے ہو۔ خبردار! عورتوں کے تم پر حقوق یہ ہیں کہ تم ان کے لباس وطعام میں ان کی طرف احسان کرو۔''

(جامع ترمذی: ۱۱۶۳۔ سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۱)

اگر میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں گے اور ایک دوسرے کے جذبات واحساسات کا احترام کریں گے تو ان کا گھر امن وسکون کا گہوارہ ہوگا، بچوں کی اچھی تربیت ہوگی، دنیا میں اچھی زندگی گزاریں گے اور آخرت میں بھی ان شاء اللہ جنت نصیب ہوگی۔ اور اگر ایک دوسرے کے حقوق کی پامالی کریں گے تو دنیا میں بھی چین نہیں ملے گا، بچوں کی تربیت بھی متاثر ہوگی اور آخرت میں بھی اپنی زیادتیوں کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ انسان کی عافیت اسی میں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ حدود وقیود کا خیال رکھے اور ان کی ہدایات پر عمل کرے تاکہ دنیا میں بھی پرسکون زندگی گزارے اور آخرت میں بھی سرخرو ہو۔

Marfat.com

سولھواں باب:

رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق

رشتہ داروں میں سب سے پہلے بہن بھائی آتے ہیں اور اس کے بعد دیگر رشتہ دار۔ بھائیوں کے حقوق بھی آباء اور اولاد کی طرح ہیں۔ چھوٹے بھائیوں کو اپنے بڑے بھائیوں کا احترام کرنا چاہیے اور بڑے بھائیوں کو بھی ان کے ساتھ نرمی اور شفقت کا رویہ رکھنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بڑے بھائیوں کا حق چھوٹے بھائیوں پر اسی طرح ہے جس طرح کہ والد کا حق اولاد پر۔'' (ضعیف: شعب الایمان للبیہقی: ۷۵۵۳۔ محمد بن اسلایب الکری لین الحدیث ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۱۸۷۸)

گو اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن اس کا متن اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے تمام رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تلقین کی ہے۔ ان سب کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ﴾ (الاحزاب: ۶)

''اور رشتہ دار آپس میں کتاب اللہ کی رُو سے ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اپنی ماں، باپ، پھر بہن، بھائی، پھر قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا اور نیک سلوک کر۔'' (صحیح: مستدرک حاکم: ۷۲۴۵)

صلہ رحمی

اسلام میں صلہ رحمی پر بڑا زور دیا گیا ہے اور قطع رحمی کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ دراصل اسلام ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جس کی بنیاد مودّت اور رحمت پر ہو، جس کا ہر شخص دوسروں سے جڑا ہوا ہو، ان کا غم گسار ہو اور مصیبت میں ان کے کام آنے والا ہو۔ اللہ کے

Marfat.com

رسول ﷺ نے مدینہ میں ایسا ہی معاشرہ قائم کیا تھا۔ مہاجرین اور انصار میں مواخات قائم کر کے انہیں آپس میں جوڑ دیا تھا اور لوگ صدیوں پرانی دشمنیاں ختم کر کے ایک دوسرے کے بھائی بن گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ بہت بڑا کارنامہ تھا، اور یہ سب اسلامی تعلیمات پر عمل کی وجہ سے ہوا۔

اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ والدین، اولاد اور بھائیوں جیسا سلوک کیا جائے۔ مثلاً وہ خالہ کو ماں کا درجہ دیتا ہے۔ خالہ کے بارے میں بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ وہ ماں کی قائم مقام ہے۔ اسلام تایا، چچا اور ماموں کو باپ کی حیثیت دیتا ہے اور ان کے احترام و فرمانبرداری اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی تعلیم دیتا ہے۔ رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ ﴾ (النساء: ۱)

”لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔ اُس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو، اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے“

اس آیت میں انسان کو اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ تمہاری اصل ایک ہے، تم ایک ماں باپ کی اولاد ہو، اس لیے رشتے ناطوں کا لحاظ کرو، قطع رحمی سے بچو اور یاد رکھو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جو تمہارا خالق ہے تمہیں دیکھ رہا ہے اور اگر تم نے رشتوں کی پاسداری نہ کی تو وہ تم سے باز پُرس کرے گا۔ رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں قرآن مجید میں بڑی تلقین کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات:

Marfat.com

﴿وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝﴾ (النساء:۸)

''اور جب تقسیم کے موقع پر کنبہ کے لوگ اور یتیم اور مسکین آئیں تو اس مال میں سے ان کو بھی کچھ دو اور اُن کے ساتھ بھلے مانسوں کی سی بات کرو۔''

﴿وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝﴾ (النساء:۳۶)

''اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے، اور اُن لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں، احسان کا معاملہ رکھو، یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے''

﴿وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝﴾

(بنی اسرائیل:۲۶۔۲۷):

''رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق۔ فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔''

﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (الروم:۳۸)

''پس (اے مومن) رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین و مسافر کو (اُس کا

Marfat.com

حق)۔ یہ طریقہ بہتر ہے اُن لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہوں، اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔“

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾﴾

(محمد: ۲۲_۲۳)

”پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم ملک کے حاکم ہو جاؤ تو ملک میں فساد مچانے اور قطع رحمی کرنے لگو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے، پھر انہیں بہرا اور اندھا بھی کر دیا ہے“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے، اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے، اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔“ (صحیح بخاری: ۶۰۱۸_ صحیح مسلم: ۴۷)

صلہ رحمی کی جزا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں بھی پائی جائیں گی، اللہ تعالیٰ اس سے آسان حساب لیں گے اور اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان! وہ کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: اس کو دو جو تمہیں محروم رکھے، اور جو قطع رحمی کرے تم اس سے صلہ رحمی کرو، اور جو تم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کر دو۔ جب تم ایسا کر لو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل فرما دے گا۔“

”حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ دورانِ سفر ایک شخص

Marfat.com

راستہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: آپ ؐ مجھے ایسی بات بتایئے جو مجھے جنت سے قریب اور جہنم سے دور کر دے۔ آپ ؐ نے فرمایا:

''اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، نمازوں کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کر دیا کرو اور رشتہ داروں کے حقوق کی حق شناسی کرو۔''

(صحیح بخاری: ۱۳۹۶۔ صحیح مسلم: ۱۳)

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ رب العزت فرماتے ہیں: میں بہت رحم کرنے والا ہوں، رحم (رشتہ) کو میں نے اپنے نام سے مشتق کیا ہے، جو اسے جوڑے گا، میں اسے جوڑ دوں گا اور جو اسے توڑے گا، میں اسے توڑ دوں گا۔''

(سنن ابوداود: ۱۶۹۴۔ جامع ترمذی: ۲۰۱۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میرے رشتہ دار ہیں، میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں، وہ میرے حق میں برائی کرتے ہیں، وہ میرے خلاف جہالت کرتے ہیں اور میں برداشت کرتا ہوں۔ آپ ؐ نے فرمایا:

''اگر بات وہی ہے جو تم کہہ رہے ہو تو یہ ان کے لیے باعثِ ملال ہے۔ جب تک تم اس طریقہ پر قائم ہو، ان کے خلاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری مدد ہوتی رہے گی۔'' (صحیح مسلم: ۲۵۵۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس کی عمر طویل ہو، اسے چاہیے کہ صلہ رحمی (رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک) کیا کرے۔''

(صحیح بخاری: ۵۹۸۶۔ صحیح مسلم: ۲۵۵۷)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کی رسول! میں کس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟

Marfat.com

آپؐ نے فرمایا:

''اپنی ماں کے ساتھ، پھر اپنی ماں کے ساتھ، پھر اپنی ماں کے ساتھ، پھر اپنے باپ کے ساتھ، پھر قریب ترین اور پھر قریب تر رشتہ دار کے ساتھ۔''

(سنن ابوداود: ۵۱۳۹۔ جامع ترمذی: ۱۸۹۷)

اس حدیث میں یہ اصول بتا دیا گیا کہ جو رشتہ میں جتنا آپ کے قریب ہے اتنا ہی آپ کے حسنِ سلوک کا مستحق ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''جو اللہ سے ڈرتا ہو اور صلہ رحمی کرتا ہو، اس کی موت میں تاخیر کر دی جاتی ہے، اس کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، اور اس کے لوگ اس سے محبت کرتے ہیں۔'' (حسن موقوفاً: الادب المفرد: ۵۸)

حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: '' ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل سکھایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپؐ نے فرمایا: غلام کو آزاد کرو اور غلامی سے گردن چھڑاؤ۔ اس نے کہا: کیا یہ دونوں باتیں ایک ہی نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، غلام آزاد کرنا تو یہ ہے کہ تم کسی غلام کی آزادی حاصل کرنے میں امداد کرو۔ دوسری یہ ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو اچھی باتوں کا حکم دو، بُری اور ناپسندیدہ باتوں سے منع کرو، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو نیکی کے سوا ہر بات سے اپنی زبان کو روکے رکھو۔'' (الادب المفرد: ۶۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''صدقہ اور صلہ رحمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عمر بڑھا دیتے ہیں اور بری بات سے بچاتے ہیں اور ان کے ذریعے ہر بری اور تکلیف دہ چیز دور فرما دیتے ہیں۔'' (ضعیف جداً: مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۱۰۴۔ صالح المری راوی ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۱۱/ ۶۲۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قوموں کے گھروں کو آباد کرتا اور ان کے مال کو بڑھاتا ہے اور ان کی پیدائش سے ان

Marfat.com

کی طرف بغض کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ایسا کیونکر ہوا؟ آپؐ نے فرمایا: ان کی صلہ رحمی کی وجہ سے۔''

قطع رحمی کی سزا

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان لوگوں پر رحمت نازل نہیں ہوتی جن میں کوئی قاطع رحم ہو۔'' (ضعیف: الادب المفرد: ۶۳۔ برا الوالدین للبخاری: ۷۳۔ اس کی سند میں سلیمان بن زید راوی ضعیف ہے، دیکھیے: سلسلۃ الضعیفہ: ۱۴۵۶)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قاطع رحم جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔'' (صحیح بخاری: ۵۹۸۴۔ صحیح مسلم: ۲۵۵۶)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی گناہ دنیا میں اس سے زیادہ فوری سزا کا مستحق نہیں جتنا کہ قطع رحم اور اللہ سے بغاوت، اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے۔'' (صحیح: سنن ابو داود: ۴۹۰۲۔ جامع ترمذی: ۲۶۷۹۔ سنن ابن ماجہ: ۴۲۱۱)

پڑوسیوں کے حقوق

اچھی معاشرت کے لیے ضروری ہے کہ پڑوسیوں کے ایک دوسرے کے ساتھ اچھے تعلقات ہوں، وہ مشکل میں ایک دوسرے کے کام آئیں، ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں اور ایک دوسرے کے لیے آسانیاں پیدا کریں۔ اسی لیے اسلام نے ہمسایوں کے بڑے حقوق مقرر کیے ہیں اور ان کی ادائیگی کے لیے بہت تاکید کی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ﴾ (النساء: ۳۶)

''اور ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اور رشتہ دار پڑوسی سے، اور اجنبی پڑوسی سے (نیک سلوک کرو)۔''

Marfat.com

''حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں فلاں فلاں حضرات کے محلہ میں ٹھہرا تھا۔ ان میں سب سے زیادہ تکلیف مجھے اس شخص سے پہنچی جو سب سے زیادہ مجھ سے قریب تھا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرات ابو بکر، عمر اور علی رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر زور سے یہ اعلان کریں: سن لو! چالیس گھر تک پڑوس ہوتا ہے، اور جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کا پڑوسی اس کے شر سے ڈرتا رہتا ہو۔''

حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا: تم زنا کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: حرام ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اسے حرام قرار دیا ہے، لہٰذا وہ قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی دس عورتوں سے زنا کرے، یہ بات اس کی نسبت معمولی ہے کہ آدمی اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ پھر آپؐ نے پوچھا: تم چوری کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اسے حرام قرار دیا ہے، لہٰذا یہ حرام ہے۔ آپؐ نے فرمایا: انسان دس آدمیوں کا مال چرائے، یہ اس سے کم ہے کہ انسان اپنے پڑوسی کے ہاں چوری کرے۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''پڑوسی تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ پڑوسی جس کا ایک حق ہے، اور وہ مشرک پڑوسی ہے۔ دوسرا وہ پڑوسی ہے جس کے دو حق ہیں، اور وہ مسلمان پڑوسی ہے، اس کا ایک حق پڑوس کی وجہ سے اور دوسرا حق اسلام کی وجہ سے ہے۔ اور تیسرا وہ پڑوسی جس کے تین حق ہیں اور وہ مسلمان رشتہ دار پڑوسی ہے، اس کا ایک حق پڑوس کی وجہ سے، دوسرا حق اسلام کہ وجہ سے اور تیسرا حق رشتہ داری کی وجہ سے ہے۔'' (ضعیف: مسند الشامیین للطبرانی: ۲۴۳۰۔ سُوید بن عبدالعزیز راوی ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۴۳۹۳)

Marfat.com

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جبریل علیہ السلام ہمسایہ کے بارے میں مجھے وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اسے وارث بنا دیں گے۔'' (صحیح بخاری: ۶۰۱۴۔ صحیح مسلم: ۲۶۲۴)

حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ اپنے ہمسایہ پر احسان کرے، جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ اپنے ہمسایہ کی تکریم کرے اور جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے ورنہ چپ رہے۔'' (صحیح مسلم: ۴۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے ہمسایہ کو ایذا نہ دے'' (صحیح بخاری: ۶۰۱۸۔ صحیح مسلم: ۴۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: کون، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؟ فرمایا: جس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو۔'' (صحیح بخاری: ۶۰۱۶۔ صحیح مسلم: ۴۶)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ مسلمان نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا ہمسایہ بھوکا ہو۔''

(الادب المفرد: ۱۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی اپنے ہمسایہ کو اپنی دیوار پر شہتیر رکھنے سے نہ روکے۔''

(صحیح بخاری: ۲۴۶۳۔ صحیح مسلم: ۱۶۰۹)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس کسی کی دیوار میں اس کا پڑوسی شریک ہو، وہ اسے فروخت کرنے سے پہلے اس پڑوسی پر پیش کرے۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''اے مسلمان عورتو! تم اپنی ہمسائی کے لیے کوئی چیز معمولی نہ سمجھو، چاہے بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔'' (صحیح بخاری: ۶۰۱۷)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اے ابوذر! جب شوربہ پکاؤ تو پانی زیادہ ڈال لو اور ہمسایوں کا خیال رکھو۔''

(صحیح مسلم: ۲۶۲۵)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بہترین ساتھی اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لیے بہتر ہو اور بہترین ہمسایہ وہ ہے جو اپنے ہمسایہ کے لیے بہتر ہو۔''

(الادب المفرد: ۱۱۵۔ جامع ترمذی: ۱۹۴۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تو ہمسایوں کو یہ کہتے ہوئے سنے کہ تو نے اچھا کیا ہے تو یقیناً تو نے اچھا کیا ہے اور جب تو انہیں یہ کہتے ہوئے سنے کہ تو نے بُرا کیا ہے تو واقعی تو نے برا کیا ہے۔'' (صحیح: مسند احمد: ۳۸۰۸)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ بن عبدالحارث سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''وسیع مکان، نیک ہمسایہ اور پسندیدہ سواری ایک مسلمان کی خوش بختیوں میں سے ہیں۔'' (الادب المفرد: ۱۱۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی تھی:

Marfat.com

''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں بُرے ہمسایہ سے۔''

(الادب المفرد:۱۱۷)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

''قیامت اس وقت تک برپا نہ ہوگی جب تک کہ لوگ اپنے ہمسایوں کو، اپنے بھائیوں کو اور اپنے باپ کو قتل نہ کریں گے۔'' (الادب المفرد:۱۱۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! فلاں عورت ساری رات نماز پڑھتی ہے، دن کو روزہ رکھتی ہے، عمل کرتی ہے، صدقہ دیتی ہے اور اپنے ہمسایوں کو اپنی زبان سے دکھ پہنچاتی ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: اس میں کوئی بھلائی نہیں، وہ جہنم والیوں میں سے ہے۔ پھر لوگوں نے عرض کیا: فلاں عورت فرض نمازیں پڑھتی ہے، کافی صدقہ بھی دیتی ہے، اور کسی کو دکھ نہیں پہنچاتی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جنت والیوں میں سے ہے۔'' (الادب المفرد:۱۱۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرا ایک ہمسایہ ہے جو مجھے دکھ پہنچاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: جاؤ، اپنا سامان نکال کر راستہ پر رکھ دو۔ وہ شخص گیا اور اپنا سامان نکال کر راستہ پر رکھ دیا۔ اب لوگ وہاں جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ کیا ہوا۔ اس شخص نے کہا: میرا ہمسایہ مجھے دکھ پہنچاتا ہے۔ اب لوگ کہنے لگے، اس ہمسایہ پر اللہ کی لعنت! خدا اسے رسوا کرے! یہ بات جب ہمسایہ تک پہنچی تو وہ آیا اور اس نے کہا: اپنے گھر میں جاؤ، خدا کی قسم! اب کبھی تمہیں دکھ نہ پہنچاؤں گا۔'' (سنن ابوداود: ۵۱۵۳۔ لادب المفرد: ۱۲۴)

پڑوسی کے حقوق کے سلسلہ میں درج ذیل حدیث بڑی جامع ہے۔ اسے امام طبرانی اور خرائطی نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص نے اپنے اہل وعیال اور مال کی حفاظت کے لیے اپنے پڑوسی پر

Marfat.com

اپنے گھر کے دروازے بند کر دیئے، وہ مومن (کامل) نہیں، اور وہ شخص بھی مومن نہیں جس کا پڑوسی اس کے شر سے مامون و محفوظ نہ ہو۔ کیا تم جانتے ہو پڑوسی کا کیا حق ہے؟ جب وہ تم سے مدد طلب کرے تو اس کی مدد کرو، اور جب قرض مانگے تو اسے قرض دو، اور جب وہ کسی چیز کا محتاج ہو تو اس کی حاجت روائی کرو، اور جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو، اور جب اسے کوئی خیر و بھلائی حاصل ہو تو اسے مبارک باد دو، اور جب اسے کوئی مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو، اور جب اس کا انتقال ہو جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرو، اور اپنا مکان اس کے مکان سے اونچا نہ بناؤ تا کہ اس کی ہوا نہ رکے، الّا یہ کہ وہ اس کی اجازت دے دے (تو ایسی صورت میں کوئی حرج نہیں ہے)، اور تم اسے اپنی ہانڈی کی بھاپ سے تکلیف نہ پہنچاؤ، مگر یہ کہ تم اس میں سے اسے بھی دے دو، اور اگر تم کوئی پھل خریدو تو اس میں سے اسے بھی ہدیہ کر دو، اور اگر ایسا نہ کر سکو تو چپکے سے چھپا کر گھر لے جاؤ، اور ایسا نہ ہو کہ تمہارا بیٹا پھل باہر لے جائے اور اسے دیکھ کر پڑوسی کے لڑکے کو تکلیف ہو۔" (ضعیف: شعب الایمان للبیہقی: ۹۱۱۳۔ مساوی الاخلاق للخرائطی مختصراً: ۳۸۷۔ سوید بن عبدالعزیز راوی ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۵۳۹۱)

الغرض ہر وہ کام کرنے سے گریز کرو جس سے تمہارے پڑوسی کو کسی قسم کی تکلیف پہنچنے کا امکان ہو۔

ان احادیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمسایوں کے کتنے حقوق ہیں۔ انکے ساتھ ہمیشہ احسان کا رویہ اختیار کرنا چاہیے، ان سے سلام میں پہل کرنی چاہیے اور نرمی سے گفتگو کرنی چاہیے، اگر انہیں مدد کی ضرورت ہو تو مدد کرنی چاہیے، ضرورت مند ہوں تو ان کی مالی امداد سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیے، بیمار ہوں تو عیادت کرنی چاہیے، ان کے گھر میں کوئی خوشی ہو تو مبارک باد دینا چاہیے، ان کی اولاد کی حتی الامکان صحیح رہنمائی کرنی چاہیے، ان کی عزت اور

Marfat.com

مال کی حفاظت کرنا چاہیے، ان کے عیوب کی تلاش نہیں کرنا چاہیے اور ان کی لغزشوں سے در گزر کرنا چاہیے، ان کی طرف پرنالہ رکھ کر انہیں تنگ نہیں کرنا چاہیے، ان کے راستے میں کوڑا کرکٹ پھینک کر انہیں ایذا نہیں پہنچانا چاہیے۔

یہ سب باتیں احسان کے ضمن میں آتی ہیں جس کا حکم اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ النساء کی آیت ۳۶ میں دیا ہے کہ قرابت دار ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ کے ساتھ احسان کرو۔ اور جس کا حکم اللہ کے رسول ﷺ نے اس حدیث میں دیا ہے: ”جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے ہمسایہ کے ساتھ احسان کرے۔“

ذرا تصور کریں کہ اگر مسلم معاشرے کا ہر فرد یا اس کی اکثریت اپنے پڑوسی کے حقوق کے سلسلہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ان تعلیمات پر عمل کرے تو کیا وہ ایک مثالی معاشرہ نہیں ہوگا؟ کیا اس معاشرہ میں کبھی کوئی بھوکا رہ سکتا ہے؟ کیا اس معاشرہ میں کوئی دکھی ہوسکتا ہے؟ ایسا معاشرہ ایک جنت نظیر معاشرہ ہوگا جس میں ہر شخص دوسرے کا غم گسار اور مدد گار ہوگا، جہاں رنج، دشمنی، حسد، رقابت جیسے منفی جذبات کا گزر نہیں ہوگا۔

اچھی ہمسائیگی کی مثال

ابو داؤد کعب بن امامہ اچھا پڑوسی ہونے کی وجہ سے اتنے مشہور ہوئے کہ ضرب المثل بن گئے اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ہمسایہ ہو تو ابو داؤد جیسا۔ ان کی عادت تھی کہ اگر ان کے پڑوسی کا کوئی جانور مر جاتا تو وہ اس کے بدلے میں اس کو ویسا ہی جانور دے دیتے، اور اگر کوئی پڑوسی مر جاتا تو اس کے گھر والوں کو اس کی دیت کی مقدار کا مال دے دیا کرتے تھے۔

عبد اللہ بن مبارک ایک معروف بزرگ گزرے ہیں۔ علامہ خوارزمی نے اپنی کتاب مفید العلوم میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک یہودی ان کا پڑوسی تھا، اس نے اپنا گھر بیچنا چاہا۔ جب اس سے قیمت پوچھی گئی تو اس نے دو ہزار بتائی۔ اس سے کہا گیا کہ اس کی

Marfat.com

قیمت تو ایک ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ اس نے کہا: بالکل صحیح ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ ایک ہزار تو مکان کی قیمت ہے اور ایک ہزار عبداللہ بن مبارک کی ہمسائیگی کے ہیں۔ جب یہ بات حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے اس یہودی کو بلا کر اس کے گھر کی قیمت اس کے حوالے کی تا کہ وہ اپنی ضرورت پوری کرے اور فرمایا کہ اسے نہ بیچو۔

Marfat.com

سترھواں باب:

مسلمانوں، غیر مسلموں، جانداروں کے حقوق

مسلمانوں کے حقوق

مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور انہیں آپس میں بھائیوں جیسا سلوک ہی کرنا چاہیے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر بہت سے حقوق مقرر کیے ہیں۔ اگر ہم ان کی پاسداری کریں تو ہمارا اپنا ہی بھلا ہے۔ مسلمانوں کے حقوق اور ان کی پاسداری کے سلسلہ میں سورہ الحجرات کی یہ آیات بڑی معنی خیز ہیں:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿١١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾﴾ (الحجرات: ۱۰۔۱۲)

”مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں، لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو

Marfat.com

برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے۔ جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں، وہی ظالم ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسس نہ کرو، اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو، تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو، اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔''

ان آیات میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ان کے تعلقات بھائیوں جیسے ہونے چاہییں جس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں، نہ ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کریں اور نہ ہی ایک دوسرے کو برے القاب دیں۔ ان باتوں سے دلوں میں دراڑیں پڑتی ہیں اور تعلقات خراب ہوتے ہیں اسی لیے ان سے منع کیا گیا اور انہیں اللہ کی نافرمانی قرار دیا گیا۔ آج ہمارا معاشرہ جس تنزلی کا شکار ہے اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ ہم نے ان قرآنی ہدایات پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔

بدگمانی، تجسس اور غیبت سے بھی منع کیا گیا کیونکہ ان باتوں سے نفرتیں اور دشمنیاں پروان چڑھتی ہیں اور مسلم معاشرہ جاہلی معاشرہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ قرآن و حدیث میں مسلمانوں کے باہمی تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے بے شمار ایسی ہدایات دی گئی ہیں جن پر عمل نہایت آسان ہے لیکن ان کے اثرات بہت مفید اور بہت زیادہ ہیں۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل احادیث:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے اور ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے۔ اس کے ضرر کو اس سے دور کرتا ہے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کی حفاظت کرتا ہے۔'' (حسن: سنن ابوداود: ۴۹۱۸)

یہ بڑی معنی خیز حدیث ہے۔ اس میں تین باتیں فرمائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ مومن،

Marfat.com

مومن کا آئینہ ہے۔ دوسری یہ کہ اس کے ضرر کو دور کرتا ہے یعنی اصلاح کرتا ہے اور تیسری یہ کہ اس کا محافظ ہے۔ آئینہ آپ کے خدوخال صرف آپ کو دکھاتا ہے اور وہ بھی صرف اس وقت جب آپ اس کے سامنے کھڑے ہوں۔ آپ کی حقیقی تصویر دکھاتا ہے، کسی قسم کی مبالغہ آرائی نہیں کرتا اور جب آپ اس کے سامنے سے ہٹ جائیں تو خاموش ہو جاتا ہے۔ایک مومن بھی آئینہ کی طرح اپنے مومن بھائی کو اس کی حقیقی کمزوریوں سے آگاہ کرتا ہے مگر صرف اکیلے میں۔ دوسروں کے سامنے اس کی کمزوریوں کا چرچا نہیں کرتا۔اس کا مقصد صرف اپنے بھائی کی اصلاح ہوتا ہے نہ کہ اس کی رسوائی۔ اس کا مقصد تو اپنے بھائی کی کمزوری کو دور کرنا ہوتا ہے۔ وہ تو اپنے بھائی کی عزت کا محافظ ہے، بھلا وہ اس کی کمزوری کا چرچا کیسے کرسکتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا:

''مومن، مومن کے لیے دیوار کی طرح ہوتا ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط بناتا ہے۔'' (صحیح بخاری: ۶۰۲۶)

ان احادیث کے آئینے میں ہمیں اپنے رویوں پر غور کرنا چاہیے۔ کیا ہم ایک اچھے مسلمان کے معیار پر پورے اترتے ہیں؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے دشمن کے حوالے کرتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں مصروف ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے، اور جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ روزِ قیامت کی پریشانیوں میں سے اس کی پریشانی دور فرمائے گا، اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔'' (صحیح بخاری: ۶۹۵۱)

مسلمانوں کے ساتھ نیک برتاؤ کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ جہنم کی آگ سے دور رہے اور جنت میں داخل ہو، اسے موت اس حالت میں آنی چاہیے کہ وہ شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور لوگوں کے ساتھ وہی برتاؤ کرے جو وہ اپنے ساتھ چاہتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا، اور چھینک مارنے والے (کی چھینک) کا جواب دینا۔'' (صحیح بخاری: ۱۲۴۰۔ صحیح مسلم: ۲۱۶۲)

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیمار کی بیمار پرسی کرنے، جنازے کے ساتھ جانے، چھینک کا جواب دینے، قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام عام کرنے کا حکم دیا ہے۔'' (صحیح بخاری: ۱۲۳۹)

رسول اللہ نے فرمایا:

''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ کون سے حق ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: جب ملاقات ہو تو اسے سلام کرے، جب وہ دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرے، جب نصیحت کا طالب ہو تو نصیحت کرے، جب اس کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو جواباً یرحمک اللہ کہے، جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے اور جب انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جائے۔'' (صحیح مسلم: ۵/ ۲۱۶۲)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ مدت تک چھوڑ دے۔ جب دونوں ملیں تو ایک اِدھر کترا جائے اور دوسرا اُدھر۔ ان میں

Marfat.com

سے بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔'' (صحیح بخاری: ۶۰۷۷۔ صحیح مسلم: ۲۵۶۰)

کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ کوئی ایسا رویہ اختیار کرے جس سے اسے کسی قسم کی تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ ملاحظہ ہو درج ذیل حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم تین آدمی ہو تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں تا کہ تیسرے کو اس سے تکلیف نہ ہو۔'' (صحیح بخاری: ۶۲۸۸۔ صحیح مسلم: ۲۱۸۳)

مسلمان کو خوش کرنا باعثِ مغفرت ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل احادیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے بھائی کو خوش کرنے کے لیے اسے ایسے طریقے سے ملتا ہے جو اسے پسند ہو تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن خوش کر دیں گے۔'' (ضعیف: معجم الصغیر للطبرانی: ۱۱۷۸۔ احمد بن محمد بن ابو بزہ المکی راوی لین الحدیث ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: سلسلۃ الضعیفہ: ۱۲۸۶)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اسبابِ مغفرت میں سے یہ بھی ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی کو خوش کر دو۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ہاں فرائض کے بعد محبوب ترین عمل مسلمان کو خوش کرنا ہے۔'' (ضعیف: معجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۰۷۹۔ لیث بن ابی سلیم وغیرہ راوی ضعیف ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: سلسلۃ الضعیفہ: ۲۱۶۳)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص کسی مسلمان گھرانے کو خوش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت سے کم ثواب پر راضی نہیں ہوتا۔'' (امام طبرانی)

مسلمانوں کو آپس میں تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے تحائف کا تبادلہ کرنا چاہیے۔ اس سے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل احادیث:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

"اے مسلمان عورتو! آپس میں ہدیہ دیا کرو، چاہے بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ بے شک، اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور کینہ دور ہو جاتا ہے۔"

(ضعیف: معجم الاوسط للطبرانی: ۱۵۲۶۔ حمید بن حماد بن خوار راوی لین الحدیث ہے۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہدیہ دیا کرو، بے شک ہدیہ سینہ کے کینہ کو دور کیا کرتا ہے۔"

(حسن: مسند احمد: ۹۲۵۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

"ہدیہ دیا کرو، بے شک اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور کینہ و حسد ختم ہو جاتا ہے۔"

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے: "آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دو اور محبت پیدا کرو۔" (ضعیف: معجم الاوسط للطبرانی: ۵۷۷۵۔ المثنی بن بکر متروک راوی ہے۔ تفصیل دیکھیے: سلسلۃ الضعیفہ: ۳۴۲۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آپس میں تحفوں کا تبادلہ کیا کرو، اس سے باہمی محبت پیدا ہو گی۔" (الادب المفرد: ۵۹۴۔ مسند ابی یعلی الموصلی: ۶۱۲۲)

"ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحفہ قبول فرماتے اور اس کا بدلہ بھی دیا کرتے تھے۔" (صحیح بخاری: ۲۵۸۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر مجھے بازو اور پائے (کے گوشت) پر بھی دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا اور اگر مجھے بازو یا پائے کا تحفہ بھی بھیجا جائے تو میں اسے قبول کروں گا۔"

مراد یہ ہے کہ کسی بھی تحفہ کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے اور اسے خوش دلی سے قبول کرنا چاہیے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس

Marfat.com

شخص کو کوئی تحفہ دیا جائے اور وہ اس کا بدلہ دینے کی قدرت رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ بدلہ دے، اگر بدلہ نہ دے سکے تو اس کی تعریف کرے۔ جس نے تعریف کی، اس نے شکر ادا کر دیا، اور جس نے اسے چھپایا، اس نے ناشکری کی۔'' (سنن ابوداود: ۴۸۱۳۔ اس کی سند میں شرحبیل بن سعد انصاری راوی کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ تاہم شیخ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الصحیحۃ: ۶۱۷ میں صحیح اور شعیب الارناؤوط نے سنن ابوداود میں حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو، تحفہ قبول کرنے سے انکار مت کرو، اور مسلمانوں سے لڑائی نہ کرو۔'' (صحیح ابن حبان: ۵۶۰۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیمار کی بیمار پرسی کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدیوں کو آزاد کرو۔'' (صحیح بخاری: ۳۰۴۶)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ اپنے اہل میں سے کسی کی بیمار پرسی کو جاتے تو اپنا دایاں ہاتھ اس پر پھیرتے اور فرماتے: ''اے اللہ! انسانوں کے رب! بیماری دور کر، شفا دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کسی کی شفا نہیں ہے، ایسی شفا دے جو بیماری ختم کر دے۔'' (صحیح بخاری: ۵۷۴۳۔ صحیح مسلم: ۲۱۹۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی ایسے مریض کی عیادت کو جائے جس کی موت کا وقت ابھی نہ آیا ہو اور اس کے پاس جا کر سات مرتبہ یہ دعا پڑھے:

((اَسْاَلُ اللّٰہ العظیم، رب العرش العظیم، ان یشفیك))

''میں عظیم اللہ سے جو کہ عظیم عرش کا رب ہے، یہ سوال کرتا ہوں کہ وہ تمہیں شفاء دے دے۔''

تو اللہ تعالیٰ اس مریض کو اس بیماری سے شفاء عطا فرما دیتے ہیں۔'' (سنن ابوداود: ۳۱۵۶۔ جامع ترمذی: ۲۲۱۵)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص اللہ کے نام پر تم سے پناہ طلب کرے، اسے پناہ دو اور جو اللہ کے نام پر تم سے سوال کرے، اس کا سوال پورا کرو، اور جو شخص تمہیں دعوت دے، اس کی دعوت قبول کرو، اور جو تمہارے ساتھ بھلائی کرے، اسے بھرپور بدلہ دو۔ اگر بدلہ دینے کے لیے کوئی چیز نہ ملے تو اس کے لیے اتنی دعا کرو، کہ تم سمجھنے لگو کہ اب تم نے اس کے احسان کا بدلہ چکا دیا ہے۔" (سنن ابوداود: ۱۶۷۲۔ سنن نسائی: ۲۵۶۷۔ مسند احمد: ۵۳۶۵)

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ حق ہے کہ اس کے کسی عزیز کے فوت ہونے یا اس کے کسی مصیبت میں مبتلا ہونے پر اس سے تعزیت کی جائے۔ اسے تسلی دی جائے کہ وہ اس مصیبت میں اپنے آپ کو اکیلا نہ سمجھے اور اسے احساس دلایا جائے کہ اور لوگ بھی اس کے غم میں شریک ہیں۔ اللہ کے ہاں اس کا بڑا اجر و ثواب ہے۔ ملاحظہ ہو یہ حدیث:

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کوئی مومن ایسا نہیں ہے جو مصیبت کے موقعہ پر اپنے بھائی سے تعزیت کرے، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے اعزاز و اکرام کی پوشاک نہ پہنائے۔" (ضعیف: سنن ابن ماجہ: ۱۶۰۱۔ قیس ابو عمارہ راوی ضعیف ہے۔ دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۶۱۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی مصیبت زدہ سے تعزیت کرتا ہے تو اس کو بھی اس کے برابر اجر و ثواب ملتا ہے۔" (ضعیف: جامع ترمذی: ۱۰۷۳۔ سنن ابن ماجہ: ۱۶۰۲۔ علی بن عاصم راوی ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۷۶۵)

میت کے گھر والوں کے لیے کھانے کا انتظام کرنا مستحب اور یہ ذمہ داری اس کے قریبی رشتہ داروں کی ہے۔ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی غزوہ موتہ میں شہید ہونے کی اطلاع آئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر والوں کو ان کے لیے کھانے کا انتظام کرنے کا حکم دیا۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آلِ جعفر کے لیے کھانا بنالو، اس لیے کہ ان پر ایک ایسی مصیبت آن پڑی ہے جو انہیں اس سے غافل کردے گی۔'' (حسن: سنن ابوداود: ۳۱۳۲۔ جامع ترمذی: ۹۹۸)

فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ جو لوگ تعزیت کے لیے آئیں ان کے لیے میت کے گھر والوں کا کھانا پکوانا مکروہ ہے۔ البتہ دور سے تعزیت کے لیے آنے والوں کے لیے میت کے گھر والوں کا کھانا پکوانا جائز ہے بشرطیکہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو۔

مومن، مومن کا خیر خواہ اور اس کی عزت، جان و مال کا محافظ ہوتا ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے خیر خواہی کا طالب ہو تو وہ اس کی خیر خواہی کرے۔'' (صحیح مسلم: ۲۱۶۲)

نیز فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے۔ سوال کیا گیا: کس کے لیے؟ فرمایا: اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول، سربراہانِ اہلِ اسلام اور عام مسلمانوں کے لیے۔''
(صحیح مسلم: ۵۵۔ صحیح بخاری: ۵۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور اس کے لیے وہ چیز ناپسند نہ کرے جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے۔'' (صحیح بخاری: ۱۳۔ صحیح مسلم: ۴۵)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے'' (صحیح مسلم: ۲۵۶۴)

نیز فرمایا: ''کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو خوف زدہ کرے۔'' (سنن ابوداود: ۵۰۰۴)

اور آپ ؐ نے فرمایا: ''کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی

Marfat.com

طرف ایذا رسانی کی نظر سے دیکھے بے شک اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہے کہ اہلِ ایمان کو ایذا دی جائے“

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”بے شک تمہارا خون، تمہارے مال، اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔“ (صحیح مسلم:۱۶۷۹)

”تمہاری جانیں، تمہارے مال، تمہاری عزت و آبرو تمہارے درمیان اسی طرح محترم اور مقدس ہیں جس طرح آج کے دن کی حرمت تمہارے اس مہینے اور اس شہر میں محترم اور مقدس ہے۔“ (صحیح بخاری:۶۷)

نیز آپؐ نے فرمایا:

”ایک انسان کے لیے یہی شر کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے“ (صحیح مسلم:۲۵۶۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہے یا مظلوم! لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! مظلوم کی مدد تو سمجھ آتی ہے، ظالم کی مدد کیسے کی جائے؟ آپؐ نے فرمایا: اس کے ہاتھوں کو پکڑ اور اسے ظلم سے باز رکھ! یہی تیری اس کی مدد ہے۔“ (صحیح بخاری:۲۴۴۴)

نیز آپؐ نے فرمایا:

”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے، نہ اسے رسوا کرے، اور نہ اسے حقیر جانے۔“ (صحیح مسلم:۲۵۸۰)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“ (صحیح بخاری:۱۰۔ صحیح مسلم:۴۰)

Marfat.com

نیز آپؐ نے فرمایا:

''مومن وہ ہے جسے اہلِ ایمان اپنی جانوں اور اپنے مالوں پر امین جانیں۔''

(جامع ترمذی: ۲۶۲۷۔ مسند احمد: ۲۳۹۵۸)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو مسلمان کسی ایسے موقع پر دوسرے مسلمان کی مدد کرے، جہاں اس کی عزت پامال اور حرمت حلال گردانی جا رہی ہو، اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے موقع پر اس کی مدد کریں گے جہاں وہ اپنی مدد پسند کرے گا اور جو شخص کسی ایسے موقع پر اپنے بھائی کو رسوا ہونے کے لیے بے یارو مددگار چھوڑ دیتا ہے، جہاں اس کی عزت پامال کی جا رہی ہو تو اللہ تبارک و تعالیٰ بھی اس کو ایسے موقع پر بے یارو مددگار چھوڑ دے گا، جہاں وہ اپنی مدد پسند کرے گا۔''

نیز آپؐ نے فرمایا:

''جو شخص اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے سے جہنم کی آگ ہٹا دیں گے۔''

(جامع ترمذی: ۱۹۳۱۔ مسند احمد: ۲۷۵۳۶)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص کسی مومن سے دنیا کا کوئی غم و مصیبت دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے غم و مصائب میں سے ایک مصیبت دور کرے گا اور جو شخص کسی تنگ دست کو آسانی مہیا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے لیے آسانی فرمائیں گے اور جو کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالتا ہے، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرنے میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں لگا رہتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۶۹۹)

Marfat.com

مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں

ایک دوسرے سے ہمدردی اور ایک دوسرے کا دکھ درد محسوس کرنے میں مسلمانوں کو ایک جسم کی مانند ہونا چاہیے۔ جس طرح جسم کے کسی ایک حصے کی تکلیف انسان اپنے سارے وجود میں محسوس کرتا ہے اور بے آرامی کا شکار ہو جاتا ہے اور جب تک اس تکلیف کا ازالہ نہ ہو جائے اسے چین نہیں آتا، اسی طرح ایک مسلمان کی تکلیف کا احساس سارے مسلم معاشرے کو ہونا چاہیے اور جب تک اس کی تکلیف کا ازالہ نہ ہو لوگ چین سے نہ بیٹھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"آپس میں محبت، رحم اور مہربانی کرنے میں اہلِ ایمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ اگر جسم کے ایک حصے میں تکلیف ہو تو اس کی وجہ سے سارا جسم بیداری اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔" (صحیح مسلم: ۲۵۸۶)

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ایک مومن دوسرے مومن کے لیے اس عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے" (صحیح بخاری: ۴۸۱۔ صحیح مسلم: ۲۵۸۵)

مسلمان ایک دوسرے کے غم گسار اور مددگار ہوتے ہیں اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں، وہ مشکل وقت میں کبھی اپنے مسلمان بھائی کو اکیلا نہیں چھوڑتے۔

مسلمان کو گالی دینا یا اس سے لڑائی کرنا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مسلمان کو گالی دینا گناہ اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔"

(صحیح بخاری: ۴۸۔ صحیح مسلم: ۶۴)

نیز آپؐ نے فرمایا:

"جو شخص کسی کو گناہ یا کفر کا الزام دیتا ہے اور وہ اس کا مستحق نہیں ہے تو وہ

Marfat.com

(الزام) کہنے والے پر لوٹ آتا ہے۔" (صحیح بخاری: ۶۰۴۵۔ صحیح مسلم: ۶۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"آپس میں دو گالی دینے والے جو کچھ کہیں (اس کا گناہ) ابتدا کرنے والے کے سر پر ہوگا، یہاں تک کہ مظلوم زیادتی کرے۔" (صحیح مسلم: ۲۵۸۷)

نیز آپؐ نے فرمایا:

"مُردوں کو گالی نہ دو، کیونکہ وہ اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال کو پہنچ چکے ہیں۔"

(صحیح بخاری: ۱۳۹۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تو جہاں بھی ہے، اللہ جل شانہٗ سے ڈر، برائی ہو جائے تو نیکی کر، وہ برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آ۔" (سنن ترمذی: ۱۹۸۷)

بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت

بڑوں کی عزت کرنا اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت کرنا فطرتِ سلیم کا تقاضا اور اصولِ اخلاق کا اہم جزو ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اس کی بہت اہمیت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے بڑے کی عزت نہیں کرتا اور چھوٹے پر رحم نہیں کرتا۔" (سنن ابوداود: ۴۹۴۳۔ جامع ترمذی: ۲۰۳۲)

نیز آپؐ نے فرمایا: "یہ بات اللہ جل جلالہٗ کی تعظیم میں سے ہے کہ سفید بالوں والے مسلمان کی عزت کی جائے۔" (حسن: سنن ابوداود: ۴۸۴۳)

اور یہ بھی فرمایا کہ بڑے کو پہلے بات کرنے دے، اور اس کی تکرار کی۔"

سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک عمر رسیدہ مسلمان کی، حاملِ قرآن شخص کی جو قرآن کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو اور نہ اس سے اعراض و بے وفائی کرنے والا ہو اور عادل بادشاہ کی عزت کرنا، اللہ کی عزت کرنے کے مترادف ہے۔" (سنن ابوداود: ۴۸۴۳)

Marfat.com

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تین آدمیوں کی تحقیر منافق ہی کیا کرتا ہے: عمر رسیدہ مسلمان اور عالم (دین) اور عادل حکمران۔'' (طبرانی، معجم کبیر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب بھی کوئی نوجوان شخص کسی عمر رسیدہ شخص کا احترام اس کی عمر کی وجہ سے کرتا ہے تو اللہ اس کے لیے ایسے افراد مقرر کر دیتا ہے جو اس کا احترام اس وقت کریں گے جب وہ بڑی عمر کو پہنچ جائے گا۔'' (ضعیف: جامع ترمذی: ۲۰۲۲۔ یزید بن بیان راوی ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: سلسلۃ الضعیفہ: ۳۰۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''ایک معمر آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، وہ آپؐ سے ملنا چاہتا تھا۔ لوگوں نے اس کو راستہ دینے میں دیر لگائی، تو آپؐ نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے۔''

(جامع ترمذی: ۱۹۱۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''برکت تمہارے بزرگوں کے ساتھ ہے۔'' (صحیح ابن حبان: ۵۵۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے اپنے آپؐ کو خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں۔ پھر میرے پاس دو آدمی آئے، ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ میں نے مسواک ان دونوں میں سے چھوٹے کو دے دی تو مجھ سے کہا گیا: بڑے کو دیں تو میں نے بڑے کو دے دی۔'' (صحیح مسلم: ۳۰۰۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تمہارے پاس کسی قوم کا عزت دار آدمی آئے تو اس کی عزت کرو۔''

(حسن: سنن ابن ماجہ: ۳۷۱۲۔ سلسلۃ الصحیحہ: ۱۲۰۵)

Marfat.com

لوگ اکثر خیر و برکت کی دعا کے لیے اپنے بچے رسول اللہ ﷺ کے پاس لاتے تو آپؐ انہیں گود میں بٹھا لیتے اور بعض اوقات بچے پیشاب بھی کر دیتے۔ جب آپؐ سفر سے واپس تشریف لاتے تو بچے آپؐ کی ملاقات کے لیے پہلے پہنچ جاتے، آپؐ انہیں اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیتے اور بعض کو اپنے ساتھیوں کی سواریوں پر سوار کرا دیتے۔ یہ تھی بچوں کے ساتھ آپؐ کی خصوصی عنایت۔ بڑوں کے ساتھ آپؐ کا رویہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک صحابی کا آپؐ کھڑے ہو کر استقبال کیا کرتے تھے، صرف اس لیے کہ ان کی داڑھی میں ایک سفید بال تھا۔

سلام اور اس کے آداب

ہر مذہب و ملت کے لوگ جب آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے کے متعلق اپنے جذبات کے اظہار کے لیے کچھ رسمی جملے بولتے ہیں۔ ایسے مواقع کے لیے اسلام نے جو جملے سکھائے ہیں ان کا جواب نہیں۔ مثلاً ملنے والا کہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔ (تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو) اور دوسرا شخص کہے: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (اور تم پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں) درج ذیل آیت میں اسی بات کی تلقین کی گئی ہے کہ جب آپس میں ملو تو ایک دوسرے کو دعا دو اور جواب دینے والا کم از کم وہی یا اس سے بہتر جواب لوٹائے۔

﴿وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾﴾ (النساء: ۸۶)

”اور جب کوئی احترام کے ساتھ تمہیں سلام کرے تو اس کو اس سے بہتر طریقہ کے ساتھ جواب دو یا کم از کم اُسی طرح، اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔“

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾﴾ (النور: ۲۷)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو، یہ طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔“

Marfat.com

﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ (النور: ۶۱)

''جب گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو، دعائے خیر، اللہ کی طرف سے مقرر فرمائی ہوئی، بڑی بابرکت اور پاکیزہ۔ اِس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے آیات بیان کرتا ہے، توقع ہے کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو گے۔''

سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اسلام میں کیا چیز بہتر ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''کھانا کھلاؤ، اور سلام کرو اس کو بھی جسے تم جانتے ہو، اور اس کو بھی جسے تم نہیں جانتے۔'' (صحیح بخاری: ۱۲۔ صحیح مسلم: ۳۹)

اسلام نے سلام کرنے کے آداب بھی سکھائے ہیں جو کسی اور مذہب و ملت میں نہیں ملتے۔ ملاحظہ ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چھوٹا بڑے کو اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔''

(صحیح بخاری: ۶۲۳۱۔ صحیح مسلم: ۲۱۶۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سوار، پیدل چلنے والے کو سلام کہے اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کہے۔'' (صحیح بخاری: ۶۲۳۲۔ صحیح مسلم: ۲۱۶۰)

اور فرمایا: ''جو شخص سلام سے پہلے کلام شروع کر دے اس کو جواب نہ دو جب تک کہ وہ سلام کے ساتھ ابتدا نہ کرے۔'' (ضعیف: معجم الاوسط للطبرانی: ۴۲۹۔ ھارون ابو الطیب کو امام ہیثمی رحمہ اللہ نے کذاب کہا ہے۔ تفصیل دیکھئے: سلسلۃ الصحیحہ: ۲/ ۴۵۹، ۴۶۰)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا: ''فرشتے اس مسلمان پر تعجب کرتے ہیں جو مسلمان کے پاس سے گزرتا ہے مگر اسے سلام نہیں کہتا۔'' مزید فرمایا: ''پہچاننے والے اور نہ پہچاننے والے سب کو

Marfat.com

سلام کہے۔" (صحیح بخاری: ۱۲۔ صحیح مسلم: ۳۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے سلام کا جواب دیا یہ اس کے لیے باعثِ اجر ہے، اور جس نے سلام کا جواب نہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

(ضعیف: عمل الیوم واللیلۃ: ۲۱۱۔ یہ روایت شاذ ہے۔)

سیّدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سے سب سے زیادہ بہتر وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرے۔" (سنن ابوداود: ۵۱۵۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "بے شک رسول اللہ ﷺ چند لڑکوں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے انہیں سلام کیا۔" (صحیح مسلم: ۲۱۶۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ ﷺ انصار کی ملاقات کے لیے جایا کرتے تھے اور ان کے بچوں کو سلام کیا کرتے تھے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔" (صحیح ابن حبان: ۴۵۹۔ سلسلۃ الصحیحہ: ۵/۱۴۹)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! دو آدمی ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو کون پہلے سلام کرے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ جس کا اللہ سے تعلق زیادہ ہو" (جامع ترمذی: ۲۶۹۴) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ اس شخص کو اللہ سے زیادہ قرب حاصل ہو گا جو سلام میں پہل کرے۔ (سنن ابوداود: ۵۱۹۷) اور مسلم کی ایک روایت میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ بچوں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے انہیں سلام کیا۔ (صحیح مسلم: ۲۱۶۸)

لیکن کفار و مشرکین کو سلام کرنے میں پہل نہیں کرنا چاہیے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو، اور جب اہلِ کتاب تمہیں سلام کریں تو تم "وعلیکم" کہہ دیا کرو۔ (صحیح مسلم: ۲۱۶۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو دوسروں کی مشابہت اختیار کرے، نہ یہود کے ساتھ مشابہت اختیار کرو اور نہ عیسائیوں کے ساتھ: بے شک، یہود کے سلام کرنے کا طریقہ انگلیوں سے اشارہ ہے اور عیسائیوں کا سلام ہاتھ سے اشارہ کرنا ہے۔'' (ضعیف: جامع ترمذی: ۲۶۹۵ ابن لھیعہ مدلس عنعنہ بیان کر رہا ہے۔ تاہم یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرنے میں بہت سی صحیح احادیث مروی ہیں۔)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سلام کو رائج کرو، سلامت رہو گے۔'' (الادب المفرد: ۹۷۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ جنت میں داخل نہ ہو سکو گے جب تک ایمان نہ لاؤ، اور ایمان نہ لاؤ گے جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا تمہیں وہ ترکیب نہ بتا دوں جس سے آپس میں محبت پیدا ہو۔ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں، یا رسول اللہ! فرمایا: آپس میں سلام کو رواج دو۔'' (صحیح مسلم: ۵۴)

سیّدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رحمت والے خدا کی عبادت کرو، کھانے کھلاؤ، سلام کو پھیلاؤ تو جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

(الادب المفرد: ۹۸۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول اللہ! کیا ہم میں سے بعض، بعض کو جھک کر ملیں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ ہم نے عرض کیا: کیا ہم میں سے بعض، بعض کو گلے ملا کریں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، بلکہ مصافحہ کیا کرو۔'' (سنن ابن ماجہ: ۳۷۰۲۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے شواہد کے ساتھ حسن قرار دیا ہے۔)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب دو مسلمان ملتے ہیں اور آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے انہیں بخش دیا جاتا ہے۔'' (حسن: سنن ابوداود: ۵۲۱۲۔ سلسلۃ الصحیحۃ: ۵۲۵)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت

Marfat.com

میں حاضر ہوا اور عرض کیا: السلام علیکم۔ آپؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ جب وہ شخص بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا: دس (نیکیاں) مل گئیں۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ آپؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ جب وہ بھی بیٹھ گیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: بیس (نیکیاں) مل گئیں۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ کہا۔ آپؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ جب وہ بھی بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا: تیس (نیکیاں) مل گئیں۔" (سنن ابوداود: ۵۱۹۵۔ جامع ترمذی: ۲۶۸۹)

بعض مخصوص حالات میں سلام کرنا مکروہ وممنوع ہے۔ مثلاً جب کوئی شخص قضاءِ حاجت کر رہا ہو، غسلخانہ میں ہو، وضو کر رہا ہو، کھانا کھا رہا ہو یا لڑ رہا ہو تو اسے سلام کرنا جائز نہیں۔ نماز، تلاوتِ قرآن، اللہ کے ذکر، دورانِ حج تلبیہ کرنے والوں، خطبۂ جمعہ، تقریر، وعظ، اذان، اقامت، اور درس و تدریس میں مشغول افراد کو سلام نہیں کرنا چاہیے، علمی تحقیق، فیصلہ میں مشغول قاضی و جج یا اسی نوعیت کے دوسرے کام جن میں پوری توجہ اور انہماک کی ضرورت ہو، کو بھی سلام نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کسی شخص نے کسی ایسی حالت میں مصروف شخص کو سلام کیا جس میں سلام کرنا مستحب نہیں ہے تو اس پر سلام کا جواب دینا لازم نہیں ہے۔

چھینک اور جمائی کے آداب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ (الحمد للہ) کہے، اور جب وہ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ) کہہ لے تو اس کا بھائی یا ساتھی (یرحمک اللہ) کہے، اس پر وہ شخص (جسے چھینک آئی) کہے: (يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ) اللہ تجھے ہدایت دے اور تیرے احوال درست رکھے۔" (صحیح بخاری: ۶۲۲۴)

اور ابو داؤد اور ترمذی کی روایت میں آتا ہے کہ وہ (ساتھی) اسے (يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ) کہے یعنی اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ (سنن ابوداود: ۵۰۳۱)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں

Marfat.com

سے کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو اس کا جواب دو اور اگر وہ الحمد للہ نہ کہے تو اس کو چھینک کا جواب نہ دو۔'' (صحیح مسلم: ۲۹۹۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود دو آدمیوں کو چھینک آئی۔ ان میں سے ایک کو آپؐ نے چھینک کا جواب دیا اور دوسرے کو نہ دیا۔ جس کو آپؐ نے جواب نہیں دیا تھا، اس نے عرض کیا: فلاں آدمی کو چھینک آئی تو آپؐ نے اس کا جواب دیا اور مجھے چھینک آئی تو آپؐ نے جواب نہیں دیا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے الحمد للہ کہا تھا اور تم نے الحمد للہ نہیں کہا۔'' (صحیح بخاری: ۶۲۲۵۔ صحیح مسلم: ۲۹۹۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ چھینک کے وقت اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیتے تھے تاکہ آواز پست رہے۔'' (سنن ابوداود: ۵۰۲۹۔ جامع ترمذی: ۲۷۴۵)

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ چھینک اور جمائی لینے میں آواز کو بلند کرنے کو ناپسند کرتے ہیں۔'' (ضعیف: عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۲۶۷۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ دیکھیے: سلسلۃ الضعیفہ: ۳۱۳۷)

اگر کسی شخص کو مسلسل بار بار چھینک آئے تو ایسی صورت میں سنت یہ ہے کہ سننے والا اسے تین مرتبہ تک جواب دے۔ تین مرتبہ کے بعد جواب نہیں دینا چاہیے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری موجودگی میں ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے چھینک آئی۔ آپؐ نے اس کے جواب میں یرحمک اللہ فرمایا۔ اسے دوبارہ یا سہ بارہ چھینک آئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یرحمک اللہ، اس شخص کو زکام ہو گیا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۹۹۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اس کے ہم نشین کو یرحمک اللہ کہنا چاہیے، اور جب وہ تین مرتبہ سے زیادہ چھینکے تو اسے مزکوم (زکام زدہ) کہنا چاہیے اور تین مرتبہ کے بعد یرحمک اللہ نہیں

Marfat.com

کہنا چاہیے۔'' (صحیح بشواہدہ: عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۲۵۱۔ تفصیل دیکھئے: عجالۃ الراغب: لسلیم بن عید الہلالی، رقم: ۲۵۲)

غیر مسلم کی چھینک کے جواب میں یھدیکم اللہ کہنا مسنون ہے۔

سیّدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس قصداً چھینکا کرتے تھے تا کہ ان کی چھینک کے جواب میں آپ ﷺ انہیں یرحمک اللہ (اللہ تم پر رحم فرمائے) کہیں، لیکن آپ ﷺ انہیں جواب میں **يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ** (اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری اصلاح کرے) فرمایا کرتے تھے۔'' (سنن ابوداود: ۵۰۳۸۔ جامع ترمذی: ۲۷۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جمائی کو ناپسند فرماتے ہیں۔ جمائی شیطان کے اثر سے آتی ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی شخص کو جمائی آنے لگے تو جہاں تک ہو سکے اسے روکنے کی کوشش کرے، اس لیے کہ جب تم میں سے کوئی شخص جمائی لیتا ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے۔'' (صحیح بخاری: ۶۲۲۶)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی شخص کو جمائی آئے تو اسے اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لینا چاہیے، تا کہ شیطان نہ داخل ہو سکے۔'' (صحیح مسلم: ۲۹۹۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند، لہٰذا تم میں سے جب کسی شخص کو جمائی آئے تو اسے ہا ہا نہیں کرنا چاہیے، اس لیے کہ یہ شیطانی اثر کی وجہ سے ہوتا ہے جس کو سن کر وہ ہنستا ہے۔'' (جامع ترمذی: ۲۷۴۶)

غیر مسلموں کے حقوق

اسلام میں نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کے حقوق کا خیال رکھنے اور ان کے ساتھ عدل و انصاف اور نیکی کا رویہ رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ الممتحنہ کی یہ آیت:

﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ

Marfat.com

دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝﴾

(الممتحنہ:۸)

"اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

اسلام کسی شخص کو بھی ناجائز تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ "اسلام میں نہ تو (کسی کو) تکلیف پہنچانا (جائز) ہے اور نہ ہی پہنچائی گئی تکلیف سے زیادہ اذیت دینا (جائز) ہے۔" (معجم الاوسط للطبرانی: ۵۱۹۳۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ محمد بن اسحق مدلس عنعنہ بیان کر رہے ہیں تاہم البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے: الارواء: ۸۹۶)

حضرت ابوصرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے (کسی کو) تکلیف پہنچائی، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے تکلیف پہنچائے گا۔" (سنن ابوداود: ۳۶۳۵۔ جامع ترمذی: ۲۰۵۴۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے: سلسلۃ الصحیحہ: ۱/ ۴۹۸)

انسانی معاملات میں مسلمان کا رویہ کافر کے ساتھ بھی رحمت اور مہربانی کا ہونا چاہیے۔ بھوکے کو کھانا کھلانا، پیاسے کو پانی پلانا، بیمار کا علاج کرانا، کافر کی جان کو خطرہ ہو تو اس کی جان بچانے کی کوشش کرنا اور اس کو تکلیف دینے سے اجتناب کرنا، مسلمان کے فرائض میں شامل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تو زمین والوں پر رحم کر، آسمان والا تجھ پر رحم کرے گا۔"

(معجم الکبیر للطبرانی: ۲۵۰۲۔ سلسلۃ الصحیحہ: ۹۲۵)

نیز آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے: "ہر زندہ، جگر والی مخلوق (کا بھلا کرنے) میں اجر ہے۔"

(سنن ابن ماجہ: ۳۶۸۶۔ مسند احمد: ۱۷۵۸۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: "اے میرے بندو! میں نے ظلم کرنا اپنے نفس پر حرام کر لیا ہے اور تمہارے لیے بھی اسے حرام قرار دیا ہے، پس ایک

Marfat.com

دوسرے پر ظلم و زیادتی نہ کرو۔'' (صحیح مسلم: ۲۵۷۷)

نیز آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی ذمی کو ایذا دے گا میں قیامت کے دن اس کا دشمن ہوں گا۔''

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے لشکر کو رخصت کیا تو انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: یاد رکھو، کسی عورت، بوڑھے اور بچے کو قتل نہ کرنا، نہ کسی کھجور کے درخت کو اکھاڑنا، اور نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا، اور تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جو گرجا گھروں اور عبادت گاہوں میں مقیم ہیں، ان سے کوئی تعرض نہ کرنا۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بوڑھے یہودی کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھ کر اس سے پوچھا کہ وہ بھیک کیوں مانگ رہا ہے؟ کیا اسے حکومت کی طرف سے وظیفہ نہیں ملتا؟ کیا وہ اس کی ضروریات کے لیے کافی نہیں ہے؟ بوڑھے نے جواب دیا: وظیفہ تو ملتا ہے اور وہ اس کے طعام و قیام کے لیے کافی بھی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: پھر تو بھیک کیوں مانگ رہا ہے؟ اس نے جواب دیا: میں جزیہ کی رقم ادا کرنے کے لیے بھیک مانگ رہا ہوں۔ حضرت عمر نے شوریٰ کے مشورہ سے بوڑھے غیر مسلموں سے جزیہ معاف کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ (جزیہ وہ ٹیکس ہے جو غیر مسلم شہریوں سے ان کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کے بدلے لیا جاتا تھا)

جانداروں کے حقوق

اسلام میں جانوروں کے ساتھ بھی مہربانی اور رحم کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ان کے ساتھ ظلم و زیادتی سے منع کیا گیا ہے، انہیں بھوکا رکھنے یا ان کی طاقت سے زیادہ کام لینے سے منع کیا گیا ہے۔ بلاوجہ ان کو تکلیف دینے کی ممانعت کی گئی ہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک پرندے کو پکڑ کر اسے اپنے تیروں کا تختۂ مشق بنا رہے ہیں، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو روح والی چیز کو تیر اندازی کے لیے ہدف بناتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۹۵۸)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر قتل کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ ایک دن آپؐ نے ایک سرخ چڑیا کو دیکھا کہ اپنے بچوں کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اس کے بچے ایک صحابی نے گھونسلے سے اٹھا لیے تھے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ''جس نے اس کو اس کے بچوں کا دکھ دیا ہے وہ ان بچوں کو اسے واپس کر دے۔'' (سنن ابوداود: ۲۶۷۵)

رسول اللہ ﷺ نے تلقین فرمائی ہے کہ جب تم جانور کو ذبح کرو تو چھری کی دھار تیز کر لو، تاکہ ذبح کرتے وقت جانور کو تکلیف نہ ہو۔ (صحیح مسلم: ۱۹۵۵)

جانوروں پر ظلم کی وجہ سے انسان واصلِ جہنم بھی ہو سکتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوئی کیونکہ اس نے بلی کو باندھا اور نہ اسے کھلایا نہ پلایا اور نہ ہی اسے آزاد کیا کہ زمین کے جانور شکار کر کے کھا لیتی، یہاں تک کہ وہ بھوک کی وجہ سے مر گئی۔'' (صحیح بخاری: ۲۳۶۵۔ صحیح مسلم: ۲۲۴۲۔ تنبیہ: بطورِ فائدہ یہاں یہ بات یاد رہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا موقف تھا کہ وہ عورت کافرہ تھی۔ دیکھیے: سیرت عائشہ از سلیمان ندوی)

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ چیونٹیوں کے ایک بل کے پاس سے گزرے جسے آگ سے جلا دیا گیا تھا، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''آگ کی سزا تو آگ کے مالک کے سوا کسی کے لیے دینا سزاوار نہیں ہے۔'' (سنن ابوداوٗد: ۵۲۶۸)

مصر کے شہر قاہرہ کے جنوب میں واقع ایک قدیم شہر کا نام فسطاط ہے، جس کے معنی ہیں خیمہ۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن العاص نے مصر فتح کیا تو ان کے خیمے میں ایک کبوتری نے گھونسلہ بنا لیا۔ جب حضرت عمرو وہاں سے کوچ کرنے لگے تو ان کی نظر گھونسلے پر پڑی، انہوں نے مناسب نہ سمجھا کہ خیمہ کو اکھاڑ کر کبوتری کو بے گھر کیا جائے، چنانچہ انہوں نے خیمہ کو ویسے ہی چھوڑ دیا۔ بعد میں لوگوں نے اس کے اردگرد مکانات بنا لیے، یوں ایک شہر بس گیا اور اس کا نام ہی فسطاط یعنی خیمے والا شہر پڑ گیا۔ یہ ایک جاندار پر رحم کرنے کا جذبہ تھا جس نے ایک شہر کی بنیاد رکھ دی اور یہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا

Marfat.com

اثر تھا جس نے ان لوگوں کے دلوں میں پرندوں کے لیے بھی جذبہ ترحم پیدا کر دیا جو اپنی بیٹیوں پر بھی ترس نہیں کھاتے تھے اور انہیں زندہ گاڑ دینے میں فخر محسوس کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک دنبے کو ذبح کرنے کے لیے اسے ٹانگ سے پکڑ کر گھسیٹ رہا ہے تو اسے ڈانٹ کر کہا: تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اسے موت کی جانب نرمی سے لے کر جاؤ۔

Marfat.com

چوتھا حصہ

اخلاقیات

Marfat.com

انسانی زندگی میں اخلاق کی بہت اہمیت ہے۔ ہر مہذب شخص خواہ وہ کسی بھی مذہب و ملت سے تعلق رکھتا ہو اچھے اخلاق کو پسند کرتا ہے اور بُرے اخلاق سے نفرت کرتا ہے۔ جو لوگ خود کسی برائی میں ملوث ہوتے ہیں وہ بھی اپنی اولاد کے لیے یہ پسند نہیں کرتے کہ ان کی اولاد بھی اس برائی میں ملوث ہو جس میں وہ خود ملوث ہیں۔ کبھی کسی انسان کو برائی کی تعریف میں رطب اللسان نہیں پایا گیا چاہے وہ خود برائیوں میں لت پت ہو۔ انسانی فطرت برائی سے نفرت کرتی ہے الا یہ کہ اسے بالکل ہی مسخ کر دیا گیا ہو۔ بعض اوقات بعض معاشروں میں کچھ برائیاں اس قدر پھیل جاتی ہیں کہ ان کے خلاف نفرت کم ہو جاتی ہے اور وہ اس معاشرہ میں جڑ پکڑ لیتی ہے۔ یہاں بھی یہ برائیاں برائی کے نام پر نہیں پھیلائی جاتیں بلکہ کچھ گمراہ لوگ انہیں اچھائی کے لبادے میں پیش کرتے ہیں جسے سے عام لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں اور انہیں اچھائی سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں حتی کہ وہ معاشرتی اقدار کا حصہ بن جاتی ہیں۔

برائی جب بھی پھیلائی گئی ہے اچھائی کے نام سے ہی پھیلائی گئی ہے۔ ابلیس نے جب آدم علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کی تو قسمیں کھا کر انہیں یقین دلایا کہ میں آپ کا سچا خیر خواہ ہوں۔ ملاحظہ ہوں سورۃ الاعراف کی یہ آیات:

﴿وَ قَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ﴾ (الاعراف: ۲۰-۲۲)

”اس نے ان سے کہا: تمہارے رب نے تمہیں جو اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ، یا تمہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل نہ ہو جائے، اور اس نے قسم کھا کر ان سے کہا کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔ اس طرح دھوکا دے کر وہ ان دونوں کو رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لے آیا۔“

شیطان اپنے چیلوں کے ذریعے برائی کو ہمیشہ خوش نما بنا کر پیش کرتا ہے۔ ملاحظہ ہوں

Marfat.com

درج ذیل آیات:

﴿وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ (الانعام: ۴۳)

''اور شیطان نے ان کو اطمینان دلایا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو خوب کر رہے ہو۔''

﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِیُّهُمُ الْیَوْمَ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ (النحل: ۶۳)

''اللہ کی قسم! اے محمدؐ! تم سے پہلے بھی بہت سی قوموں میں ہم رسول بھیج چکے ہیں (اور پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے کہ) شیطان نے اُن کے بُرے کرتوت اُنہیں خوشنما بنا کر دکھائے (اور رسولوں کی بات انہوں نے مان کر نہ دی) وہی شیطان آج اِن لوگوں کا بھی سرپرست بنا ہوا ہے اور یہ دردناک سزا کے مستحق بن رہے ہیں۔''

﴿وَ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ قَدْ تَّبَیَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَ كَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ﴾

(العنکبوت: ۳۸)

''اور عاد و ثمود کو ہم نے ہلاک کیا، تم وہ مقامات دیکھ چکے ہو جہاں وہ رہتے تھے اُن کے اعمال کو شیطان نے اُن کے لیے خوشنما بنا دیا اور انہیں راہِ راست سے برگشتہ کر دیا حالانکہ وہ ہوش گوش رکھتے تھے۔''

اسلام میں اخلاقیات پر بہت زور دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ کو اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز کیا گیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اسلام ایک اخلاقی تحریک ہے جس کی بنیاد عقیدہ توحید اور آخرت میں احساس جوابدہی پر رکھی گئی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ حصہ دو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں قرآن و حدیث کی روشنی میں مختلف اخلاقی خوبیوں اور خامیوں کا جائزہ لیا گیا ہے اور دوسرے باب میں ان اخلاقی خامیوں سے بچنے کا طریقہ کار تجویز کیا گیا ہے۔

Marfat.com

اٹھارھواں باب:

حسن اخلاق

حُسن اخلاق خالق کی خوشنودی اور مخلوق میں ہر دل عزیزی کا بہترین ذریعہ ہے۔ انسان کتنا ہی عالم و فاضل اور عابد و زاہد کیوں نہ ہو اگر وہ حسن اخلاق سے محروم ہے تو اس کا علم و زہد سب بے کار ہیں۔ وہ اللہ کے ہاں بھی اور مخلوق میں بھی عزت سے محروم رہے گا۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا لب لباب اگر ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو وہ حسن اخلاق ہے۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے تین مرتبہ یہ سوال کیا: دین کیا ہے؟ آپ ﷺ نے تینوں مرتبہ یہی جواب دیا: ’’حسن اخلاق۔‘‘

اسلام میں اچھے اخلاق کی بڑی اہمیت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں فرمایا:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝﴾ (القلم: ۴)

’’اور بیشک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو‘‘

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہترین شخص تھے۔ (سنن ابوداود: ۴۷۷۳۔ صحیح مسلم: ۲۳۰۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے آپ ؐ کی دس سال تک مدینہ منورہ میں خدمت کی اور میں لڑکا تھا اور میرا ہر ایک کام آپ ؐ کی مرضی کے مطابق نہیں تھا لیکن آپ ؐ نے کبھی اُف نہیں فرمایا اور نہ کبھی آپ ؐ نے یہ فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہ کیا۔

(سنن ابوداود: ۴۷۷۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’نیک چال چلن، خوش اخلاقی اور اعتدال نبوت کے پچیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔‘‘ (حسن: سنن

Marfat.com

ابوداود:۴۷۷۶)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومنین میں سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ ہیں جو اخلاق میں سب سے اچھے ہیں۔'' (سنن ابوداود: ۴۶۸۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز میرے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ محبوب اور قریب بیٹھنے والے لوگ وہ ہیں جو بہترین اخلاق والے ہیں اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور دور رہنے والے لوگ وہ ہیں جو زیادہ باتیں کرنے والے، بلاسوچ سمجھے اور بلا احتیاط بولنے والے اور تکبر کرنے والے ہیں۔''

(جامع ترمذی: ۲۰۱۸)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''میں اس شخص کے لیے جنت کے بلندترین حصے میں گھر کا ضامن ہوں جس نے اپنا اخلاق اچھا کرلیا۔'' (سنن ابوداود: ۴۸۰۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسے اعمال جنت میں زیادہ داخلے کا سبب بنیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کا خوف اور اچھا اخلاق۔ (جامع ترمذی: ۲۰۰۴)

حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حسن اخلاق کو پورا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔''

(مؤطا امام مالک بروایۃ ابی مصعب الزہری: ۱۸۸۵)

یہی حدیث امام بخاریؒ نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

حضرت یحیٰی بن سعید بیان کرتے ہیں کہ ان تک یہ بات پہنچی ہے کہ آدمی حُسنِ خُلق کی وجہ سے رات بھر عبادت کرنے والے اور دن بھر پیاسے رہنے والے (روزہ دار) کا درجہ حاصل کرلیتا ہے۔'' (مؤطا امام مالک: ۱۸۸۷)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مومن اپنے حسن خلق کی وجہ سے رات کو قیام کرنے والے اور دن کو روزہ

Marfat.com

رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔'' (سنن ابوداود: ۴۷۹۸)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے:

''اے اللہ! تو نے میری پیدائش اچھی کی ہے، میرا اخلاق بھی اچھا کردے۔''

(مسند احمد: ۲۴۳۹۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

''کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ تم میں سے بہترین لوگ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جن کی عمریں لمبی ہوں اور اخلاق اچھے ہوں۔'' (مسند احمد: ۷۲۱۲)

حضرت نواس رضی اللہ عنہ بن سمعان بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا:

''نیکی حسنِ خُلق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں تردد پیدا کرے اور تو ناپسند کرے کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔'' (صحیح مسلم: ۲۵۵۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میرے نزدیک تم میں سے انتہائی محبوب وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔''

(صحیح بخاری: ۳۷۵۹)

اور انہی سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ ''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔'' (صحیح بخاری: ۳۵۵۹۔ صحیح مسلم: ۲۳۲۱)

مزینہ کے ایک شخص سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! انسان کو جو کچھ دیا گیا ہے اس میں سب سے بہتر کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: حُسنِ اخلاق۔''

(شعب الایمان: ۷۶۲۶)

حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن مومن کے میزان میں سب سے بھاری چیز حُسنِ خُلق ہے اور

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فحش بکنے والے اور بے ہودہ گو کو دشمن رکھتا ہے۔"

(سنن ابوداود: ۴۷۹۹۔ جامع ترمذی: ۲۰۰۳)

اور انہی سے مروی ایک دوسری روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میزان میں حسنِ اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ رکھی جائے گی اور یقیناً اچھے اخلاق والا شخص روزے دار اور نماز پڑھنے والے کا درجہ پا لیتا ہے۔" (سنن ابوداود: ۴۷۹۹)

یہاں روزے اور نماز سے مراد نفلی روزے اور نمازیں ہیں۔ فرض نماز میں کوتاہی کرنے والے کا تو ایمان ہی مشکوک ہے، اس کے درجات کا کیا سوال؟

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (یمن جاتے ہوئے) جب میں رکاب میں پاؤں رکھنے لگا تو آخری وصیت جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے کی، یہ تھی کہ اے معاذ! لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔" (مؤطا امام مالک: ۱۸۸۱)

نرم خوئی اور خوش مزاجی، خوش اخلاقی کا حصہ ہے۔ اس کے بغیر حسنِ اخلاق کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ رسول اللہ کی نرم خوئی کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ﴾ (آل عمران: ۱۵۹)

"(اے پیغمبرؐ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم اِن لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو ورنہ اگر کہیں تم تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے"

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نرم خو اور مہربان ہے، نرمی اور مہربانی کو پسند کرتا ہے اور نرمی و مہربانی پر وہ چیز دیتا ہے جو سختی پر نہیں دیتا اور نرمی پر وہ چیز دیتا ہے جو اس کے سوا کسی چیز پر نہیں دیتا" (صحیح مسلم: ۲۵۹۳)

Marfat.com

اور مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''نرمی کو لازم پکڑ اور سختی اور برائی سے بچ ! نرمی کسی چیز میں نہیں ہوتی مگر اس کو زینت بخشتی ہے اور کسی چیز سے دور نہیں کی جاتی مگر اس کو عیب دار بنا دیتی ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۵۹۴)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب اللہ تعالیٰ کسی گھرانے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان میں نرمی ڈال دیتا ہے۔'' (مسند احمد: ۲۴۴۲۷)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جسے نرمی میں سے اس کا حصہ دیا گیا، بے شک اسے خیر میں سے اس کا حصہ دے دیا گیا، اور جو اس کے نرمی کے حصے سے محروم کیا گیا، بے شک وہ اس کے خیر کے حصے سے محروم کر دیا گیا۔'' (جامع ترمذی: ۲۰۱۳)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو نرمی سے محروم کیا گیا وہ نیکی سے محروم کیا گیا۔'' (صحیح مسلم: ۲۵۹۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ آگ پر کون شخص حرام ہے اور آگ کس پر حرام ہے؟ (پھر فرمایا) ہر اس شخص پر جو نرم مزاج اور نرم خو ہو اور جس سے لوگ آسانی سے قریب ہو سکیں۔'' (جامع ترمذی: ۲۴۸۸۔ مسند احمد: ۳۹۳۸)

حسنِ اخلاق کی بدولت انسان اپنے دشمنوں کو بھی دوست بنا لیتا ہے اور برے اخلاق کی وجہ سے دوستوں کو کھو دیتا ہے اور انہیں دشمن بنا لیتا ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ حٰم السجدہ کی یہ آیت:

﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿٣٤﴾﴾ (حٰم السجدہ: ۳۴)

''نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اُس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو، تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا

Marfat.com

ہے۔"

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ "نیکی اچھے اخلاق (ہی کا نام) ہے۔"

(جامع ترمذی: ۲۳۸۹)

گویا اچھے اخلاق سے جانی دشمن کو جگری دوست بنایا جا سکتا ہے، اور نیکی اور اچھا اخلاق دو الگ چیزیں نہیں ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"دو خصلتیں منافق میں جمع نہیں ہو سکتیں: اچھا اخلاق اور دین کی سمجھ۔"

(ضعیف: جامع ترمذی: ۱۹۶۲۔ صدقہ بن موسیٰ راوی ضعیف ہے۔)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:
"تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ سے ڈرو اور برائی کے بعد نیکی کرو تو نیکی برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔" (جامع ترمذی: ۱۹۸۷)

حسنِ اخلاق فی الواقع اخلاقی خوبیوں کے مجموعہ کا نام ہے، اس میں وہ ساری خوبیاں شامل ہیں جو کسی اچھے انسان میں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ حیا دار ہو، زبان کا سچا، نیکو کار اور نیکی کے کاموں میں سبقت کرنے والا ہو، دل کا غنی اور سخاوت شعار ہو، شجاع، عادل، کریم اور احسان کرنے والا ہو۔ گفتار کا نہیں بلکہ کردار کا غازی ہو، تعلقات کو توڑنے والا نہیں بلکہ جوڑنے والا ہو، عزت و ناموس کی حفاظت کرنے والا، حلیم الطبع اور لوگوں کا قدر دان ہو، وفا شعار، صبر کرنے والا، مستقل مزاج اور راضی برضا ہو۔ گالم گلوچ اور لعنت کرنے والا نہ ہو، غیبت اور چغلخوری میں ملوث نہ ہو، کسی کے خلاف حسد، کینہ اور بغض نہ رکھتا ہو، بخیل اور کنجوس نہ ہو، بے فائدہ کاموں میں وقت ضائع نہ کرے، اس کی محبت اور نفرت اللہ کے لیے ہو۔

جب کوئی شخص اپنے اندر سارے اخلاقی محاسن جمع کر لے، اپنے آپ کو سارے رذائل سے بچا لے اور خود کو اللہ کی رضا میں ڈھال لے تو وہ حسنِ اخلاق کا نمونہ بن جاتا ہے۔ ذیل میں قرآن و حدیث کی روشنی میں ان اخلاقی محاسن کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے جو اچھے اخلاق کے

Marfat.com

لیے ضروری ہیں اور ان اخلاقی رذائل کا بھی جائزہ لیا جا رہا ہے جن سے بچنا ضروری ہے۔

حیاء

حیاء ایمان کا جزو، اعلیٰ انسانی اقدار کا مظہر اور نیکی کا سرچشمہ ہے۔ حیا برائی کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ یہ حیا ہی ہے جو انسان کو فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ بے حیا انسان کوئی بھی برائی کرنے سے نہیں جھجکتا، اس کے اندر حیا کا مادہ ہی مفقود ہو گیا ہے یا بہت کمزور ہو چکا ہے اس لیے وہ برائی کو برائی سمجھتا ہی نہیں اور ہر قسم کی برائی کرنا اس کے لیے آسان ہوتا ہے۔

علماء کا بیان ہے کہ حیاء ایسے خلق کا نام ہے جو انسان کو بُری چیزوں کے چھوڑنے پر آمادہ کرتا اور کسی حقدار کے حق میں کوتاہی کرنے سے باز رکھتا ہے۔ چنانچہ ابو القاسم بغدادی سے منقول ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا ملاحظہ کرنے اور اس کے مقابلہ میں اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرنے سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کو حیاء کہا جاتا ہے۔

حیا انسانی فطرت کا جزو اور اس کا تقاضا ہے۔ فطری طور پر ہر انسان با حیا ہوتا ہے لیکن ثقافتی اور معاشرتی اقدار اس پر اثر انداز ہو کر اسے بے حیا بنا دیتی ہیں جیسا کہ رسول اللہ کی اس حدیث میں بیان فرمایا گیا کہ ہر بچہ فطرتِ سلیم (اسلام) پر پیدا کیا جاتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔

انسان کے فطری طور پر با حیا ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ جنت میں قیام کے دوران جب اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کا جنتی لباس چھن گیا تو انہیں بڑی شرم محسوس ہوئی اور انہوں نے اپنے بدن کو پتوں سے ڈھانپنا شروع کر دیا۔

ملاحظہ ہوں سورہ الاعراف کی یہ آیات:

﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝٢٠ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝٢١ فَدَلّٰىهُمَا

Marfat.com

بِغُرُوۡرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتۡ لَهُمَا سَوۡاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا یَخۡصِفٰنِ عَلَیۡهِمَا
مِنۡ وَّرَقِ الۡجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمۡ اَنۡهَكُمَا عَنۡ تِلۡكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلۡ
لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا ٜ وَ اِنۡ لَّمۡ
تَغۡفِرۡ لَنَا وَ تَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۲۳﴾ (الاعراف: ۲۰۔۲۳)

''پھر شیطان نے اُن کو بہکایا، تا کہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں، ان کے سامنے کھول دے۔ اس نے ان سے کہا، ''تمہارے رب نے تمہیں جو اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اِس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ، یا تمہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل نہ ہو جائے۔ اور اس نے قسم کھا کر ان سے کہا کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔ اس طرح دھوکا دے کر وہ ان دونوں کو رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لے آیا۔ آخر کار جب انہوں نے اس درخت کا مزا چکھا، تو ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔ تب ان کے رب نے انہیں پکارا: ''کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہ روکا تھا اور نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟'' دونوں بول اٹھے، ''اے رب، ہم نے اپنے اوپر ستم کیا، اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے۔''

ان آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شیطان کا انسان پر پہلا حملہ اس کے فطری جذبۂ شرم و حیا پر تھا۔ اس نے انسان کو ایک دوسرے کے سامنے برہنہ کرنے کی کوشش کی۔ یہ شیطان کی بڑی کارگر چال ہے۔ دنیا میں جتنی بھی بے خدا تہذیبیں گزری ہیں یا موجود ہیں، بے حیائی ان کا خاصہ رہی ہے اور ہے۔ بے حیائی کی وجہ سے جنسی بے راہ روی کا جو فساد کسی معاشرے میں پھیلتا ہے وہ کسی کے روکے نہیں رکتا، اس لیے کہ جنسی کشش انسانی فطرت کا حصہ ہے۔ یہ حیا کا جذبہ ہی ہے جو انسان کو بے راہ روی سے روکتا ہے۔

بے خدا تہذیبوں میں جنسی تعلقات پر کوئی قدغن نہیں ہوتی، اس لیے آہستہ آہستہ حیا کا

Marfat.com

فطری جذبہ کمزور ہو جاتا ہے اور جب یہ جذبہ کمزور پڑ جائے تو جنسی بے راہ روی کے فساد کو کوئی نہیں روک سکتا۔ یہ فساد بالآخر معاشرے کی تباہی پر منتج ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے رشتوں کا تقدس پامال ہوتا ہے، گھر ٹوٹتے ہیں، بن باپ کے بچوں کی کثرت ہو جاتی ہے، ماں، بیٹی اور بہن کے مقدس رشتے ہوس کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ یہ محض خدشات نہیں ہیں بلکہ ماضی میں ایسا ہو چکا ہے۔ پرانی تہذیبوں میں لوگوں نے محرمات کے ساتھ شادیاں تک کی ہیں۔ آج بھی مغربی معاشروں میں محرمات کے ساتھ ناجائز تعلقات کی مثالیں موجود ہیں۔

حیاء کا سب سے زیادہ مستحق اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا: ''لوگوں سے زیادہ اللہ کا حق ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔'' (صحیح بخاری قبل: ۲۷۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیا ہی نیکی کا سرچشمہ ہے۔ جو آدمی اللہ تبارک وتعالیٰ سے حیا کرتا ہو، کیا وہ کبھی اللہ کی نافرمانی کرسکتا ہے؟ اللہ تو ہر وقت ہر کسی کو دیکھ رہا ہے!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حیاء ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں لے جاتا ہے اور بے حیائی ظلم ہے اور ظلم جہنم میں لے جاتا ہے۔'' (جامع ترمذی: ۲۰۰۹)

حضرت زید بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر دین کا ایک خُلق (طرۂ امتیاز) ہوتا ہے اور اسلام کا خُلق (طرۂ امتیاز) حیا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ: ۴۱۸۱۔ اس کی سند میں معاویہ بن یحییٰ راوی ضعیف ہے، تاہم البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ دیکھئے: سلسلۃ الصحیحہ: ۹۴۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں اور حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔'' (صحیح بخاری: ۹)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ! اگر حیاء کسی انسانی روپ میں ہوتی تو نیک و صالح آدمی ہوتی اور اگر فحش و برائی انسانی شکل میں ہوتی تو بہت بُرا آدمی ہوتی۔'' (ضعیف: شعب الایمان: ۷۳۲۶۔ عبدالرحمٰن التیمی ابو غرارہ

Marfat.com

بنا دیتی ہے اور حیا کسی بھی چیز میں نہیں ہوتی

مع ترمذی: ۲۰۸۹۔ سنن ابن ماجہ: ۴۱۸۵)

سول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہے۔'' (صحیح بخاری: ۶۱۱۷۔ صحیح مسلم: ۳۷)

ں ﷺ نے فرمایا: ''حیاء اور ایمان ایک

ں سے ایک کو اٹھا لیا جاتا ہے تو دوسرے کو

۷۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ صحیح جامع

ں ہے کہ جب ان دونوں میں سے ایک کو

ے۔'' (شعب الایمان: ۷۳۲۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان کی ستر

میں سب سے اعلیٰ لا الہ الا اللہ کہنا اور سب

اور شرم و حیا بھی ایمان کی شاخ ہے۔''

، کہ رسول اللہ ﷺ کنواری لڑکی جو حیا کی

تھے۔ جب آپؐ کسی ناگوار چیز کو دیکھتے تو

تھے۔'' (صحیح بخاری: ۶۱۱۹۔ صحیح مسلم: ۲۳۲۰)

Marfat.com

کسی جنگ میں ایک عورت کا بیٹا شہید ہو گیا تو وہ نقاب اوڑھ کر اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آئی۔ لوگوں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا کہ اس حالت میں بھی اسے پردے کی فکر ہے، تو اس نے کہا: میں نے اپنا بیٹا کھویا ہے، حیاء نہیں، لوگو! اولاد کی مصیبت میں مبتلا ہو جانا بے حیائی کی مصیبت میں گرفتار ہو جانے سے کہیں بہتر ہے۔

اخلاص

اخلاص کے معنی ہیں دل کی صفائی، بے غرض دوستی، وفا داری، بے ریا محبت، سچے دل سے اور رجوعِ قلب سے عبادت، ایسی عبادت جس میں اللہ کی خوشنودی کے سوا کوئی غرض نہ ہو۔ اخلاص ایمان کی بنیادی شرط ہے۔ اگر ایمان میں اخلاص نہ ہو تو منافقت ہے۔ اخلاص کے بغیر کیا گیا عمل بے کار اور تضیع اوقات ہے۔ اللہ کے ہاں ایسا عمل نہ صرف نامقبول اور اجر سے خالی ہے بلکہ مستوجبِ سزا بھی ہے۔ اسی لیے منافقین کو کفار سے بھی سخت سزا دی جائے گی۔ ملاحظہ ہو سورہ النساء کی یہ آیت:

﴿إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴾ (النساء: ۱۴۵)

"یقین جانو کہ منافق جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں جائیں گے اور تم کسی کو اُن کا مددگار نہ پاؤ گے۔"

جس شخص میں اخلاص نہ ہو دنیا میں بھی اس کی کوئی قدر نہیں ہوتی، وہ ایک ناقابلِ بھروسا شخص ہے، اس کی دوستی پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، وہ کسی وقت بھی دھوکا دے سکتا ہے۔ اخلاص کی دنیا میں بھی بڑی قدر و قیمت ہے اور آخرت میں بھی۔ اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے دین میں اخلاص پیدا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات:

﴿وَ مَآ أُمِرُوْٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ﴾ (البينة: ۵)

"اور اُن کو اِس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں اپنے دین کو

Marfat.com

تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا۔ وہی اللہ (جس کے یہ کام ہیں) تمہارا رب ہے، بے حساب برکتوں والا ہے وہ کائنات کا رب۔ وہی زندہ ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اُسی کو تم پکارو اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے۔ ساری تعریف اللہ ربّ العالمین ہی کے لیے ہے۔''

درج بالا تمام آیات میں ایک ہی بات مختلف انداز میں بیان کی گئی ہے کہ دین کو اللہ کے لیے خالص کرلو۔ جب تک آپ کے ایمان میں اخلاص نہیں ہوگا اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی۔ اللہ کے ہاں صرف کھرا سکہ ہی چلتا ہے۔ چلتا تو دنیا میں بھی صرف کھرا سکہ ہی ہے، لیکن دنیا میں انسان بعض اوقات دوسروں کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ ہم کسی کے دل میں جھانک کر نہیں دیکھ سکتے، ظاہر کو دیکھ کر فیصلے کرتے ہیں، اس لیے دھوکا کھا سکتے ہیں۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ تو دلوں کا حال جانتا ہے۔ کیا اسے بھی دھوکا دیا جا سکتا ہے؟ اس کے ہاں فیصلے کا دارو مدار ظاہری عمل پر نہیں بلکہ عمل کی محرک نیت پر ہوگا۔ تمام اعمال کی روح نیت ہی تو ہے، حکم کا اطلاق بھی اسی پر ہوتا ہے اور بندے کے اعمال میں جو چیز اللہ تبارک و تعالیٰ کے پیشِ نظر رہتی ہے وہ عمل کرنے والے کی نیت ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ کام کا تعلق نیت کے ساتھ ہوتا ہے اور ہر شخص کو اس کی اطاعت اور عبادت میں سے ثواب صرف اسی قدر ملتا ہے جس کی وہ نیت رکھتا ہو۔ ملاحظہ ہوں رسول اللہ ﷺ کے یہ ارشادات:

سیّدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے بستر پر اس نیت اور ارادہ کے ساتھ لیٹا کہ وہ تہجد کے لیے اٹھے گا، لیکن اس کو گہری نیند آ گئی اور وہ طلوعِ فجر تک نہ اُٹھ سکا، تو ایسے شخص کے نامۂ اعمال میں اس رات کی نمازِ تہجد لکھ دی جائے گی اور یہ نینداس کے لیے اس کے رب کی طرف سے انعام شمار ہوگی۔'' (سنن ابن ماجہ: ۳۴۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمام اعمال کی صحت کا دارومدار بس نیت پر ہے۔ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ نیت کے مطابق ملے گا۔ جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول (کی خوشنودی) کے لیے ہے تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے

Marfat.com

رسول کی طرف صحیح متصور ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی غرض سے ہوگی اس کی ہجرت اسی کی طرف (شمار) ہوگی۔"

(صحیح بخاری:۱۔صحیح مسلم:۱۹۰۷)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: ایک آدمی شجاعت دکھانے، دوسرا حمیت جتانے اور تیسرا ریاکاری کی غرض سے لڑائی کرتا ہے، ان میں سے کون اللہ کی راہ میں جہاد کررہا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی غرض سے لڑتا ہے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کررہا ہے۔"

(صحیح بخاری: ۱۲۳۔صحیح مسلم: ۱۹۰۴)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے بہت سے شہید وہ بھی ہیں جن کی موت بستر پر واقع ہوتی ہے، اور بہت سے ایسے لوگ ہیں جو میدانِ جنگ میں جاں بحق ہوتے ہیں اور ان کی نیت کا علم اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے۔ (یعنی وہ شہید نہیں ہوتے)۔ اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا: بندے کے بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں کہ فرشتے انہیں اعلیٰ و ارفع تصور کرتے ہیں اور انہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں عظمت و بزرگی کا درجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ ان کاموں کو اس کے اعمال نامے سے کاٹ دو کیونکہ یہ میری راہ میں نہیں کیے گئے، اور ان کی جگہ فلاں فلاں عمل اس کے اعمال نامے میں درج کر دو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: بارِ الہا! یہ تو اس نے کیے ہی نہیں! ارشاد ہوتا ہے کہ ان کی نیت اس نے کی تھی۔ (نیت کا علم صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کو ہے، فرشتے نیت کا حال نہیں جانتے)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا: مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم جہاں سفر کرتے ہو اور جس وادی سے گزرتے ہو، وہ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔" (دوسری روایت میں ہے) ثواب میں وہ تمہارے ساتھ شریک ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۹۱۱)

امام بخاری نے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''ہم نبی ﷺ کی معیت میں غزوہ تبوک سے واپس لوٹے تو آپؐ نے فرمایا: ہمارے پیچھے مدینہ میں ایسے لوگ رہے جو ہمارے ساتھ ہی رہے، جب ہم کسی گھاٹی، وادی کو عبور کرتے رہے۔ عُذر نے ان کو روکے رکھا۔'' (صحیح بخاری: ۲۸۳۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر شخص کا حشر اس کی نیت کے مطابق ہوگا۔ (صحیح بخاری: ۲۱۱۸۔ صحیح مسلم: ۲۸۸۴ عن عائشہ)

حضرت ابو بکرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب دو مسلمان تلواریں میان سے نکال کر آپس میں ایک دوسرے پر وار کرتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم کے مستحق ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قاتل تو جہنم کا مستحق ہے، لیکن مقتول کس لیے؟ آپؐ نے فرمایا: اس لیے کہ یہ بھی تو اپنے مقابل کو قتل کرنا چاہتا تھا۔''
(صحیح بخاری: ۶۸۷۵۔ صحیح مسلم: ۲۸۸۸)

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ (بدری صحابی) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص صدقِ دل سے اللہ سے شہادت طلب کرتا ہے اللہ اسے شہداء کے مراتب تک پہنچا دیتا ہے، اگرچہ اسے اپنے بستر پر ہی موت آئے۔'' (صحیح مسلم: ۱۹۰۹)

اخلاص کی اہمیت جاننے کے لیے ملاحظہ ہو درج ذیل آیت:

﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝٨٢ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۝٨٣﴾
(ص: ۸۲۔۸۳)

''اس (شیطان) نے کہا ''تیری عزت کی قسم، میں اِن سب لوگوں کو بہکا کر رہوں گا، بجز تیرے اُن بندوں کے جنہیں تو نے خالص کر لیا ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جن لوگوں نے اخلاص کے ساتھ ایمان قبول کیا ان پر شیطان کا بس نہیں چلے گا۔ اخلاص کے ساتھ کیا گیا تھوڑا عمل بھی انسان کی نجات کے لیے کافی ہے اور اخلاص کے بغیر کیے گئے اعمال کا انبار بھی آخرت میں پرِ کاہ ثابت ہوگا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب انہیں یمن کی طرف بھیجا گیا تو

Marfat.com

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے دین کو (اللہ کے لیے) خالص کر لے، تجھے تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔“

(ضعیف: مستدرک حاکم: ۷۸۴۴۔ عبید اللہ بن زحر راوی ضعیف ہے۔ دیکھئے: سلسلة الضعیفه: ۲۱۶۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اخلاص اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں اسے اسی شخص کے دل میں رکھتا ہوں، جسے میں دوست رکھتا ہوں۔“

(ضعیف: احیاء علوم الدین: ۶/ ۳۷۶۔ یہ مرسل روایت ہے نیز رسالہ قشریہ: ۱۰۴ میں بھی روایت ہے۔ لیکن اس کی سند میں عبدالواحد بن زید البصری راوی ضعیف ہے۔ دیکھئے: سلسلة الضعیفه: ۶۳۰)

بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا، لوگوں نے اس سے کہا کہ فلاں جگہ پر ایک درخت ہے جس کی لوگ پرستش کرتے ہیں۔ عابد کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا، فوراً کلہاڑا اٹھایا اور اس درخت کو کاٹنے کے لیے چل پڑا۔ راستے میں شیطان ایک بوڑھے کے روپ میں اسے ملا اور پوچھا: اے مردِ خدا! کہاں جا رہے ہو؟ عابد نے کہا فلاں درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ شیطان نے کہا: تو عابد آدمی ہے۔ (کیوں اپنا وقت ضائع کرتا ہے) جا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کر۔ عابد نے کہا: اس وقت تو میری عبادت یہی ہے کہ میں اس درخت کا نام ونشان مٹا دوں۔

شیطان نے کہا: میں دیکھتا ہوں، تو کیسے جاتا ہے؟ یہ کہہ کر وہ عابد سے گتھم گتھا ہو گیا۔ عابد نے اسے زمین پر پٹخ دیا اور اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ شیطان نے کہا اگر تو مجھے چھوڑ دے تو ایک پتے کی بات تجھے بتاؤں۔ عابد نے اسے چھوڑتے ہوئے کہا: کہو، کیا کہتے ہو۔ شیطان نے کہا: اگر اس درخت کو کٹوانا ایسا ہی ضروری ہوتا تو کیا پیغمبرِ وقت موجود نہیں؟ اور کیا اللہ تعالیٰ انہیں یہ حکم نہیں دے سکتا تھا کہ اس درخت کو اکھاڑ دیا جائے؟ یہ حکم ہوتا تو وہ ضرور اسے اکھاڑ بھی چکے ہوتے۔ عابد نے کہا: ہرگز نہیں، میں ضرور یہ کام کر کے رہوں گا۔

شیطان نے کہا: اچھا! جانے تو میں بھی تجھے نہیں دوں گا اور پھر دونوں لڑائی میں الجھ گئے۔ عابد نے پھر اسے گرا دیا۔ شیطان نے کہا: اگر اب مجھے چھوڑ دے تو ایک اور کام کی بات تجھے بتاؤں، اگر پسند نہ آئے تو جو دل میں آئے کرنا۔ عابد نے چھوڑ دیا تو شیطان نے کہا:

Marfat.com

تو ایک درویش آدمی ہے، لوگ تیری خدمت کرتے ہیں۔ تیرے پاس اگر کچھ مال ہے تو دوسرے عابدوں کے حوالے کر دے تاکہ ان کے کام آئے اور تجھے ثواب حاصل ہو۔ اس درخت کو کاٹنے سے کیا حاصل؟ اگر تو کاٹ بھی دے تو لوگ پرستش کے لیے کوئی اور درخت لگا لیں گے۔ اگر تو اس خیال سے باز آ جائے تو میں ہر روز تیرے سرہانے دو دینار رکھ دیا کروں گا۔

عابد اس کی باتوں میں آ گیا، اس نے سوچا: ٹھیک ہی تو ہے، میں ایک دینار اپنے اوپر خرچ کروں گا اور ایک دینار اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا کروں گا۔ مجھے کونسا اللہ کی طرف اس کام پر مامور کیا گیا ہے۔ میں کونسا پیغمبر ہوں کہ اس درخت کو کاٹنا میرے فرائض میں شامل ہو۔ اس سوچ کے بعد عابد واپس اپنے گھر چلا گیا۔ اگلے روز اسے دو دینار اپنے سرہانے سے مل گئے۔ تین دن تک یہ سلسلہ چلتا رہا، لیکن چوتھے دن اسے کچھ بھی نہ ملا۔ عابد کو سخت غصہ آیا اور وہ کلہاڑا لے کر درخت کاٹنے چل پڑا۔

شیطان اسے راستے میں مل گیا اور پوچھا: آج پھر کدھر جا رہے ہو؟ عابد نے کہا: درخت کاٹنے جا رہا ہوں۔ شیطان نے کہا: تو جھوٹا ہے اور خدا کی قسم! اس درخت کو کاٹنا تیری طاقت سے باہر ہے۔ پھر دونوں میں ہاتھا پائی ہونے لگی۔ اس مرتبہ شیطان نے فوراً ہی عابد کو پچھاڑ دیا، عابد اس کے سامنے ایسا تھا جیسے باز کے سامنے چڑیا۔ تب شیطان نے اس سے کہا: اب واپس جاتے ہو یا تمہاری گردن مروڑ کر پھینک دوں؟

عابد نے کہا: مجھے چھوڑ دے، میں واپس چلا جاتا ہوں، لیکن اتنا بتا دے کہ اس سے پہلے دو مرتبہ میں نے اتنی جلدی تجھے کیسے مغلوب کر لیا اور اس مرتبہ تو کیسے اتنی آسانی سے مجھ پر غالب آ گیا؟ شیطان نے کہا: پہلے دونوں مرتبہ تیرا غصہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ تجھے مجھ پر غالب کر دیتا تھا، کیونکہ ایسے کسی بھی شخص پر مجھے قابو حاصل نہیں ہوتا جو خالصتاً اللہ کی راہ میں کوئی کام کر رہا ہو، لیکن جو شخص اپنی خواہش کی متابعت میں کوئی کام کر رہا ہو، وہ میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس بار تیرا غصہ اپنی ذات کے لیے تھا، اور دینار کی خاطر تو آپے سے باہر ہو رہا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تجھے مغلوب کر دیا۔ (ماخوذ از کیمیائے سعادت، امام غزالی)

Marfat.com

ایک بزرگ کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ بزرگ نے جواب دیا: جو کچھ میں نے خالص اللہ کی راہ میں کیا تھا اسے نیکیوں کے پلڑے میں پایا، اور جو عمل اخلاص سے خالی تھا، اسے یا تو گناہوں کے پلڑے میں پایا یا کہیں بھی نہ پایا۔

چنانچہ انار کا ایک دانہ جو میں نے راستے میں پڑا ہوا دیکھ کر اٹھا لیا تھا، نیکیوں کے پلڑے میں پڑا ہوا دیکھا، اور ایک بلی جو میرے گھر میں مر گئی تھی، وہ بھی اسی پلڑے میں دیکھی، اور ایک ریشمی دھاگہ جو میں نے اپنی ٹوپی میں ٹانک لیا تھا، گناہوں کے پلڑے میں پایا۔ لیکن مجھے اس بات پر حیرت ہوئی کہ میرا ایک گدھا جس کی قیمت سو دینار تھی اور جو میرے گھر میں ہی مرا تھا، مجھے نیکیوں کے پلڑے میں دکھائی نہ دیا۔

میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے عرض کیا: بارِ الٰہا! بلی تو نیکیوں کے پلڑے میں ہو اور گدھا کہیں بھی نہ ہو؟ ارشاد ہوا: جہاں تو نے بھیجا تھا وہیں پہنچ گیا۔ یاد ہے، اسکے مرنے پر تو نے کہا تھا: الٰی لعنت اللہ، اگر تو اس کی جگہ فی سبیل اللہ کہہ دیتا تو آج اسے بھی نیکیوں کے پلڑے میں دیکھتا۔ اسی طرح میں نے ایک مرتبہ اللہ کی راہ میں صدقہ دیا تھا، لیکن معلوم ہوا وہ ضائع ہی گیا، کیونکہ وہ نیکیوں کے پلڑے میں موجود نہیں تھا۔ تب مجھے یاد آیا کہ ٹھیک ہی تو ہے، کیونکہ جب میں صدقہ دے رہا تھا تو لوگ دیکھ رہے تھے اور ان کا دیکھنا مجھے بڑا اچھا لگ رہا تھا۔ (ماخوذ از کیمیائے سعادت، امام غزالی)

ایک بزرگ کا قول ہے کہ علم بیج ہے، عمل کھیتی ہے اور اخلاص اس کا پانی ہے۔

(کیمیائے سعادت)

صبر واستقامت

صبر کے معنی ہیں روکنا، باندھنا، کسی صدمے اور حادثے کو خاموشی سے برداشت کرنا، اللہ کے احکام پر جم جانا، مصائب میں ثابت قدمی دکھانا اور استقامت کے معنی ہیں اخلاص، دیانت، پائداری، استقلال اور مضبوطی وغیرہ۔ کردار کی پختگی اور استقامت کے لیے یہ صفت

Marfat.com

بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔صبر و استقامت کے بغیر کوئی بڑا کام سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔ دنیا میں جتنے بھی بڑے لوگ گزرے ہیں خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب وملت سے رہا ہو، صبر و استقامت ان سب میں قدرِ مشترک رہی ہے۔ انبیاء علیہم السلام صبر و استقامت کی بہترین مثال تھے۔ ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے لیکن یہ ہمیشہ اپنے مشن پر قائم رہے اور اپنے مؤقف سے سرِ مو انحراف نہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے سخت آزمائشیں اور مصیبتیں انبیاء علیہم السلام پر آتی ہیں، ان کے بعد جو ان کے قریب تر ہیں۔

انسان جب مصائب پر صبر کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے دنیا میں بھی نوازتا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر ضرب المثل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں تمام دنیاوی نعمتوں سے نوازا تھا، ان کے پاس مال و دولت کی ریل پیل تھی، خدم وحشم تھے، اہل وعیال تھے، صحت وتندرستی تھی۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی آزمائش کا فیصلہ کیا اور ایک ایک کر کے تمام نعمتیں واپس لے لیں۔

ان کا مال واسباب چھن گیا، وہ کوڑی کوڑی کے محتاج ہو گئے، ان کے اہل وعیال سب فوت ہو گئے سوائے ایک بیوی کے جو برے وقت میں ان کی دیکھ بھال کرنے کے لیے چھوڑ دی گئی۔ وہ بیماریوں کی پوٹ بن گئے، ان کے جسم میں کیڑے پڑ گئے۔ لوگ ان سے دور بھاگنے لگے، کوئی ان کے قریب سے نہ گزرتا تھا۔ اس کے باوجود بھی انہوں نے اللہ سے کبھی شکوہ نہ کیا، بلکہ اس کا شکر ادا کرتے تھے اور یہ دعا مانگتے تھے: بارِ الٰہا! میری زبان کو سلامت رکھ تا کہ میں تیرا ذکر کر سکوں۔ جب آپ امتحان میں پورے اترے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ ساری نعمتیں دگنی کر کے انہیں لوٹا دیں۔ ملاحظہ ہو سورہ ص کی یہ آیات:

﴿وَ اذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ۝٤١ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ۝٤٢ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ۝٤٣ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۗ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۗ نِعْمَ الْعَبْدُ ۗ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝٤٤﴾

(ص: ۴۱-۴۴)

Marfat.com

"اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ (بار الہا) شیطان نے مجھ کو ایذا اور تکلیف میں ڈال دیا ہے۔ (ہم نے کہا کہ زمین پر) اپنا پاؤں مارو (دیکھو) یہ (چشمہ نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو (شیریں)۔ اور ہم نے ان کو اہل وعیال اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بخشے۔ (یہ) ہماری طرف سے رحمت اور عقل والوں کے لیے نصیحت تھی۔ بے شک ہم نے ان کو صابر پایا۔ بہت خوب بندے تھے۔ بے شک وہ اپنے رب کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔"

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بن ارت فرماتے ہیں کہ ہم نے آپؐ سے (کفار کی ایذا رسانیوں کا) شکوہ کیا۔ آپؐ کعبہ کے سائے میں ایک چادر کا تکیہ بنا کر لیٹے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کیا: کیا آپؐ ہمارے لیے مدد کی دعا نہیں فرمائیں گے؟

آپؐ نے فرمایا:

"تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں، ان میں سے کسی شخص کو پکڑ لیا جاتا، پھر اس کے لیے گڑھا کھودا جاتا اور اسے اس میں گاڑا جاتا، پھر اس کے سر پر آرہ چلایا جاتا اور اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور کسی کو لوہے کی کنگھیوں سے نوچ کر اس کا گوشت ہڈیوں سے الگ کر دیا جاتا، لیکن اس کے باوجود بھی وہ دین سے روگردانی نہ کرتا۔"

خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ اسلام کی تکمیل فرمائے گا۔ (اور امن کی یہ کیفیت ہوگی) کہ ایک سفر کرنے والا صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا اور (ایک چرواہے کو) اپنی بکریوں کے بارے میں سوائے بھیڑیئے کے کسی کا خوف نہ ہوگا، لیکن تم لوگ جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔"

(صحیح بخاری: ۶۹۴۳)

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو گزشتہ امتوں کے دیندار لوگوں کی

Marfat.com

استقامت اور دوسرے نبی ﷺ کا اپنے مشن کی کامیابی کا مکمل یقین۔ اپنے مشن کی کامیابی کے متعلق یہ پیشین گوئی آپ ؐ نے اس وقت فرمائی جب اس کی کامیابی کے دور دور تک کہیں آثار نظر نہیں آتے تھے۔

یہ مصائب اور ابتلاء کے دور کا واقعہ ہے، اس وقت مسلمان بہت کمزور تھے اور ان پر مصائب کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے۔ اسی لیے وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ان کی مدد کی درخواست کریں۔ لیکن آپ ؐ نے اللہ سے دعا مانگنے کی بجائے ماضی کے مسلمانوں کے واقعات سنا کر انہیں صبر و استقامت کی تلقین کی اور ساتھ ہی انہیں کامیابی کا بھی یقین دلایا۔ سورہ البقرہ کی درج ذیل آیت میں بھی مسلمانوں کو اسی بات کی تلقین کی جارہی ہے کہ مصائب پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کریں اور اللہ کی نصرت پر یقین رکھیں۔ اللہ کی نصرت انہیں لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو آزمائشوں پر صبر کرتے ہیں۔ گویا صبر و استقامت ہی کامیابی کی کنجی ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات:

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ ۝﴾ (البقرۃ: ۲۱۴)

”پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت کا داخلہ تمہیں مل جائے گا، حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا ہے، جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے؟ اُن پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، ہلا مارے گئے، حتیٰ کہ وقت کا رسول اور اس کے ساتھی اہل ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ اُس وقت انہیں تسلی دی گئی کہ ہاں اللہ کی مدد قریب ہے۔“

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۱۵۳)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز سے مدد لو۔ اللہ صبر کرنے والوں کے

Marfat.com

ساتھ ہے۔"

﴿وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَ الۡجُوۡعِ وَ نَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَنۡفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِکَ عَلَیۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَ رَحۡمَةٌ ۟ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾﴾ (البقرہ: ۱۵۵-۱۵۷)

"اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ اِن حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے، تو کہیں کہ: "ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے"، انہیں خوش خبری دے دو۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اُس کی رحمت اُن پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رَو ہیں۔"

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَ صَابِرُوۡا وَ رَابِطُوۡا ۟ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۲۰۰﴾﴾ (آل عمران: ۲۰۰)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر سے کام لو، باطل پرستوں کے مقابلہ میں پا مردی دکھاؤ، حق کی خدمت کے لیے کمر بستہ رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔"

﴿اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَهُمۡ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾﴾ (الزمر: ۱۰)

"صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔"

﴿وَ لَمَنۡ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ﴿۴۳﴾﴾ (الشوریٰ: ۴۳)

"البتہ جو شخص صبر سے کام لے اور درگزر کرے، تو یہ بڑی اولوالعزمی کے کاموں میں سے ہے۔"

﴿وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ حَتّٰی نَعۡلَمَ الۡمُجٰهِدِیۡنَ مِنۡکُمۡ وَ الصّٰبِرِیۡنَ ۙ وَ نَبۡلُوَا۠

Marfat.com

اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾ (محمّد: ۳۱)

''ہم ضرور تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تمہارے حالات کی جانچ کریں اور دیکھ لیں کہ تم میں مجاہد اور ثابت قدم کون ہیں۔''

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ (ھود: ۱۱۲)

''پس اے محمدؐ، تم، اور تمہارے وہ ساتھی جو (کفر و بغاوت سے ایمان و طاعت کی طرف) پلٹ آئے ہیں، ٹھیک ٹھیک راہ راست پر ثابت قدم رہو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے اور بندگی کی حد سے تجاوز نہ کرو۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اس پر تمہارا رب نگاہ رکھتا ہے۔''

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾﴾

(حم السجدہ: ۳۰۔ ۳۲)

''جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، یقیناً اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ ''نہ ڈرو، نہ غم کرو، اور خوش ہو جاؤ اُس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم اِس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی، وہاں جو کچھ تم چاہو گے تمہیں ملے گا اور ہر چیز جس کی تم تمنا کرو گے وہ تمہاری ہوگی۔ یہ ہے سامان ضیافت اُس ہستی کی طرف سے جو غفور اور رحیم ہے''

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

Marfat.com

یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴﴾ (الاحقاف: ۱۳۔۱۴)

''یقیناً جن لوگوں نے کہہ دیا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے، پھر اُس پر جم گئے، اُن کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ایسے سب لوگ جنت میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اپنے اُن اعمال کے بدلے جو وہ دنیا میں کرتے رہے ہیں۔''

ان آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب بھی آپ نیکی اور اچھائی کی راہ پر چلیں گے تو مصائب اور آزمائشیں آئیں گی۔ برائی کی قوتیں مزاحمت کریں گی، برائی کے پیروکار آپ کا راستہ روکیں گے۔ اگر آپ آزمائشوں پر صبر کریں گے اور نیکی کے راستے پر ڈٹے رہیں گے تو اللہ کی تائید اور نصرت آپ کو حاصل ہوگی اور کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔ یہ تو زمانے کا دستور ہے کہ انسان جب بھی کوئی بڑا اور اچھا کام کرتا ہے تو اس کے راستے میں رکاوٹیں آتی ہیں لیکن جو لوگ صبر و ثبات کے ساتھ اپنے راستے پر چلتے رہتے ہیں بالآخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اسلام میں ایسی بات بتائیے کہ آپؐ کے بعد پھر کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپؐ نے فرمایا: کہو، میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر استقامت اختیار کرو۔'' (صحیح مسلم: ۳۸)

حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص سوال کرنے سے بچا، اللہ تعالیٰ اس کو بچاتے ہیں اور جو شخص استغنا اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دیتے ہیں اور جو شخص صبر کرنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے صابر بنا دیتے ہیں اور کوئی شخص صبر سے بہتر اور وسیع تر عطیہ نہیں دیا گیا۔'' (صحیح بخاری: ۱۴۶۹۔ صحیح مسلم: ۱۰۵۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں: جب میں کسی مومن سے اس کی کوئی محبوب چیز

Marfat.com

چھین لوں اور وہ اس پر صبر کرے تو اس کے لیے سوائے جنت کے میرے پاس کوئی بدلہ نہیں۔'' (صحیح بخاری: ۶۴۲۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

''صبر صدمے کے آغاز میں ہوتا ہے۔'' (صحیح بخاری: ۳۰۲)

یہ بڑی معنی خیز حدیث ہے۔ کوئی بھی صدمہ پہنچنے پر انسان کے دو ہی ردعمل ہو سکتے ہیں۔ یا تو وہ جزع فزع کرے گا، اپنا گریبان پھاڑے گا، قسمت کا گلہ کرے گا اور اللہ سے شکوہ کرے گا۔ دوسرے لفظوں میں یہ اس بات کا اعلان ہے کہ میں اللہ کے اس فیصلہ کو قبول نہیں کرتا۔ اس ردعمل سے، جو ہو چکا، اس کا ازالہ تو نہیں ہو گا، کیونکہ انسان اللہ کے فیصلوں کو بدلنے پر قادر نہیں ہے۔ البتہ انسان اپنے غم اور احساسِ بے بسی میں مزید اضافہ ضرور کر لے گا۔

دوسرا ردعمل یہ ہو سکتا ہے کہ انسان اللہ کا فیصلہ سمجھ کر اسے قبول کر لے اور اس پر اجر کا طالب ہو۔ جب انسان اللہ کے فیصلے کو دل سے تسلیم کر لیتا ہے تو اسے سکون مل جاتا ہے۔ یہ اس کا فوری اجر ہے اور اگر اللہ چاہے تو دنیا میں اس کا کوئی نعم البدل بھی عطا کر دے ورنہ آخرت کا اجر تو قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اس حدیث میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ صبر کا فائدہ انسان کو اسی صورت میں ملتا ہے جب وہ صدمہ پہنچنے پر صبر کا مظاہرہ کرے۔ ورنہ وقت گزرنے کے ساتھ تو بڑے بڑے زخم بھی مندمل ہو جاتے ہیں۔ وقت سب سے بڑا اور موثر مرہم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو مومن لوگوں کے ساتھ مل کر رہتا ہے اور ان کی ایذاء پر صبر کرتا ہے اس کا اجر زیادہ ہے اس مومن سے جو لوگوں کے ساتھ مل کر نہیں رہتا اور نہ ان کی ایذاء پر صبر کرتا ہے۔'' (جامع ترمذی: ۲۶۷۵۔ سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۲)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ بے شک اس کے ہر معاملہ میں اس کے لیے

Marfat.com

خیر ہے اور یہ صرف مومن ہی کے لیے ہے۔ اگر اسے خوشی پہنچتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے جو اس کے لیے خیر ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے جو اس کے لیے خیر ہے۔'' (صحیح مسلم:۲۹۹۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ عز وجل فرماتا ہے: جب میں اپنے بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں یعنی آنکھوں کے بارے میں آزماؤں (اس کی بینائی واپس لے لوں) اور وہ اس پر صبر کرے تو ان کے عوض میں اسے جنت عطا کروں گا۔'' (صحیح بخاری: ۵۶۵۳)

حضرت عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا میں تجھے جنت کی حقدار عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا: ضرور دکھایئے۔ انہوں نے کہا: یہ سیاہ فام عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر کہنے لگی: مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میں ننگی ہو جاتی ہوں، میرے لیے اللہ سے دعا کریں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تو صبر کر سکے تو اس کا ثواب جنت ہے اور اگر تو چاہے تو میں تیری صحت کے لیے اللہ سے دعا کرتا ہوں۔ اس نے کہا: میں صبر کرتی ہوں لیکن میرے لیے دعا فرمائیں کہ میری بے پردگی نہ ہو۔ آپؐ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔'' (صحیح بخاری: ۵۶۵۲۔ صحیح مسلم: ۲۵۷۶)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود بیان کرتے ہیں یوں لگتا ہے جیسے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں، آپؐ انبیاء کرام علیہم الصلوٰات میں سے ایک پیغمبر کے بارے میں فرما رہے تھے کہ ان کو ان کی قوم نے مار مار کر لہولہان کر دیا، وہ اپنے چہرے سے خون پونچھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما دے! یہ لوگ جانتے نہیں ہیں۔''

(صحیح بخاری: ۳۴۷۷۔ صحیح مسلم: ۱۷۹۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کسی تکلیف کے آنے پر کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے، اگر اس (تکلیف) سے کوئی چارہ نہ ہو تو یہ کلمات کہے: اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ، جب

Marfat.com

تک کہ میرے لیے زندہ رہنا بہتر ہے اور اس وقت موت دے جب مر جانا میرے لیے بہتر ہو۔" (صحیح بخاری: ۵۶۷۱۔ صحیح مسلم: ۲۶۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب اللہ اپنے کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو دنیا ہی میں اس کو جلدی سزا دے دیتا ہے اور جب کسی بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے گناہوں کے باوجود اسے سزا نہیں دیتا یہاں تک کہ قیامت کے روز اس کو پوری سزا دے گا۔" (جامع ترمذی: ۲۳۹۶۔ اس کی تفصیل جاننے کے لیے آگے والی حدیث کا مطالعہ کریں۔)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثواب کی زیادتی تکلیفوں کی زیادتی پر موقوف ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو محبوب جانتا ہے تو اس کو آزمائشوں میں گرفتار کرتا ہے۔ پس جو شخص آزمائشوں کے باوجود خوش رہا، اس کو اللہ کی خوشنودی حاصل ہو گی اور جو شخص ناخوش ہوا اس پر اللہ ناخوش ہوا۔" (سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۱۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ سلسلۃ الصحیحہ: ۱۴۶۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن مرد اور مومن عورت کی جان، اولاد اور مال پر مصیبتیں آتی رہتی ہیں (اور وہ ان پر صبر کرتا ہے) یہاں تک کہ جب وہ اللہ سے ملاقات کرتا ہے تو اس کے ذمے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔" (جامع ترمذی: ۲۳۹۹)

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں چادر کا تکیہ بنا کر لیٹے ہوئے تھے، ہم نے آپؐ سے شکایت کرتے ہوئے کہا: کیا آپؐ ہمارا بدلہ نہیں لیں گے؟ کیا آپؐ ہمارے لیے دعا نہیں کریں گے؟ آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایسے بھی تھے جنہیں گرفتار کر کے زمین میں گاڑ دیا جاتا اور اور پھر آرے سے ان کے جسموں کو سر سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا اور لوہے کی کنگھیاں ان کے گوشت اور ہڈیوں کے درمیان کھینچی جاتیں، لیکن یہ بات بھی انہیں اللہ کے دین سے برگشتہ نہ کرتی۔" (صحیح بخاری: ۶۹۴۳)

Marfat.com

درج بالا احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ صبر و استقامت سے بڑی کوئی دولت نہیں۔ جس شخص کو اس عطیہ سے نواز دیا گیا وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو گیا۔

شُکر

شُکر کی معنی ہیں احسان ماننا، نعمت پر احسان کا اظہار کرنا، راضی برضا ہونا، احسان مند ہونا، تعریف کرنا۔ بھلائی کرنے والے کی بھلائی کا اعتراف کرنا اور اس کا احسان مند ہونا ایک اخلاقی خوبی اور اچھے اخلاق کی علامت ہے۔ کسی کے احسان کو ماننا اور اس کا شکریہ ادا کرنا تواضع کی علامت ہے جو بجائے خود ایک اخلاقی خوبی ہے۔ اس کے برعکس، کسی کا احسان نہ ماننا اور محسن کا شکریہ ادا کرنے میں عار محسوس کرنا اور اس سے گریز کرنا تکبر کی علامت ہے جو بجائے خود ایک اخلاقی کمزوری اور برائی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو شکر گزاری پسند اور ناشکری ناپسند ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ البقرہ کی یہ آیت:

﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿١٥٢﴾﴾ (البقرہ: ۱۵۲)

''لہٰذا تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو، کفرانِ نعمت نہ کرو۔''

اس آیت میں شکر کی ضد کے طور پر کفر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، گویا شکر نہ کرنا کفر کے مترادف ہے۔

سورہ الاعراف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنے احسانات کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں شکر گزار بندہ بننے کی تلقین فرمائی:

﴿قَالَ يَا مُوسَىٰ إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَاتِي وَبِكَلَامِي فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ وَكُن مِّنَ الشَّاكِرِينَ ﴿١٤٤﴾﴾ (الاعراف: ۱۴۴)

''اے موسیٰؑ، میں نے تمام لوگوں پر ترجیح دے کر تجھے منتخب کیا کہ میری پیغمبری کرے اور مجھ سے ہم کلام ہو پس جو کچھ میں تجھے دوں اسے لے اور شکر بجالا۔''

اگر اللہ کی عطا کردہ نعمتوں پر اس کا شکر ادا کیا جائے تو وہ مزید نعمتوں سے نوازتا ہے

Marfat.com

اور جو ناشکری کرے گا اس کے لیے سخت عذاب ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ ابراہیم کی یہ آیت:

﴿وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَ لَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ۝۷﴾ (ابراھیم:۷)

"اور یاد رکھو، تمہارے رب نے خبردار کر دیا تھا کہ اگر شکر گزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا اور اگر کفرانِ نعمت کرو گے تو میری سزا بہت سخت ہے۔"

اگر انسان شکر گزار بندہ بنے گا تو اس کا فائدہ اسی کو ہوگا، اللہ تو بے نیاز ہے، اسے کسی کے شکریے کی حاجت نہیں ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات:

﴿وَ مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ۝۴۰﴾ (النمل:۴۰)

"اور جو کوئی شکر کرتا ہے اس کا شکر اس کے اپنے ہی لیے مفید ہے، ورنہ کوئی ناشکری کرے تو میرا رب بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ بزرگ ہے۔"

﴿وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَ مَنْ یَّشْكُرْ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ۝۱۲﴾ (لقمان:۱۲)

"ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی کہ اللہ کا شکر گزار ہو۔ جو کوئی شکر کرے اُس کا شکر اُس کے اپنے ہی لیے مفید ہے اور جو کوئی کفر کرے تو حقیقت میں اللہ بے نیاز اور آپ سے آپ محمود ہے۔"

﴿اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ ۫ وَ لَا یَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَ اِنْ تَشْكُرُوْا یَرْضَهُ لَكُمْ ؕ﴾ (الزمر:۷)

"اگر تم کفر کرو تو اللہ تم سے بے نیاز ہے، لیکن وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر کرو تو اسے وہ تمہارے لیے پسند کرتا ہے۔"

شکر کا رویہ اختیار کرنے کی جزا اس دنیا میں بھی ملتی ہے، جب لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کیا گیا تو انہیں اور ان کے اہلِ خانہ کو بچا لیا گیا کیونکہ وہ شکر گزار تھے، لیکن ان

Marfat.com

کی بیوی عذاب سے نہ بچ سکی کیونکہ وہ ناسپاس لوگوں (کفار) کی حامی تھی۔ ملاحظہ ہو سورہ القمر کی یہ آیات:

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍۢ بِالنُّذُرِ ۝٣٣ إِنَّآ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّآ ءَالَ لُوطٍۢ ۖ نَّجَّيْنَٰهُم بِسَحَرٍۢ ۝٣٤ نِّعْمَةً مِّنْ عِندِنَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِى مَن شَكَرَ ۝٣٥﴾

(القمر: ۳۳۔۳۵)

''لوطؑ کی قوم نے تنبیہات کو جھٹلایا، اور ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا اس پر بھیج دی، صرف لوطؑ کے گھر والے اُس سے محفوظ رہے۔ اُن کو ہم نے اپنے فضل سے رات کے پچھلے پہر بچا کر نکال دیا۔ یہ جزا دیتے ہیں ہم ہر اُس شخص کو جو شکر گزار ہوتا ہے۔''

انسان، اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں کا شمار نہیں کر سکتا، چاہے بھی تو اس کے احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا، اگر ہر وقت سجدے میں پڑا رہے تب بھی اس کے احسانات کا حق ادا نہیں ہو سکتا، لیکن انسان تو اتنا ناشکرا ہے کہ اس کے احسانات کا حق ادا کرنا تو دور کی بات، یہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو تسلیم بھی نہیں کرتا۔

سورہ ابراہیم کی ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے لیے کائنات کی ان اشیاء کو مسخر کرنے کا ذکر کیا ہے جو انسان کے بس میں نہیں اور جن کے بغیر انسانی زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن انسان کو اس بات کا احساس ہی نہیں کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتنی بڑی نعمتیں ہیں یا یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں انسان کی خدمت میں لگا رکھا ہے۔

﴿اللَّهُ الَّذِى خَلَقَ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهِۦ مِنَ الثَّمَرَٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِىَ فِى الْبَحْرِ بِأَمْرِهِۦ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَٰرَ ۝٣٢ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۝٣٣ وَءَاتَىٰكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ۚ وَإِن تَعُدُّوا۟ نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَآ ۗ إِنَّ الْإِنسَٰنَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ۝٣٤﴾ (ابراھیم: ۳۲۔۳۴)

Marfat.com

''اللہ وہی تو ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے تمہاری رزق رسانی کے لیے طرح طرح کے پھل پیدا کیے، جس نے کشتی کو تمہارے لیے مسخر کیا کہ سمندر میں اُس کے حکم سے چلے اور دریاؤں کو تمہارے لیے مسخر کیا۔ جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے مسخر کیا کہ لگاتار چلے جارہے ہیں، اور رات اور دن کو تمہارے لیے مسخر کیا۔ جس نے وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا، اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو کر نہیں سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔''

سورہ السجدہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی نعمتوں اور انسان کے ناشکرے پن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝﴾

(السجدہ:۷۔۹)

''جو چیز بھی اس نے بنائی خوب ہی بنائی، اُس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی۔ پھر اُس کی نسل ایک ایسے ست سے چلائی جو حقیر پانی کی طرح کا ہے۔ پھر اس کو نِک سُک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی۔ اور تم کو کان دیے، آنکھیں دیں اور دِل دیے۔ تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔''

اگر انسان صرف انہیں نعمتوں کا ادراک کرلے جو ایک صحیح وسالم بدن کی صورت میں اسے دی گئی ہیں تو کبھی اللہ سے شکوہ نہ کرے اور ہر وقت اس کا شکر ادا کرتا رہے۔

ایک دفعہ ایک شخص کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی مفلسی کا رونا رونے لگا۔ بزرگ نے پوچھا: کیا تجھے منظور ہے کہ تیری ایک آنکھ پھوٹ جائے اور اس کے بدلے تجھے

Marfat.com

دس ہزار درہم مل جائیں؟ اس شخص نے جواب دیا: نہیں۔ بزرگ نے کہا: اگر تیرے کان، ہاتھ اور پاؤں میں سے ہر ایک کے عوض تجھے دس دس ہزار درہم مل جائیں تو؟ اس نے کہا: نہیں، یہ بھی مجھے منظور نہیں۔ بزرگ نے کہا: چلو، اپنی عقل کے بدلے میں دس ہزار درہم لے لو۔ اس شخص نے کہا: نہیں یہ تو نہیں ہوسکتا۔ تب اس بزرگ نے کہا: پچاس ہزار درہم کا تو یہی مال تیرے پاس موجود ہے، پھر مفلسی کی شکایت کیسی؟

اہلِ خرد تو مصیبت پر بھی شکر ادا کرتے ہیں کہ گناہوں کا کفارہ ادا ہو گیا اور کسی بڑی مصیبت سے جان بچ گئی۔

شکر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگوں کا شکر گزار نہیں وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں۔'' (سنن ابوداود: ۴۸۱۱)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر فرمایا: ''جو تھوڑے پر شکر ادا نہیں کرتا، وہ زیادہ پر بھی شکر ادا نہیں کرتا، جو لوگوں کا شکر گزار نہیں، وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں، اور اللہ کی نعمتوں کا اظہار کرنا شکر ہے اور ان کا اظہار نہ کرنا ناشکری ہے، اور جماعت (اللہ کی) رحمت ہے اور فرقہ بندی (اس کا) عذاب ہے۔'' (ضعیف: مسند احمد: ۱۸۴۴۹۔ مذکورہ بالا حدیث (سنن ابوداود: ۴۸۱۱) والا جملہ صحیح سند سے ثابت ہے، باقی روایت ضعیف ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے: انیس الساری: ۶۴۸۹)

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اتنا (لمبا) قیام فرماتے یا اتنی (طویل) نماز پڑھتے کہ آپ کے دونوں پاؤں یا دونوں پنڈلیوں میں ورم آ جاتا، پھر آپؐ سے اس کے متعلق پوچھا جاتا (کہ آپؐ کیوں اتنی مشقت اٹھاتے ہیں) تو آپؐ فرماتے: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟'' (صحیح بخاری: ۴۸۳۶)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب بھی کوئی خوشی کی بات ہوتی یا خوشی کی کوئی خبر آپؐ کو دی جاتی تو آپؐ اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدے میں

Marfat.com

گر جاتے۔'' (سنن ابوداود: ۲۷۷۴)

ان احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شکر دل کی ایک کیفیت کا نام ہے جو اللہ کو بہت پسند ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے خصوصی عطیہ ہے جو وہ اپنے پسندیدہ بندوں کو ہی عنایت فرماتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کھانا کھا کر شکر ادا کرنے والا صابر روزہ دار کا درجہ پالیتا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ: ۱۷۶۴۔ جامع ترمذی: ۲۴۸۶)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سونے چاندی کے متعلق (قرآن میں حکم) نازل ہوا تو لوگوں نے کہا: ہم کونسا مال رکھ سکتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہیں بتاتا ہوں۔ پھر آپ نے اپنے اونٹ کو تیز دوڑایا اور نبی ﷺ تک جا پہنچے اور میں ان کے پیچھے تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم کونسا مال رکھ سکتے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ شکر کرنے والا دل، اور ذکر کرنے والی زبان اور مومنہ بیوی رکھے جو آخرت کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گی۔'' (سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۶۔ جامع ترمذی: ۳۰۹۴۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس عورت کی طرف دیکھے گا بھی نہیں جو اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہے، حالانکہ وہ اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتی۔'' (سنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۴۷۲۰۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے: سلسلۃ الصحیحہ: ۲۸۹)

حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ تھی کہ نبی ﷺ میرے پاس سے گزرے۔ آپؐ نے ہمیں سلام کیا اور فرمایا: سنو! نعمت دینے والوں کی احسان فراموشی سے بچنا۔ میں سوال کرنے میں ان سب میں تیز تھی۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! نعمت دینے والوں کی احسان فراموشی کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہوسکتا ہے تم میں سے کوئی خاتون ایک لمبا عرصہ اپنے والدین کے گھر گزارے، پھر اللہ تعالیٰ اسے شوہر نصیب کرے اور اس سے اسے اولاد عطاء کرے، پھر کسی بات پر غصے

Marfat.com

میں آ کر وہ ناشکری کرے اور کہے کہ مجھے تجھ سے کبھی کوئی بھلائی ملی ہی نہیں۔''

ایک پیغمبر کے بارے میں روایت ہے کہ راستے میں چلے جا رہے تھے کہ ایک چھوٹا سا پتھر نظر آیا جس میں سے بہت پانی بہہ رہا تھا۔ انہیں اس بات پر تعجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے پتھر کو گویائی عطاء کی اور اس نے کہا: یہ پانی جو آپ دیکھ رہے ہیں، دراصل میرے آنسو ہیں اور یہ تب سے جاری ہیں جب سے میں نے یہ آیت سنی ہے: ''ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔'' (البقرہ: ۲۴) پس یہ رونا اسی خوف کی وجہ سے ہے۔ پیغمبر نے اللہ تعالیٰ سے اس پتھر کے حق میں دعا کی: اے اللہ! اس پتھر کو خوف سے نجات دے۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور پتھر کو خوف سے نجات مل گئی۔ جب دوبارہ ان پیغمبر کا ادھر سے گزر ہوا تو دیکھا کہ اس پتھر سے ویسے ہی پانی بہہ رہا ہے۔ انہوں نے پوچھا: اب کس بات کا رونا ہے؟ پتھر نے جواب دیا: پہلے خوف سے روتا تھا، اب شکر سے روتا ہوں۔ (کیمیائے سعادت)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ کہنے میں دس نیکیاں، لا الہ الا اللہ میں بیس نیکیاں، اور الحمد للہ میں تیس نیکیاں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ شکر کا درجہ تقدیس اور توحید سے بڑا ہے۔

توکل

توکل کے معنی ہیں اللہ پر بھروسا کرنا۔ ایک مسلمان ہمیشہ اللہ پر بھروسا کرتا ہے۔ اس کا ایمان ہے کہ کارسازِ حقیقی اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے اسی کی مشیت سے ہوتا ہے، اس کی مرضی کے بغیر پتا بھی نہیں ہل سکتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان جدو جہد کرنا چھوڑ دے اور اللہ پر بھروسا کر کے بیٹھ جائے۔ تگ و دو بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی توکل۔

اللہ پر بھروسا کرنے کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ مسلمان کو اپنی ذات پر بھروسا نہیں ہوتا یا اس میں خود اعتمادی کا فقدان ہوتا ہے۔ ایک اچھے اور کامیاب انسان کی طرح ایک اچھے مسلمان کو بھی اپنی صلاحیتوں کا صحیح ادراک اور ان پر پورا اعتماد ہوتا ہے اور اپنے مقصد کے حصول کے لیے وہ اپنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال بھی کرتا ہے۔

ایک با خدا اور بے خدا انسان میں فرق یہ ہوتا ہے کہ بے خدا انسان کا بھروسا صرف

Marfat.com

اپنی ذات پر ہوتا ہے اور ناکامی کی صورت میں مایوس ہو کر بیٹھ جاتا ہے، لیکن ایک باخدا انسان کبھی ہمت نہیں ہارتا کیونکہ اسے اپنی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ اپنے خدا پر بھی بھروسا ہوتا ہے جس کے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔ توکل انسان کی صلاحیتوں کو نہ کند کرتی ہے نہ زنگ آلود جیسا کہ کچھ نادان لوگوں کا خیال ہے بلکہ توکل تو انسانی صلاحیتوں کو مزید جلا بخشتی ہے۔ جس شخص کو اللہ پر بھروسا ہو مایوسی اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتی۔

صحیح توکل یہ ہے کہ انسان اپنی طرف سے پوری کوشش کرے، اس کے بس میں جو وسائل ہیں ان کا بھرپور استعمال کرے، بھرپور محنت کرے اور اپنی طرف سے کوئی کسر نہ چھوڑے اور اس کے بعد نتائج کے لیے پریشان ہونا چھوڑ دے۔ نتائج پیدا کرنا اللہ کا ذمہ ہے اور وہ کسی کی محنت رائگاں نہیں کرتا۔ اسی بات کو میاں محمد صاحب نے کیا پیارے انداز میں بیان کیا ہے:

مالی دا کم پانڑی لانڑاں، بھر بھر مشکاں پاوے
مالک دا کم پھل پھل لانڑاں، لاوے یا نہ لاوے

رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے بھی ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔ اپنے مشن کی کامیابی کے لیے آپؐ نے بھرپور جدوجہد کی۔ نہ تو آپؐ اللہ کے بھروسے پر جدوجہد ترک کر کے بیٹھے رہے اور محض دعاؤں کا سہارا لیا اور نہ ہی آپؐ نے صرف اپنی تگ و دو پر انحصار کیا۔ آپؐ کی مبارک زندگی میں دونوں پہلو ساتھ ساتھ نظر آتے ہیں۔

سفر ہجرت پر نکلے تو صحابہ میں سے بہترین آدمی کو سفر کا ساتھی بنایا، مدینہ جانے کا عام راستہ چھوڑ کر الگ راستہ کا انتخاب کیا، دشمن سے بچنے کے لیے تین دن تک غار ثور میں چھپے رہے، سفر کے لیے اچھی سواری اور زادِ راہ کا انتظام کیا، سفر میں رہنمائی کے لیے راستوں کے ماہر اور قابلِ بھروسا شخص کی خدمات حاصل کیں۔

ایک طرف تو وہ تمام ضروری انتظامات کیے جو آپؐ کے بس میں تھے اور دوسری طرف اللہ تبارک و تعالیٰ پر کامل بھروسا کیا جس کا مظہر آپؐ کا یہ جملہ ہے: غم نہ کر، اللہ ہمارے

Marfat.com

ساتھ ہے۔ یہ جملہ آپؐ نے اس وقت فرمایا جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا کامل شخص بھی دشمن کو سر پر کھڑا دیکھ کر گھبرا گیا تھا۔

اسی بھروسے کا اظہار اس وقت بھی ہوتا ہے جب آپؐ سراقہ بن جعشم کو امان نامہ لکھ کر دیتے ہیں اور اسے کسریٰ کے کنگن پہننے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ سراقہ وہ شخص ہے جو انعام کے لالچ میں سفر ہجرت کے دوران آپؐ کا تعاقب کرتا ہے اور پتھریلی زمین میں اپنے گھوڑے کی ٹانگیں دھنسنے کی وجہ سے خائف ہو کر آپؐ سے امان طلب کرتا ہے۔ تصور کیجیے، دشمنوں سے چھپ کر اپنے گھر سے بھاگے ہوئے اس مسافر کو اللہ کی تائید اور نصرت پر کس قدر بھروسا اور اپنے مشن کی کامیابی کا کتنا یقین ہے۔ گویا وہ اپنی آنکھوں سے ایران کو فتح ہوتے دیکھ رہا ہے۔

غزوہ بدر کے موقع پر آپؐ نے اپنی پوری قوت میدانِ بدر میں حاضر کر دی، صحابہ سے مشورہ کے بعد پڑاؤ کے لیے اچھی جگہ کا انتخاب کیا، جنگ کے لیے بہترین حکمتِ عملی تیار کی اور اس کے بعد اللہ سے دعا کی: اے اللہ! کتاب نازل کرنے والے، بادلوں کو حرکت دینے والے، لشکروں کو شکست دینے والے، انہیں (لشکرِ قریش کو) شکست دے اور ہمیں ان پر فتح عطا فرما۔" (صحیح بخاری: ۲۹۶۶۔ صحیح مسلم: ۱۷۴۲)

تمام غزوات کے لیے آپؐ حسبِ ضرورت اور حسبِ استطاعت بہترین انتظامات کرتے، اپنی نقل و حرکت کو دشمن سے مخفی رکھنے کے لیے عموماً منزلِ مقصود سے الٹی سمت میں سفر کا آغاز کرتے، وقت سے پہلے اپنے ارادے کا اظہار نہ کرتے، اپنی طرف سے ہر ممکن تدبیر اختیار کرتے کہ دشمن کو آپؐ کے ارادوں کی بھنک نہ پڑے۔ آپؐ کے ہر کام میں تدبیر اور توکل کا بہترین التزام ہوتا تھا۔

ایک دفعہ ایک اعرابی آپؐ کے پاس آیا، اس کے ساتھ اس کا اونٹ بھی تھا۔ اس نے رسول اللہ سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں اپنا اونٹ کھلا چھوڑ دوں اور اللہ پر توکل کروں؟ آپؐ نے فرمایا: اونٹ کا گھٹنا باندھ دو اور اللہ پر توکل کرو۔ اسلام میں توکل کا یہی

Marfat.com

مفہوم ہے کہ نہ تو اسباب سے صرفِ نظر کیا جائے اور نہ صرف انہی پر بھروسا کیا جائے۔ مزید وضاحت کے لیے درج ذیل آیات و احادیث کا مطالعہ کیجیے:

﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٥٩﴾﴾

(آل عمران: ۱۵۹)

"پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اُسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں"

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۖ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾﴾

(آل عمران: ۱۷۳)

"اور وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ "تمہارے خلاف بڑی فوجیں جمع ہوئی ہیں، اُن سے ڈرو"، تو یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور اُنہوں نے جواب دیا کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔"

﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٢٣﴾﴾ (المائدہ: ۲۳)

"اور اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو۔"

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ ۚ﴾ (الفرقان: ۵۸)

"اور اے محمدؐ، اُس خدا پر بھروسہ رکھو جو زندہ ہے اور کبھی مرنے والا نہیں۔ اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو۔"

﴿اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٣﴾﴾ (التغابن: ۱۳)

"اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں، لہٰذا ایمان لانے والوں کو اللہ ہی پر بھروسا رکھنا چاہیے۔"

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۚ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴿٣﴾﴾ (الطلاق: ۳)

Marfat.com

"جو اللہ پر بھروسا کرے اس کے لیے وہ کافی ہے۔ اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جنت میں کچھ ایسے لوگوں کو داخلہ ملے گا جن کے دل پرندوں کے دلوں کی مانند ہوں گے۔" (صحیح مسلم: ۲۸۴۰)

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ پر کامل بھروسہ کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

"اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جیسا توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح رزق دے جس طرح پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کے وقت بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر (گھونسلوں) میں آجاتے ہیں۔" (جامع ترمذی: ۲۳۴۴)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم غار میں تھے تو میں نے مشرکوں کے پاؤں کو دیکھا کہ وہ عین ہمارے سروں کے اوپر تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر ان میں سے کوئی اپنے پاؤں کے نیچے دیکھ لے تو یقیناً ہمیں دیکھ لے گا۔ آپؐ نے فرمایا: ابوبکر! ان دو اشخاص کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو؟" (صحیح بخاری: ۳۶۵۳۔ صحیح مسلم: ۲۳۸۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

"میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کرواتے ہیں، نہ داغ لگواتے ہیں اور نہ شگون کے لیے پرندے اڑاتے ہیں اور وہ صرف اپنے رب پر ہی بھروسا کرتے ہیں۔"

(صحیح بخاری: ۶۴۷۲۔ صحیح مسلم: ۲۱۸)

ان آیات اور احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اصل کارساز تو اللہ ہی ہے اس لیے ایک مومن کا بھروسا ہر حال میں اللہ پر ہی ہونا چاہیے۔ توکل بے عملی کا ذریعہ نہیں بلکہ

Marfat.com

قوت کا سرچشمہ ہے۔ اللہ پر بھروسا کرنے والا مومن کبھی مایوس نہیں ہوتا کیونکہ اسے اللہ کا مضبوط سہارا حاصل ہے اور وہ کبھی تگ ودو سے غافل نہیں ہوتا کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے۔

سخاوت

سخاوت کے معنی ہیں فیاضی، بخشش، کھلے دل اور کھلے ہاتھ سے دینا۔ عربی میں اس کے لیے لفظ کرم بھی استعمال کیا جاتا ہے جو کہ اللہ کی صفت ہے۔ الکریم، اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ سخاوت اللہ کی پسندیدہ صفت ہے۔ کیونکہ اس کی مخلوق کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔ جس شخص میں یہ صفت ہو لوگ بھی اسے پسند کرتے ہیں، سخی کی ذات لوگوں کے لیے نفع بخش ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سخی اللہ تعالیٰ سے قریب، جنت سے قریب اور لوگوں سے قریب ہوتا ہے۔ بخیل اللہ تعالیٰ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور اور جہنم کے قریب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جاہل سخی بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔“ (ضعیف: جامع ترمذی: ۱۹۶۱۔ سعید الوراق ضعیف راوی ہے۔ تفصیل دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۱۵۴)

انسان عموماً رذائل کی طرف جلدی مائل ہوتا ہے، اِلاّ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اس پر خصوصی کرم ہو۔ اسلامی تعلیمات پر عمل اس کے لیے رذائل اخلاق سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ ملاحظہ ہوں سورہ المعارج کی درج ذیل آیات:

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝١٩ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝٢٠ وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝٢١ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝٢٢ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝٢٣ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝٢٤ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝٢٥﴾ (المعارج: ۱۹-۲۵)

”انسان تھڑ دِلا پیدا کیا گیا ہے، جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اُٹھتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔ مگر وہ لوگ (اس عیب سے بچے ہوئے ہیں) جو نماز پڑھنے والے ہیں، جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں، جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے۔“

Marfat.com

ان آیات میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ انسان فطری طور پر بخل کی طرف مائل ہے لیکن اگر اس کا اللہ پر ایمان پختہ ہو اور اسلامی تعلیمات کا ادراک ہو تو اس فطری کمزوری سے بچ سکتا ہے۔ بخل سے بچانے اور سخاوت کی طرف مائل کرنے کے لیے قرآن مجید میں انسان کو مختلف طریقوں سے سمجھایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات:

﴿وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۲۷۲)

"اور خیرات میں جو مال تم خرچ کرتے ہو وہ تمہارے اپنے لیے بھلا ہے آخر تم اسی لیے تو خرچ کرتے ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو، تو جو کچھ مال تم خیرات میں خرچ کرو گے، اس کا پورا پورا اجر تمہیں دیا جائے گا اور تمہاری حق تلفی ہرگز نہ ہوگی۔"

اس آیت میں سخاوت کی ترغیب دی گئی ہے کہ اگر اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تو اللہ کی رضا حاصل ہوگی اور آخرت میں اس کا پورا پورا اجر دیا جائے گا۔

﴿قُلْ اِنَّ رَبِّىْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَىْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝﴾ (سبا: ۳۹)

"اے نبیؐ، ان سے کہو، "میرا رب اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے کھلا رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا دیتا ہے۔ جو کچھ تم خرچ کر دیتے ہو اُس کی جگہ وہی تم کو اور دیتا ہے، وہ سب رازقوں سے بہتر رازق ہے۔"

﴿هٰاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِىُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۝﴾ (محمد: ۳۸)

"دیکھو، تم لوگوں کو دعوت دی جا رہی ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ اِس پر تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو بخل کر رہے ہیں، حالانکہ جو بخل کرتا ہے وہ در حقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کر رہا ہے۔ اللہ تو غنی ہے، تم ہی اس کے محتاج

Marfat.com

ہو۔ اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔"

اس آیت میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ کو تمہارے انفاق کی ضرورت نہیں ہے، وہ تو غنی ہے اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا فائدہ تمہیں کو ملے گا اور اگر تم بخل سے کام لو گے تو اس کا وبال بھی تمہیں پر ہو گا۔ وہ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم اٹھا دے گا۔ وہ چاہے تو پرندوں سے ایک عظیم لشکر کو تباہ کروا دے جیسے اس نے ابرہہ کے لشکر کو تباہ کروایا۔

﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۹﴾ (الحشر: ۹)

"حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

﴿وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰﴾

(المنافقون: ۱۰)

"اور جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو، قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے اور اس وقت وہ کہے کہ اے میرے رب، کیوں نہ تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالح لوگوں میں شامل ہو جاتا۔"

﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ اتَّقٰى ۝۵ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝۶ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝۷ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى ۝۸ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝۹ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝۱۰ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۝۱۱﴾ (اللیل: ۵۔۱۱)

"تو جس نے (اللہ کی راہ میں) مال دیا اور (اللہ کی نافرمانی سے) پرہیز کیا، اور بھلائی کو سچ مانا، اس کو ہم آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے، اور جس نے

Marfat.com

بخل کیا اور (اپنے خدا سے) بے نیازی برتی، اور بھلائی کو جھٹلایا، اس کو ہم سخت راستے کے لیے سہولت دیں گے، اور اُس کا مال آخر اُس کے کس کام آئے گا جبکہ وہ ہلاک ہو جائے؟''

اس آیت میں انسان کی توجہ اس بات کی طرف دلائی گئی ہے کہ اگر تو سخاوت سے کام لیتے ہوئے اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو آخرت میں تیرے لیے آسانیاں پیدا کر دی جائیں گی اور اگر تو بخل سے کام لے گا تو آخرت میں تجھے مشکلات کا سامنا ہو گا اور تیرا مال جسے جمع کرنے کے لیے تو نے بخل سے کام لیا، تیرے کسی کام نہیں آئے گا۔

﴿وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾
(الحدید: ۱۰)

''آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ زمین اور آسمانوں کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔''

انسان کو سوچنا چاہیے کہ آج جو کچھ اس کے پاس ہے کل وہ دوسروں کے پاس چلا جائے گا، رفتہ رفتہ سب انسان ختم ہو جائیں گے اور بالآخر ہر چیز کی میراث اللہ کی طرف لوٹ جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم میں سے کون ایسا ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر کوئی اپنے مال کو زیادہ محبوب جانتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہر انسان کا اپنا مال تو وہ ہے جو اس نے آگے بھیج دیا۔ (یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا) اور جو مال پیچھے چھوڑا وہ تو اس کے وارث کا مال ہے۔'' (صحیح بخاری: ۶۴۴۲)

اس حدیث میں بھی اسی بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ انسان کی اصل بچت وہ نہیں جو کنجوسی کر کے جمع کرتا رہتا ہے اور مرنے کے بعد دوسروں کے لیے چھوڑ کر چلا جاتا ہے، بلکہ اس کی اصل بچت وہ ہے جو مرنے سے پہلے اپنے ہاتھوں اللہ کی راہ میں خرچ کر جاتا ہے۔

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپؐ نے انکار کیا ہو۔'' (صحیح بخاری: ۶۰۳۴۔ صحیح مسلم: ۲۳۱۱)

یہ تو عام دنوں میں حضورؐ کی سخاوت کا عالم تھا اور منقول ہے کہ رمضان میں تو آپؐ کی سخاوت تیز آندھی کی طرح ہو جاتی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''ہر صبح جب لوگ بیدار ہوتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما، اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! بخیل کے مال کو برباد کر۔'' (صحیح بخاری: ۱۴۴۲۔ صحیح مسلم: ۱۰۱۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے آدمؑ کے بیٹے خرچ کر، تجھ پر خرچ کیا جائے گا۔'' (صحیح بخاری: ۴۶۸۴۔ صحیح مسلم: ۹۹۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''صدقہ خیرات کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اور معاف کرنے سے انسان کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور جو شخص اللہ کی رضا کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ اس کو رفعت عطا فرماتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۵۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنی حلال کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرتا ہے، اور اللہ حلال مال کے سوا صدقہ قبول نہیں کرتا، اللہ اس صدقہ کو اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے، پھر اس کو بڑھاتا رہتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری: ۷۴۳۰۔ صحیح مسلم: ۱۰۱۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کنجوسی سے بچو! بے شک اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔ اس کی وجہ سے انہوں نے اپنے لوگوں کا خون بہایا اور جو چیزیں ان پر حرام کی گئی تھیں ان کو اپنے لیے حلال کیا۔'' (صحیح مسلم: ۲۵۷۸)

Marfat.com

سخاوت کی تعریف کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بے شک اللہ سخی ہے اور سخاوت کو پسند کرتا ہے اور اچھے اخلاق کو پسند اور گھٹیا عادات کو ناپسند کرتا ہے۔"

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپؐ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے: قسم ہے ربِّ کعبہ کی، وہی لوگ سب سے زیادہ گھاٹے میں ہیں! قسم ہے ربِّ کعبہ کی، وہی لوگ سب سے زیادہ گھاٹے میں ہیں! میں نے عرض کیا: میری کیا حالت ہے؟ کیا مجھ میں کوئی ایسی بات نظر آئی ہے؟ کیا بات ہے؟ پھر میں آپؐ کے پاس بیٹھ گیا اور آپؐ یہی کلمات دہراتے رہے۔ چنانچہ میں خاموش نہ رہ سکا اور میں شدید رنج وغم میں مبتلا ہو گیا اور میں نے پھر عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: وہ لوگ جو زیادہ مال والے ہیں، سوائے ان لوگوں کے جو اس طرح اور اس طرح (یعنی آگے، پیچھے اور دائیں بائیں ہر طرف مستحق لوگوں پر) خرچ کرتے ہیں۔" (صحیح بخاری: ۶۶۳۸۔ صحیح مسلم: ۹۹۰)

حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

آگ سے بچو۔ یہ فرما کر آپؐ نے منہ پھیر لیا اور کراہت کا اظہار کیا (جیسے آپؐ آگ دیکھ رہے ہوں) پھر فرمایا: آگ سے بچو۔ پھر کراہت کا اظہار کرتے ہوئے منہ پھیر لیا۔ آپؐ نے تین مرتبہ ایسا ہی کیا، حتیٰ کہ ہمیں گمان ہوا کہ آپؐ آگ کو دیکھ رہے ہیں۔ پھر فرمایا: آگ سے بچو! صدقہ دو! خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو، اور اگر کسی کو یہ بھی میسر نہ ہو تو کلمہ خیر اور اچھی بات کہے (کہ یہ بھی صدقہ ہے)۔" (صحیح بخاری: ۳۵۹۵۔ صحیح مسلم: ۱۰۱۶)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"خرچ کر اور گن گن کر نہ رکھ، کیونکہ اگر تو گن گن کر رکھے گی تو اللہ بھی تجھے گن گن کر دے گا اور سینت سینت کر نہ رکھ، اگر تو سینت سینت کر رکھے گی تو اللہ بھی

Marfat.com

تجھ سے بچا کر رکھے گا۔" (صحیح بخاری: ۲۵۹۱۔ صحیح مسلم: ۱۰۲۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے کہیں بہتر ہے، اوپر والا دینے اور خرچ کرنے والا ہاتھ ہے اور نیچے والا دستِ سوال ہے" (صحیح بخاری: ۱۴۲۷۔ صحیح مسلم: ۱۰۳۴)

سخاوت کی چند مثالیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے نام پر سوال کیا گیا ہو اور آپؐ نے پورا نہ کیا ہو۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک آدمی آپؐ کے پاس آیا (اور سوال کیا)۔ آپ نے دو پہاڑوں کے درمیان (ایک وادی میں) جتنی بکریاں تھیں سب اسے دے دیں۔ وہ آدمی اپنی قوم میں واپس گیا اور ان سے کہا: اے میری قوم کے لوگو! اسلام قبول کرلو! بے شک، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی طرح عطا کرتے ہیں جسے فقر کا ڈر نہ ہو۔ اور اگر کوئی شخص دنیا کی خاطر اسلام قبول کرتا تب بھی زیادہ عرصہ نہ گزرتا کہ اسلام اسے دنیا اور اس کی ہر چیز سے عزیز ہو جاتا۔" (صحیح مسلم: ۲۳۱۲)

ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لاکھ اسی ہزار درہم آئے جو آپ نے اسی وقت غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیئے۔ آپ روزے سے تھیں۔ شام کو خادمہ سے کہا: "میرے لیے افطاری لاؤ" وہ روٹی اور زیتون لائی اور کہنے لگی: "اس مال میں سے جو آپ نے آج خرچ کیا ہے، ایک درہم کا گوشت ہی خرید لیتیں۔" تو فرمایا: "اگر تم یاد دلاتی تو خرید لیتی۔" سبحان اللہ! ایک لاکھ اسی ہزار درہم آتے ہی تقسیم کر دیئے اور خود خشک روٹی اور زیتون سے روزہ افطار کیا!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تبوک کی مہم کے لیے چندے کی اپیل کی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دس ہزار دینار، نو سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے بمعہ ساز و سامان پیش کیے۔ تقریباً آدھی فوج کے لیے ساز و سامان انہوں نے فراہم کیا۔ حضرت عثمان کی اس سخاوت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے خوش ہوئے کہ آپؐ نے فرمایا: آج کے بعد عثمان جو چاہے کرے،

Marfat.com

ت کے وقت عبداللہ نے خالد کے گھر والوں
ہ گھر کی فروخت پر افسوس ہو رہا ہے۔ اس پر
جا: ''مکان بھی تم رکھو اور دیئے گئے درہم بھی

ں کہ مجھے فلاں شخص غسل دے۔ اسے غسل
م شافعیؒ کی وہ کتاب دکھاؤ جس پر وہ اپنی
سے دی گئی۔ دیکھا تو امام شافعیؒ کے قرضہ
ے۔ اس آدمی نے وہ لکھ لیے اور کہا کہ میں
یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

ت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:
نَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ

وہ چیزیں (خدا کی راہ میں) خرچ نہ
خرچ کرو گے اللہ اس سے بے خبر نہ

ے پاس آئے اور عرض کیا: میرا بیرحاء باغ

Marfat.com

حضرت ابوطلحہ نے عرض کیا: جو آپ ؐ کا حکم، یا رسول اللہ! چنانچہ وہ باغ انہوں نے اپنے چچا زاد بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا۔'' (صحیح بخاری: ۴۵۵۴)

ایک دفعہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا اونٹوں کا کاروان یمن کی تجارت سے واپس آیا تو مدینہ میں تہلکہ مچ گیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یہ شور و غل کیسا ہے؟ لوگوں نے بتایا: عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے اونٹ چلے آ رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل صحیح فرمایا تھا۔ یہ بات حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو ان کا دل اسی جملے میں اٹک گیا۔ بلا تاخیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور عرض کیا: اے ام المومنین! حضورؐ نے کونسی بات فرمائی تھی جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے؟ ام المومنین نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے جنت کا نمونہ دکھایا جا رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ میرے صحابہ میں سے جو مفلس تھے وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے جلدی جلدی جنت کی طرف جا رہے تھے، لیکن امیروں میں سے سوائے عبد الرحمٰن بن عوف کے مجھے کوئی اس طرف جاتا دکھائی نہ دیا، مگر اس سے بھی اچھی طرح چلا نہیں جا رہا تھا اور بڑی مشکل سے گرتا پڑتا اور ہاتھ پاؤں مارتا ہوا وہ جنت کے دروازے تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔ یہ سن کر حضرت عبد الرحمٰن نے کہا: میں ان تمام اونٹوں کو مع مال و اسباب اللہ کی راہ میں دیتا ہوں اور ان تمام غلاموں کو جو ان کے ساتھ ہیں آزاد کرتا ہوں، ہوسکتا ہے کہ اس طرح میں بھی ان تیز گام صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ قدم اٹھانے کے قابل ہو جاؤں!

عفو و درگزر

عفو و درگزر کے معنی ہیں معاف کرنا، خطا بخش دینا، سزا معاف کر دینا، مہربانی کرنا وغیرہ۔ عفو و درگزر ایک بہت بڑی اخلاقی خوبی ہے۔ عفو و درگزر وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں نرمی ہو۔ یہ وہ خوبیاں ہیں جو انسان کے اخلاق میں حسن پیدا کرتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نرم خو ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۹۳)

اگر انسان میں معاف کرنے کا ظرف ہو تو وہ بہت سے گھریلو اور خاندانی مسائل کو خوش

Marfat.com

لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ (النور: ۲۲)

''تم میں سے جو لوگ صاحب فضل اور صاحب مقدرت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ اپنے رشتہ داروں، مساکین اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کی مدد نہ کریں گے۔ انہیں معاف کر دینا چاہیے اور درگزر کرنا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے؟ اور اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ غفور اور رحیم ہے۔''

اس آیت کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے اس کی شانِ نزول کو جاننا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ واقعہ افک کے موقع پر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والوں میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے رشتے کے بھانجے مِسطح بن اُثاثہ بھی شامل تھے جن کی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مستقل مدد کیا کرتے تھے۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ نور میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل فرما دی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ آئندہ وہ مِسطح کی مدد نہیں کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس کو سنتے ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے توبہ کی اور فرمایا: ''اللہ کی قسم! ہم ضرور چاہتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطائیں معاف فرمائے۔'' (صحیح بخاری: ۶۶۷۹)

چنانچہ آپ نے مِسطح کی امداد بحال کر دی، بلکہ ان پر پہلے سے زیادہ احسان کرنے لگے۔ اندازہ کیجیے کہ جو شخص ام المومنین حضرت عائشہ جیسی پاکدامن اور محترم خاتون کے خلاف منافقین کا آلہ کار بنا، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے ساتھ بھی احسان کا رویہ ترک کرنا گوارہ نہ کیا۔

ایذاء پر صبر کرنا اور ایذاء رسانی کرنے والے کو معاف کر دینا بے شک بہت مشکل کام ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ کمزور کے پاس صبر کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا لیکن معاف کرنا یا نہ کرنا تو اس کے اختیار میں ہوتا ہے اور جو شخص بدلہ لینے کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دے وہ واقعی عظیم ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

Marfat.com

﴿وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ (الشوریٰ:۴۳)

''البتہ جو شخص صبر سے کام لے اور درگزر کرے، تو یہ بڑی اولوالعزمی کے کاموں میں سے ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ کے انعام کے مستحق لوگوں کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ﴾ (الشوریٰ:۳۷)

''جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور اگر غصہ آجائے تو درگزر کر جاتے ہیں۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور جو بندہ معاف کر دیتا ہے، اللہ اس کی عزت بڑھاتا ہے، اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔'' (صحیح مسلم:۲۵۸۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی عزت بڑھاتا ہے جو دوسروں سے درگزر کرتا ہے۔'' (صحیح مسلم:۲۵۸۸)

نیز فرمایا: ''جو بندہ دنیا میں کسی دوسرے بندے کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ قیامت کے دن اس کے عیوب ڈھانپ لے گا۔'' (صحیح مسلم:۲۶۹۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی بندہ کسی بندے پر دنیا میں پردہ نہیں ڈالتا مگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر پردہ ڈال دیں گے۔'' (صحیح مسلم:۲۵۹۰)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جسے اپنے بھائی کی کسی برائی کا علم ہو اور وہ اس پر پردہ ڈال دے تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اس پر پردہ ڈال دیں گے۔'' (معجم الکبیر للطبرانی: ۹۶۲۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ سلسلۃ الصحیحہ: ۵/ ۴۵۰)

Marfat.com

حضرت ابو الاحوص رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں ایک آدمی کے پاس سے گزرتا ہوں تو وہ میری مہمان نوازی نہیں کرتا، پھر وہ میرے پاس سے گزرتا ہے، کیا میں بھی بدلے میں اس کے ساتھ اسی طرح کروں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، بلکہ اس کی میزبانی کرو۔'' (جامع ترمذی: ۲۰۰۶)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم ہر کسی کی رائے پر نہ چلو یعنی یوں نہ کہو کہ اگر لوگ بھلائی کریں گے تو ہم بھی بھلائی کریں گے اور اگر وہ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے، بلکہ اپنے آپ پر اعتماد اور اطمینان رکھو، اگر لوگ بھلائی کریں تو بھلائی کرو اور اگر برائی کریں تو ظلم نہ کرو۔'' (جامع ترمذی: ۲۰۰۷۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔)

ان دونوں حدیثوں میں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ لوگوں کے بُرے سلوک کی وجہ سے تم ان کے ساتھ برائی نہ کرو بلکہ ان کی برائی کو معاف کر دو اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدوی نے مسجد (نبوی) کے صحن میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اس سے مواخذہ کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب کی جگہ پر پانی کا بھرا ہوا ڈول انڈیل دو۔ تمہیں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ نرمی اور درگزر سے پیش آؤ، اس لیے نہیں بھیجا گیا کہ سختی اور ترش روئی اختیار کرو'' (صحیح بخاری: ۶۱۲۸)

حضرت انس رضی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آسانی پیدا کرو اور سختی نہ کرو، خوشخبری سناؤ اور نفرت نہ پیدا کرو۔'' (صحیح بخاری: ۶۹۔ صحیح مسلم: ۱۷۳۴)

حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ انسان کو عزت و شرف عطا فرماتے اور درجات بلند کرتے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ضرور بتائیے۔ آپؐ نے ارشاد

Marfat.com

فرمایا: جو شخص تمہارے ساتھ جہالت کے ساتھ پیش آئے، تم اس کے ساتھ بردباری سے پیش آؤ، اور جو تم پر ظلم کرے، تم اس سے درگزر کرو، اور جو تمہیں محروم رکھے، تم اسے دو، اور جو تمہارے ساتھ قطع رحمی کرے، تم اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کے دن کھولے جاتے ہیں۔ پھر ہر اس بندہ کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا سوائے اس شخص کے جو اپنے بھائی سے کینہ رکھتا ہے۔ پھر کہا جاتا ہے ان دونوں کو دیکھتے رہو، یہاں تک کہ آپس میں راضی ہو جائیں، ان دونوں کو دیکھتے رہو، یہاں تک کہ آپس میں راضی ہو جائیں، ان دونوں کو دیکھتے رہو، یہاں تک کہ آپس میں راضی ہو جائیں۔" (صحیح مسلم: ۲۵۶۵)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کا دوسرے مسلمان بھائی کے خلاف دل میں کینہ رکھنا اور اسے معاف نہ کرنا شرک جیسا بڑا گناہ ہے جو اس وقت تک معاف نہیں ہوگا جب تک وہ ایک دوسرے کو معاف نہ کر دیں۔

ابو عبداللہ جدلیؒ سے روایت ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "آپؐ طعن و تشنیع کرنے والے، فحش گوئی کرنے والے، بازاروں میں چیخنے والے اور برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے نہ تھے بلکہ معاف فرمانے والے اور درگزر کرنے والے تھے۔" (جامع ترمذی: ۲۰۱۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز جب لوگ (اپنی اپنی) قبروں سے اٹھیں گے تو منادی کرنے والا آواز دے گا کہ وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں جن کا اجر اللہ تبارک و تعالیٰ پر ہے۔ اس پر ہزاروں لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور بلا حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے، اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو اس دنیا میں خلقِ خدا کو (ان کی خطاؤں پر) معاف کر دیا کرتے تھے۔

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا، آپ نجران کی بنی ہوئی موٹے کناروں والی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ ایک بدوی آیا، اس نے آپ کی چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا یہاں تک کہ مجھے آپ کی گردن پر نشان نظر آئے۔ پھر اس نے کہا: اے محمد ﷺ! مجھے اللہ کے مال میں سے جو آپ کے پاس ہے دینے کا حکم دیں۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور ہنس دیئے اور اسے کچھ دینے کا حکم فرمایا"

(صحیح بخاری:۳۱۴۹۔صحیح مسلم:۱۰۵۷)

رسول اللہ ﷺ جب دین کی دعوت دینے کے لیے طائف تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے آپ کے ساتھ بہت برا سلوک کیا، آپ کی تضحیک کی، آپ پر پتھر برسائے اور آپ کو لہولہان کر دیا۔ اس موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کی معیت میں پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا۔ اس نے عرض کیا کہ مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ آپ کے حکم کی بجا آوری کروں۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان لوگوں کو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں۔ لیکن آپ نے انہیں معاف کر دیا اور فرمایا: مجھے امید ہے کہ اللہ ان کی نسلوں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھیرائیں گے۔

(صحیح بخاری:۳۲۳۱۔صحیح مسلم:۱۷۹۵)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی نبیؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اس کی قوم نے اسے مار مار کر لہولہان کر دیا، وہ اپنے چہرے سے خون صاف کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما اس لیے کہ یہ لوگ جانتے نہیں ہیں۔" (صحیح بخاری:۳۴۷۷۔صحیح مسلم:۱۷۹۲)

حضرت امام زین العابدینؒ بن حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ ایک مرتبہ مسجد کی جانب نکلے تو ایک شخص نے انہیں بُرا بھلا کہا۔ ان کے غلاموں نے اسے مارنے کا ارادہ کیا تو حضرت زین العابدین نے انہیں منع کر دیا اور ان سے فرمایا: اسے کچھ نہ کہو۔ پھر وہ اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا: جناب، میں تو اس سے بھی برا ہوں جو آپ کہہ رہے

Marfat.com

ہیں اور میری جو خرابیاں آپ کو معلوم نہیں ہیں وہ ان سے زیادہ ہیں جو آپ کو معلوم ہیں، اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے سامنے ان کا ذکر کر سکتا ہوں۔ وہ شخص نہایت شرمندہ ہوا اور جھینپ گیا۔ پھر حضرت زین العابدین نے اس شخص کو ایک ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ آدمی یہ کہتا ہوا رخصت ہوا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ نوجوان رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے ہے۔

انہی کے بارے میں یہ واقعہ بھی ملتا ہے کہ ان کا ایک غلام مٹی کے لوٹے سے ان کے اوپر پانی ڈال رہا تھا کہ لوٹا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر حضرت زین العابدین کے پاؤں پر گر کر ٹوٹ گیا جس سے ان کا پاؤں زخمی ہو گیا تو ان کے غلام نے فوراً کہا: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ﴾ (آل عمران: ۱۳۴)

''جو غصے کو دبا لیتے ہیں۔''

اس پر حضرت زین العابدین نے فرمایا: میں نے تو اپنے غصے کو دبا لیا ہے۔ غلام نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ (آل عمران: ۱۳۴)

''اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔''

حضرت زین العابدین نے فرمایا: میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ غلام نے کہا:

﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (آل عمران: ۱۳۴)

''اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

حضرت زین العابدین نے فرمایا: جاؤ، تم اللہ کے لیے آزاد ہو۔

ایثار وقربانی

ایثار کے معنی ہیں دوسرے کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دینا۔ قربان کرنے کے معنی ہیں نثار کرنا، نچھاور کرنا، وارنا۔ اللہ کی خوشنودی کی خاطر جانور ذبح کرنے کو بھی قربانی

Marfat.com

کہتے ہیں۔ یہ وہ جذبہ ہے جو انسان کے اندر کسی بڑے مقصد کی خاطر اپنے آپ کو وار دینے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی اخلاقی صفت ہے جو انسانی اخلاق کو چار چاند لگا دیتی ہے اور انسانی معاشرے کو مضبوط بناتی ہے۔ جس معاشرہ میں ایثار کیش لوگوں کی کثرت ہو وہ معاشرہ کبھی افلاس اور بدحالی کا شکار نہیں ہو سکتا۔ ایسا معاشرہ بہت جلد ترقی کی منازل طے کر لیتا ہے۔ اسلام کے آغاز کا مدنی معاشرہ اس کی بہترین مثال ہے۔ مدینہ کے رہنے والے مسلمانوں نے اپنی ہر چیز مہاجرین کے سامنے پیش کر دی۔ اسی بنا پر وہ انصار (مددگار) کہلائے اور مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ جو بڑی بڑی حکومتیں حل نہیں کر پاتیں، چند سو افراد نے حل کر دیا۔ صحابہ کرام میں یہ جذبہ اس قدر وافر تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾

(الحشر: ۹)

"(اور وہ اُن لوگوں کے لیے بھی ہے) جو اِن مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لاکر دارالہجرت میں مقیم تھے۔ یہ اُن لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے اِن کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی اُن کو دیدیا جائے اُس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ کو جب ہجرت کی اجازت ملی اس وقت مشرکینِ مکہ کی کچھ امانتیں آپؐ کے پاس تھیں، اگر جانے سے پہلے ان کی امانتیں واپس کر دیتے تو مشرکینِ مکہ کو آپؐ کی ہجرت کا پتہ چل جاتا۔ آپؐ اس سفر کو مخفی رکھنا چاہتے تھے، اس لیے آپؐ نے وہ امانتیں

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیں تا کہ آپؐ کے جانے کے بعد وہ لوگوں کو واپس کر دیں۔ آپؐ نے انہیں اپنے بستر پر سلا دیا تا کہ کفارِ مکہ یہی سمجھیں کہ محمدؐ اپنے بستر پر سو رہے ہیں اور آپؐ کو گھر سے نکلنے کا موقع مل سکے۔

ادھر مشرکینِ مکہ نے بھی رسول اللہ ﷺ کے قتل کا منصوبہ تیار کر رکھا تھا، انہوں نے آپؐ کے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا اور اس انتظار میں تھے کہ آپؐ باہر نکلیں تو یکبارگی حملہ کر دیں۔ ان حالات میں حضرت علی رضی اللہ کا رسول اللہ ﷺ کے بستر پر سونا جب کہ موت چاروں طرف منڈلا رہی ہو، اور آپؐ کے جانے کے بعد غضبناک دشمن کا اکیلے سامنا کرنے کے لیے تیار ہو جانا، جاں نثاری کی انتہائی اعلیٰ مثال ہے۔

سفر ہجرت کے دوران حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کچھ دیر کے لیے رسول اللہ ﷺ کے آگے چلتے اور پھر یکلخت پیچھے چلے جاتے اور آپؐ کے پیچھے چلنا شروع کر دیتے۔ جب انہوں نے بار بار ایسا کیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ابوبکر ایسا کیوں کرتے ہو؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب مجھے یہ خیال آتا ہے کہ دشمن سامنے سے آئے گا تو میں آپؐ کے آگے چلنا شروع کر دیتا ہوں تا کہ پہلے مجھ سے اس کی مڈبھیڑ ہو، اور جب یہ خیال آتا ہے کہ وہ پیچھے سے آئے گا تو آپؐ کے پیچھے چلنا شروع کر دیتا ہوں تا کہ پہلے مجھ پر حملہ آور ہو! یہی قربانی اور جاں نثاری کا جذبہ تھا جس نے انہیں سفرِ ہجرت کا ساتھی ہونے کا شرف بخشا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا: مجھے (بھوک نے) مشقت میں ڈال رکھا ہے۔ آپؐ نے اپنی ایک بیوی کی طرف پیغام بھجوایا: اس نے جواب دیا: اس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے: میرے پاس پانی کے علاوہ کوئی چیز نہیں۔ پھر آپؐ نے دوسری بیوی کی طرف پیغام بھیجا۔ اس نے بھی اسی قسم کا جواب دیا، یہاں تک کہ تمام بیویوں نے یہی جواب دیا: قسم اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ پیغمبر بنا کر بھیجا ہے! ہمارے گھروں میں سوائے پانی کے اور کوئی چیز موجود نہیں۔

Marfat.com

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون آج رات اس شخص کی میزبانی کرے گا؟ انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں کروں گا۔ پس وہ اسے اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی سے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کا مہمان ہے، اس کی عزت کرو۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس نے اپنی بیوی سے کہا: کیا تیرے پاس کچھ کھانے کے لیے موجود ہے؟ اس نے کہا: بس اسی قدر خوراک ہے جو ہمارے بچوں کے لیے کافی ہو گی۔ انصاری نے بیوی سے کہا: بچوں کو بہلاؤ اور جب شام کے کھانے کی خواہش کریں تو انہیں سلا دینا، اور جب مہمان کھانے لگے تو چراغ بجھا دینا اور اس پر یہی ظاہر کرنا کہ ہم کھا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ بھی مہمان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ مہمان نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا، لیکن یہ دونوں رات کو بھوکے رہے۔

جب صبح ہوئی تو وہ (انصاری) نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا:

"آج رات تم نے اپنے مہمان کے ساتھ جس ایثار کا مظاہرہ کیا ہے، اللہ کو بہت پسند آیا ہے۔" (صحیح بخاری:۳۷۹۸۔ صحیح مسلم:۲۰۵۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی کے پاس دنبے کی سری ہدیۃً بھیجی گئی، انہوں نے سوچا کہ فلاں صاحب مجھ سے زیادہ حاجت مند ہیں، لہٰذا انہوں نے وہ سری ان کے پاس بھیج دی، انہوں نے بھی یہی سوچا کہ فلاں شخص مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے اور انہوں نے وہ تیسرے شخص کے پاس بھیج دی، اسی طرح تیسرے نے چوتھے اور چوتھے نے پانچویں کو بھیج دی، یہاں تک کہ سات آدمیوں سے ہو کر وہ سری پھر پہلے شخص کے پاس پہنچ گئی۔ (احیاء العلوم: ۳/ ۲۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے کافی ہے اور تین کا کھانا چار کے لیے کافی ہے۔"

(صحیح بخاری: ۵۳۹۲۔ صحیح مسلم: ۲۰۵۸)

مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک

Marfat.com

آدمی کا کھانا دو کے لیے کافی ہے اور دو کا چار کے لیے اور چار کا آٹھ آدمیوں کے لیے کافی ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۰۵۹)

اس حدیث میں ایثار کی تعلیم اور ترغیب ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک چادر لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یہ چادر میں آپؐ کے لیے بُن کر لائی ہوں۔ آپؐ نے وہ چادر لے لی، کیونکہ آپؐ کو اس کی ضرورت تھی۔ پھر آپؐ وہ چادر پہن کر باہر تشریف لائے تو ایک آدمی نے کہا: یہ چادر کس قدر خوبصورت ہے! آپؐ یہ مجھے عنایت فرما دیں۔ آپؐ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ آپؐ کچھ دیر مجلس میں بیٹھے، پھر واپس چلے گئے اور وہ چادر لپیٹ کر اس آدمی کو بھجوا دی۔

لوگوں نے اس شخص سے کہا: تو نے اچھا نہیں کیا، جو چادر نبی ﷺ نے پہن رکھی تھی اس کی آپؐ کو ضرورت تھی۔ پھر بھی تم نے اس کا سوال کر دیا، حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ آپؐ کسی سائل کو رد نہیں فرماتے۔ اس شخص نے کہا: میں نے سوال یہ چادر پہننے کے لیے نہیں کیا، میں نے تو اس چادر کا سوال اس لیے کیا کہ اسے اپنا کفن بناؤں۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ چادر اس کے کفن میں استعمال کی گئی۔'' (صحیح بخاری: ۵۸۱۰)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے ایثار کی مثال اور آپؐ سے صحابہ کرام کی عقیدت کا اظہار ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مسکین عورت دو لڑکیوں کو اپنے ساتھ لیے میرے پاس آئی، میں نے اسے تین کھجوریں دیں۔ اس نے دونوں لڑکیوں کو ایک ایک کھجور دی اور ایک کھجور خود کھانے کے لیے اپنے منہ کی طرف لے گئی۔ لیکن اس کی دونوں بچیوں نے اس سے کھجور کا مطالبہ کر دیا، چنانچہ اس عورت نے اُس کھجور کے دو حصے کیے جس کو وہ خود کھانے جا رہی تھی اور ان دونوں کو دے دی۔ مجھے اس کا یہ عمل بہت بھایا اور میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا: آپؐ نے فرمایا: اللہ نے اس عمل کی وجہ سے اس کے

Marfat.com

لیے جنت واجب کردی اور اسے جہنم سے آزاد کر دیا۔'' (صحیح مسلم: ۲۶۲۹)

یہ ہے ایثار کا صلہ، یہ ایثار اس عورت نے اپنی بچیوں کے لیے کیا تھا۔ اور اپنے بچوں کے لیے ایثار کرنا نسبتاً آسان ہوتا ہے کیونکہ وہ ایک لحاظ سے انسان کی اپنی ذات کا ہی حصہ ہوتے ہیں، اور جب اس طرح کا ایثار کسی غیر کے لیے کیا جائے تو اس کا کیا اجر ہوگا؟

حضرت حذیفہ عدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ یرموک کے موقع پر میں اپنے چچا زاد بھائی کی تلاش میں زخمیوں کو دیکھ رہا تھا۔ میرے پاس کچھ پانی تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر اس میں کچھ رمق باقی ہوئی تو میں اس کو پانی پلاؤں گا اور اس کا چہرہ صاف کروں گا، چنانچہ وہ مجھے مل گیا۔ میں نے اس سے پانی کا پوچھا تو اس نے اثبات میں اشارہ کیا۔ اچانک دوسری طرف سے ایک اور زخمی کے کراہنے کی آواز آئی تو میرے بھائی نے مجھے اس کی طرف جانے کا کہا، اس کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہیں پانی پیش کر رہا تھا کہ کسی اور طرف سے کراہنے کی آواز آئی۔ ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ میں ادھر گیا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ پھر ہشام کی طرف لوٹا تو وہ بھی فوت ہو چکے تھے۔ آخر میں اپنے چچا زاد بھائی کے پاس آیا تو وہ بھی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے، رضی اللہ عنہم۔ (احیاء علوم الدین: ۳/ ۲۵۸)

حضرت ابو الحسن انطاکیؒ بہت بڑے مشائخ میں سے ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ ان کے بہت سے دوست ان کے پاس جمع ہوئے جن کی تعداد تیس سے اوپر تھی اور ان کے پاس کھانے کے لیے چند روٹیاں تھیں، جو ان کے لیے کافی نہیں تھیں۔ انہوں نے روٹیوں کے ٹکڑے کیے، کھانے کے لیے بیٹھے اور چراغ بجھا دیا۔ جب دسترخوان اٹھایا گیا تو پتہ چلا کہ ساری روٹیاں اسی طرح موجود ہیں۔ کسی نے بھی اس خیال سے نہ کھائیں کہ دوسرے کھالیں۔ (احیاء علوم الدین: ۳/ ۲۵۸)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ ایک مرتبہ سفر کے دوران کھجوروں کے ایک باغ میں قیام پذیر ہوئے۔ باغ کا رکھوالا ایک حبشی غلام تھا۔ باغ کے مالک نے اسے تین روٹیاں بھجوائیں۔ اچانک ایک کتا وہاں آ نکلا۔ غلام نے ایک روٹی اٹھائی اور کتے کے آگے ڈال

Marfat.com

دی، وہ جھٹ سے کھا گیا۔ غلام نے دوسری روٹی بھی اس کے آگے ڈال دی۔ کتا وہ بھی فوراً کھا گیا، تب اس نے تیسری روٹی بھی کتے کے آگے ڈال دی اور وہ اسے بھی کھا گیا۔

حضرت عبد اللہ نے جو یہ ماجرا دیکھا تو اس غلام سے پوچھا: تیری روزانہ مزدوری کتنی ہے؟ اس نے کہا: یہی جو آپ نے دیکھی ہے (یعنی دن بھر کے لیے تین روٹیاں)۔ حضرت عبد اللہ نے پوچھا: پھر تو نے سب کی سب کتے کے آگے کیوں ڈال دیں؟ غلام نے کہا: در اصل کتے یہاں ہوتے نہیں ہیں، لہٰذا ظاہر ہے کہ یہ بے چارہ کہیں دور سے آیا ہوگا، اور میں نے یہ پسند نہ کیا کہ یہ مہمان یہاں سے بھوکا ہی چلا جائے۔

حضرت عبد اللہ نے پوچھا: تو پھر آج تو کیا کھائے گا؟ اس نے کہا: آج صبر کرلوں گا۔ ایک دن کی ہی تو بات ہے۔ آپ نے کہا: سبحان اللہ! لوگ میری سخاوت کا چرچا کیا کرتے ہیں! حالانکہ یہ غلام میری نسبت زیادہ سخی ہے۔ پھر آپ اٹھے، اس غلام کو خریدا، اسے آزاد کیا اور وہ باغ بھی خرید کر اسی کے حوالے کر دیا۔ بظاہر تو یہ تین روٹیاں ہی تھیں لیکن اس غلام کا کتنا بڑا ایثار تھا کہ ایک کتے کا پیٹ بھرنے کے لیے اس نے خود بھوکا رہنا گوارا کرلیا اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی اس کے ایثار کا کتنا بڑا انعام اسے عطا کیا! (احیاء علوم الدین: ۳/ ۲۵۸)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے عرض کیا: یا باری تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا اعلیٰ مرتبہ کس وجہ سے ملا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ایثار کی وجہ سے۔ پھر فرمایا: اے موسیٰ! اگر کسی شخص نے اپنی زندگی میں کبھی ایثار پر عمل کیا ہوگا تو جب وہ میرے پاس آئے گا، مجھے اس سے حساب لینے میں شرم آئے گی۔ بے حساب اس کو جنت میں جہاں وہ چاہے گا جگہ دوں گا۔ (احیاء العلوم: ۳/ ۲۵۷، ۲۵۸)

قناعت

قناعت کے معنی ہیں اطمینان، حرص سے بچنا، تھوڑی چیز پر خوش رہنا۔ قناعت بہت بڑی خوبی اور اللہ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے۔ قانع شخص ہمیشہ خوش رہتا ہے۔ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ اس پر راضی ہے اور دنیا میں خوش رہنے کے لیے اس سے بڑا کوئی گُر نہیں

Marfat.com

ہے۔دنیاوی معاملات میں وہ ہمیشہ اپنے سے نیچے دیکھتا ہے اور اسے اطمینان ہوتا ہے کہ بے شمار لوگ اس سے کم درجہ میں ہیں، اس پر وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے مزید نوازتا ہے۔ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل کرتا ہے:

﴿وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ۬ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾ وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾﴾

(طٰہٰ: ۱۳۱۔۱۳۲)

''اور نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھو دُنیوی زندگی کی اُس شان وشوکت کو جو ہم نے اِن میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے۔ وہ تو ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالنے کے لیے دی ہے، اور تیرے رب کا دیا ہوا رزقِ حلال ہی بہتر اور پائندہ تر ہے۔ اپنے اہل وعیال کو نماز کی تلقین کرو اور خود بھی اس کے پابند رہو۔ ہم تم سے کوئی رزق نہیں چاہتے، رزق تو ہم ہی تمہیں دے رہے ہیں اور انجام کی بھلائی تقویٰ ہی کے لیے ہے۔''

ایمان اور قناعت کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ جس شخص کا اللہ پر ایمان ہو اسے اللہ کے اس وعدے پر بھی بھروسہ ہونا چاہیے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ ہود کی اس آیت میں کیا ہے:

﴿وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶﴾﴾ (ہود: ٦)

''زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو اور جس کے متعلق وہ نہ جانتا ہو کہ کہاں وہ رہتا ہے اور کہاں وہ سونپا جاتا ہے، سب کچھ ایک صاف دفتر میں درج ہے۔''

جب ہر جاندار کے رزق کا ذمہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے لے رکھا ہے تو پھر انسان رزق کے بارے میں فکر مند کیوں ہو؟ کیوں نہ اللہ سے امید رکھے اور جو اس نے دیا ہے اس پر

Marfat.com

قناعت کرے۔ انسان کا کام تو بس یہ ہونا چاہیے کہ اللہ کے احکام کی پیروی میں لگ جائے۔ جو اس کا ذمہ ہے وہ پورا کرے اور جو اللہ کا ذمہ ہے وہ اس پر چھوڑ دے۔ انسان کا ذمہ ہے اللہ کی عبادت اور اللہ کا ذمہ ہے رزق دینا۔ لیکن انسان نے اپنی حماقت کی وجہ سے اس ترتیب کو الٹ دیا ہے۔ اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر رزق کا ذمہ خود لے لیا ہے اور اس کی تلاش میں دن رات سرگرداں رہتا ہے اور اسے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ رزق حلال راستے سے آ رہا ہے یا حرام راستے سے۔ قناعت اس سے چھن چکی ہے اور چاہے جتنا بھی مال اس کے پاس ہو اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور وہ مزید کی تلاش میں لگا رہتا ہے، الا ماشا اللہ۔ کیا انسان نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اسے موت نہیں آئے گی اور اس سے حساب نہیں لیا جائے گا؟

قناعت سے بڑی کوئی دولت نہیں ہے۔ ملاحظہ ہوں رسول اللہ ﷺ کے یہ ارشادات:

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

”فلاح پا گیا وہ شخص جو اسلام لایا، اور جسے بقدرِ ضرورت رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے جو اسے دیا اس پر قناعت کی۔“ (صحیح مسلم: ۱۰۵۴)

سلمہ بن عبید اللہ بن محصن انصاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جو کوئی جسم کی عافیت اور گھر میں امن کے ساتھ صبح کرے اور اس کے پاس اس دن کا کھانا بھی ہو تو گویا ساری دنیا اس کے لیے اکٹھی ہو گئی۔“

(حسن: سنن ابن ماجہ: ۴۱۴۱۔ جامع ترمذی: ۲۳۴۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا، میں تیرا سینہ غنیٰ (قناعت) سے بھر دوں گا اور محتاجی کو تجھ سے دور کر دوں گا، اور اگر تو میری عبادت کے لیے فارغ نہ ہوا تو میں تیرے دونوں ہاتھ کاموں سے بھر دوں گا اور تجھ سے محتاجی دور نہ کروں گا“ (یعنی تو ہر وقت دنیا کے پیچھے بھاگتا رہے گا اور کبھی سیر نہ ہو گا، چاہے کتنا بھی مال تیرے پاس جمع ہو

Marfat.com

جائے)۔" (جامع ترمذی:۲۴۶۶)

اس کی بہترین مثال آج کل کے حکمران اور امراء ہیں۔ ان کی دولت کا کوئی حساب نہیں، لیکن ان کے پیٹ نہیں بھرتے، دونوں ہاتھوں سے غریب عوام کو لوٹنے میں لگے ہوئے ہیں، انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ ان کی دولت حلال ذرائع سے اکٹھی ہو رہی ہے یا حرام ذرائع سے۔ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں کبھی موت نہیں آئے گی؟ کیا یہ دولت ہمیشہ ان کے پاس رہے گی؟ کیا یہ کل کسی اور کی نہیں ہو جائے گی؟ کیا ان سے کبھی حساب نہیں لیا جائے گا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"امیری یہ نہیں کہ مال و دولت زیادہ ہو، بلکہ امیری یہ ہے کہ دل غنی ہو جائے۔ (دل میں قناعت آ جائے) (صحیح بخاری:۶۴۴۶۔ صحیح مسلم:۱۰۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی کسی ایسے شخص کو دیکھے جو مال و دولت اور شکل و صورت میں اس سے بہتر ہے تو (اس چاہیے کہ) پھر ایسے شخص کو بھی دیکھے جو اس سے کمتر ہے اور جس پر اسے فضیلت دی گئی ہے۔" (صحیح بخاری:۶۴۹۰۔ صحیح مسلم:۲۹۶۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایسے لوگوں کی طرف دیکھو جو (مال و دولت کے لحاظ سے) تم سے کم تر ہوں اور ان کی طرف نہ دیکھو جو (مال و دولت میں) تم سے بڑھ کر ہوں۔ اس طرح اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ تم اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری نہ کرو جو اس نے تمہیں دی ہیں۔" (جامع ترمذی:۲۵۱۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا اور آپؐ نے ان کو عطا کر دیا، انہوں نے پھر سوال کیا اور آپؐ نے پھر عطا کر دیا، یہاں تک کہ آپؐ کے پاس جو کچھ تھا ختم ہو گیا، تب آپؐ نے فرمایا: میرے پاس جو کچھ ہوتا ہے، میں اس کو تم سے ہرگز بچا کر نہیں رکھتا، اور جو شخص اپنے آپ کو سوال سے بچائے، اللہ اس کو بچاتا ہے، اور جو غنیٰ (قناعت) اختیار کرتا ہے، اللہ اس کو غنی (قانع)

Marfat.com

بنا دیتا ہے اور جو کوئی صبر کرے، اللہ اسے صبر عطا کر دیتا ہے، اور صبر سے بہتر اور بڑی کوئی عطا نہیں ہے۔" (صحیح مسلم: ۱۰۵۳)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے سوال کیا، آپؐ نے مجھے دیا، میں نے پھر سوال کیا، آپؐ نے مجھے دیا، میں نے پھر سوال کیا، آپؐ نے مجھے دیا، پھر فرمایا: اے حکیم! بے شک، یہ مال سرسبز اور شیریں ہے۔ (یعنی ہر کسی کو اچھا لگتا ہے) پس جو شخص سخاوتِ نفس کے ساتھ اس کو حاصل کرے (یعنی اس کے دل میں لالچ نہ ہو) اس کے مال میں خیر و برکت رہتی ہے، اور جو شخص نفس کے لالچ کے ساتھ حاصل کرے اس کے مال میں برکت نہیں ہوتی اور وہ اس شخص کی طرح ہوتا ہے جو کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا۔ (یاد رکھو) اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حضرت حکیم بیان کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں آپؐ کے بعد کسی انسان سے کسی چیز کا سوال نہیں کروں گا یہاں تک کہ میں دنیا کو چھوڑ جاؤں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت حکیم رضی اللہ عنہ کو کچھ دینے کے لیے بلاتے تو وہ لینے سے انکار کر دیتے۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو کچھ دینے کے لیے بلاتے تو وہ لینے سے انکار کر دیتے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے مسلمانو! میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے فیء کے مال میں سے حکیم کا حصہ اس پر پیش کیا لیکن اس نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کی نصیحت کے بعد ایسی قناعت اختیار کی کہ اس) کے بعد مرتے دم تک کسی انسان سے کچھ نہیں لیا۔" (صحیح بخاری: ۱۴۷۲۔ صحیح مسلم: ۱۰۳۵)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص سوال کرنے سے بچے گا، اللہ اس کو بچائے گا اور جو شخص استغناء (قناعت) اختیار کرے گا، اللہ اس کو استغناء عطا فرمائے گا۔" (صحیح بخاری: ۱۴۲۷۔ صحیح مسلم: ۱۰۳۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کو فاقہ پہنچے اور وہ اس کو لوگوں کے سامنے پیش کرے (یعنی لوگوں سے سوال کرے) تو

Marfat.com

اس کا فاقہ دور نہیں ہوگا اور جو شخص اس کو اللہ کے سامنے پیش کرے تو جلد یا بدیر اللہ اس کو رزق عطا فرمائے گا۔" (سنن ابوداود: ۱۶۴۵۔ جامع ترمذی: ۲۳۲۶)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے سوال نہیں کرے گا، (یعنی قناعت اختیار کرے گا) میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔" (سنن ابوداود: ۱۶۴۳۔ سنن ابن ماجہ: ۱۸۳۷)

لوگوں سے سوال کرنا قناعت کے منافی ہے اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کرنے کی مزمت فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہوں حضورؐ کے یہ ارشادات:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے جو شخص ہمیشہ سوال کرتا رہے گا تو (قیامت کے دن) جب اللہ سے ملاقات کرے گا تو اس کے چہرے پر ذرا سا گوشت بھی نہیں ہوگا۔" (صحیح بخاری: ۱۴۷۴۔ صحیح مسلم: ۱۰۴۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص لوگوں سے اس لیے سوال کرتا ہے کہ اس کے مال میں اضافہ ہو تو وہ آگ کے انگاروں کا سوال کر رہا ہے، وہ کم طلب کرے یا زیادہ۔" (صحیح مسلم: ۱۰۴۱)

یعنی وہ انگارے ہی جمع کر رہا ہے، اب یہ اس کی مرضی ہے کہ کم جمع کرے یا زیادہ!

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سوال کرنے کے ساتھ آدمی اپنے چہرے کو چھیلتا ہے۔ البتہ حاکمِ وقت سے سوال کرنا جائز ہے یا بامرِ مجبوری سوال کرنا جائز ہے۔"

(سنن ابوداود: ۱۶۳۹۔ جامع ترمذی: ۶۸۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے کسی شخص کا (گزر بسر کے لیے) اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لادنا اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے، (دینے والے کی مرضی ہے) وہ اسے دے یا نہ دے۔" (صحیح بخاری: ۱۴۷۰۔ صحیح مسلم: ۱۰۴۲)

Marfat.com

عدالت

عدالت کے معنی ہیں، انصاف پسندی، غیر جانبداری، کردار کی پختگی، دیانتداری اور ہر کسی کے ساتھ یکساں اور انصاف پر مبنی سلوک کرنا۔ یہ صفت اچھے اور مضبوط کردار کی بنیاد اور اس کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ صحابہ کرام میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی، اسی لیے ان کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ سب کے سب عادل تھے اور محدثین نے حدیث کے راویوں کے لیے اس صفت کا ہونا ضروری قرار دیا ہے۔ جس معاشرے میں انصاف نہیں ہوتا وہ معاشرہ تنزلی کا شکار ہو جاتا ہے اور اگر ظلم اور ناانصافی کا تدارک نہ کیا جائے تو وہ معاشرہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسولوں کی بعثت کا مقصد ہی یہ قرار دیا ہے کہ انصاف قائم کریں۔ ملاحظہ ہو سورہ الحدید کی یہ آیت:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ﴾ (الحدید: ۲۵)

”ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ عادل ہے اور عدل اس کی صفات میں سے بہت اہم صفت ہے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدل کا بھرپور اظہار ہوگا اور دنیا میں جس کے ساتھ بھی ذرہ برابر زیادتی ہوئی ہے اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ صفت عدل کی اہمیت جاننے کے لیے ملاحظہ کیجیے قرآن مجید کی درج ذیل آیات:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝۵۸﴾ (النساء: ۵۸)

”مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو، اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا

Marfat.com

ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔"

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ اِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝﴾ (النساء: ۱۳۵)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ اُن کا خیر خواہ ہے لہٰذا اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔"

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (المائدہ: ۸)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔"

﴿وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝﴾ (المائدہ: ۴۲)

"اور فیصلہ کرو تو پھر ٹھیک انصاف کے ساتھ کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

Marfat.com

﴿وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ (الانعام: ۱۵۲)

"اور جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو، اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ ان باتوں کی ہدایت اللہ نے تمہیں کی ہے شاید کہ تم نصیحت قبول کرو۔"

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ (النحل: ۹۰)

"اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو۔"

﴿فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾ (الحجرات: ۹)

"پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قاضی کی تین اقسام ہیں جن میں سے دو جہنمی ہیں اور ایک جنتی ہے۔ ایک وہ شخص جس نے حق کو پہچانا اور اس کے ساتھ فیصلہ کیا، وہ جنتی ہے۔ دوسرا وہ جس نے حق کی پہچان کر لی مگر فیصلہ حق کے ساتھ نہ کیا، بلکہ فیصلہ میں ظلم کیا، وہ دوزخی ہے۔ اور تیسرا وہ شخص جس نے نہ حق کو پہچانا نہ حق کے ساتھ فیصلہ کیا، بلکہ اس نے لوگوں کے درمیان جہالت اور نادانی سے فیصلہ کیا، وہ بھی دوزخی ہے۔"

(سنن ابوداود: ۳۵۷۳۔ جامع ترمذی: ۱۳۲۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

"(قیامت کے روز) جب کہ اللہ کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا، اللہ سات

Marfat.com

قسم کے لوگوں کو اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا: ایک عادل حکمران، دوسرا وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں مصروف رہا، تیسرا وہ شخص جس کا مسجد کے ساتھ دلی تعلق ہے، چوتھے وہ دو آدمی جو محض اللہ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں، اسی پر وہ جمع ہوتے ہیں اور اسی پر الگ ہوتے ہیں، پانچواں وہ شخص جسے خوبصورت اور خاندانی عورت نے (گناہ کی) دعوت دی اور اس نے اللہ کے خوف سے اس کی دعوت قبول نہ کی، چھٹا وہ شخص جس نے چھپا کر صدقہ کیا یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا، اور ساتواں وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کا ذکر کیا اور اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔" (صحیح بخاری: ۱۴۲۳۔ صحیح مسلم: ۱۰۳۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک عادل لوگ اللہ کے نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں، اپنے اہل و عیال اور اپنے زیرِ اقتدار لوگوں میں انصاف سے کام لیتے ہیں۔" (صحیح مسلم: ۱۸۲۷)

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اہل جنت تین قسم کے ہیں: عادل حاکم جسے انصاف کی توفیق دی گئی، ایسا خدا ترس اور رحم دل انسان جس کا دل رشتہ داروں اور مسلمانوں کے لیے نرم ہو، اور وہ پاک دامن انسان جو عیال دار ہونے کے باوجود سوال سے بچنے والا ہو۔"

(صحیح مسلم: ۲۸۶۵)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

"قیامت کے دن اللہ کے نزدیک لوگوں میں سے محبوب ترین اور بیٹھنے کے لحاظ سے اللہ سے قریب ترین عادل حکمران ہے اور قیامت کے دن لوگوں میں سے اللہ کے نزدیک مغضوب ترین اور سب سے زیادہ سخت عذاب پانے والا اور

Marfat.com

ایک روایت میں ہے کہ مجلس کے لحاظ سے اللہ سے بعید ترین ظالم حاکم ہوگا۔‘‘

(ضعیف: سنن ترمذی: ۱۳۲۹۔ عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔ سلسلۃ الضعیفہ: ۱۱۵۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے بندوں میں سے افضل ترین شخص نرم خُو عادل حکمران ہے اور قیامت کے روز اللہ کے نزدیک بدترین شخص سختی کرنے والا ظالم حکمران ہے‘‘ (ضعیف: شعب الایمان: ۶۹۸۶۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: المطالب العالیہ محقق: ۲۱۵۰)

حضرت عبداللہ رضی اللہ بن اوفیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ ہے جب تک وہ ظلم نہ کرے۔ جب وہ ظلم کرنے لگ جاتا ہے تو اللہ اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے اور شیطان اس کے ساتھ لگ جاتا ہے۔‘‘ (حسن: جامع ترمذی: ۱۳۳۰)

اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ جب ظلم کرنے لگ جاتا ہے تو اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جو شخص دس آدمیوں پر بھی حاکم ہوگا، اسے قیامت کے روز طوق پہنا کر لایا جائے گا۔ پھر عدل اس سے طوق کو اتار دے گا یا ظلم اس کو ہلاک کر دے گا۔‘‘

(سنن الدارمی: ۲۵۵۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’تباہی ہے امراء کے لیے، تباہی ہے چودھریوں کے لیے، تباہی ہے سرداروں کے لیے۔ قیامت کے دن کچھ لوگ اس بات کی آرزو کریں گے کہ ان کی پیشانیاں ثریا کے ساتھ لٹکائی جاتیں اور وہ آسمان اور زمین کے درمیان لٹکتے رہتے اور کسی کام کے والی نہ بنتے۔‘‘ (حسن: مسند احمد: ۸۶۲۷)

Marfat.com

غالب رضی اللہ عنہ بن قطان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''چودھراہٹ لازمی ہے اور لوگوں کا اس کے بغیر چارہ نہیں، لیکن چودھری دوزخ میں ہوں گے۔'' (ضعیف: سنن ابوداود: ۲۹۳۴۔ اس میں کئی راوی مجہول ہیں۔)

ان دونوں حدیثوں میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے جو ذمہ داران عدل و انصاف کی بجائے ظلم و زیادتی کریں گے ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مصری آیا اور کہا: پناہ کی درخواست ہے۔ آپ نے فرمایا: تم محفوظ ہو، بتاؤ کیا بات ہے؟ اس نے کہا: میرا مصر کے گورنر عمرو بن عاص کے بیٹے کے ساتھ گھوڑ دوڑ کا مقابلہ ہوا، میں مقابلہ جیت گیا اور وہ مجھے یہ کہتے ہوئے چابک سے مارتا رہا کہ میں معززین کا فرزند ہوں۔ جب عمرو بن عاص کو پتہ چلا تو اس نے مجھے اس اندیشہ سے گرفتار کرلیا کہ کہیں میں آپ کے پاس نہ پہنچ جاؤں۔ اب میں وہاں سے نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مصری سے کہا کہ تم حج تک یہیں ٹھہرو اور عمر بن عاص کو لکھا کہ ایامِ حج میں وہ اور اس کا بیٹا دونوں آپ سے ملیں۔

حج سے فارغ ہونے کے بعد وہ دونوں آپ کے پاس آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصری کو بھی بلالیا، کوڑا اس کے ہاتھ میں دیا اور لڑکے کو اس سے مارنے کا حکم دیا۔ مصری نے اسے خوب مارا۔ اس دوران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے رہے: معززین کے بیٹے کو خوب مارو! آخر کار مصری نے مارنا بند کیا اور کہا: اب مجھے انصاف مل گیا ہے، میرا دل خوش ہوگیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص سے فرمایا: ''عمرو! تم نے انسانوں کو کب سے غلام بنانا شروع کیا ہے؟ جب کہ ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد پیدا کیا ہے۔''

جب کسی معاشرہ میں انصاف قائم ہو تو لوگوں میں اطمینان اور سکون ہوتا ہے، وہ دل سے حکمرانوں کے خیر خواہ ہوتے ہیں اور حکمران بھی چین کی نیند سوتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بڑی فتوحات حاصل ہوئیں، بادشاہانِ وقت آپ کا نام سن کر کانپتے تھے۔

Marfat.com

ایک دفعہ قیصرِ روم نے آپ کے پاس اپنا ایک قاصد بھیجا۔ اس نے مدینہ پہنچ کر لوگوں سے پوچھا: تمہارا بادشاہ کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: ہمارا بادشاہ نہیں بلکہ امیر ہے اور وہ شہر سے باہر گیا ہوا ہے۔ قاصد ان کی تلاش میں نکل پڑا اور دیکھا کہ ایک شخص ریت پر سویا ہوا ہے اور ایک چھوٹی سی لاٹھی اس کے سرہانے پڑی ہے، یہ لاٹھی ان کا مشہورِ زمانہ درہ تھا جسے وہ ہر وقت اپنے پاس رکھتے تھے اور نہی عن المنکر میں استعمال کرتے تھے۔

جب قاصد کو معلوم ہوا کہ یہی امیر المومنین ہیں تو اس کے دل پر رقت طاری ہوگئی اور کہنے لگا: ''یہ وہ شخص ہے جس سے دنیا کے بادشاہ کانپ رہے ہیں، یہ کس اطمینان سے اکیلا سویا ہوا ہے۔ عمر! تم نے انصاف کیا، اس لیے تم سکون اور اطمینان سے سو رہے ہو اور دنیا کے بادشاہ ظالم ہیں، اس لیے وہ خائف ہیں اور ان کی نیندیں اڑ چکی ہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور مسلمانوں کا سنہری دور شمار ہوتا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اگر ایک عمر اور ہوتا تو مسلمان پوری دنیا پر غالب آ جاتے اور دنیا میں سوائے اسلام کے کوئی دین نہ ہوتا، آج بھی واعظین اپنی تقریروں میں ان کی اور ان کے دور کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔

کبھی آپ نے غور کیا کہ ایسا کیوں ہے؟ اس کی بنیادی وجہ آپ کا بے لاگ عدل تھا۔ عدل کرتے وقت آپ چھوٹے بڑے کی تمیز نہیں کرتے تھے، اس کی مثال آپ اوپر درج گورنر مصر عمرو بن عاص اور ایک عام مصری کے واقعہ میں پڑھ چکے ہیں۔ انصاف کے معاملے میں حضرت عمر اپنی ذات کے لیے بھی کسی رُو رِعایت کے قائل نہ تھے۔

اپنے دورِ خلافت کے دوران ایک دفعہ آپ مدینہ کے قاضی کی عدالت میں پیش ہوئے تو قاضی نے بیٹھنے کے لیے کرسی پیش کی۔ آپ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: یہ تم نے پہلی ناانصافی کی، مجھے بیٹھنے کے لیے کرسی دی جبکہ فریقِ مخالف کھڑا ہے۔

آپ کے دورِ خلافت میں جب لوگوں نے زیادہ مہر مقرر کرنا شروع کر دیا تو آپ نے مہر کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک عورت نے برسرِ عام آپ کو ٹوک دیا

Marfat.com

کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی تو آپ حد مقرر کرنے والے کون ہوتے ہیں؟ بجائے برا ماننے کے آپ نے اپنی غلطی تسلیم کی اور فرمایا: ایک بڑھیا عمر سے زیادہ دین جانتی ہے اور اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔

ایک دفعہ آپ کے بیٹے کے بارے میں آپ تک شکایت پہنچی تو اسے برسرِ عام کوڑوں کی سزا دی۔ ایک دفعہ مالِ غنیمت میں کچھ چادریں آئیں جو لوگوں میں تقسیم کی گئیں۔ ہر شخص کے حصہ میں ایک چادر آئی۔ اگلے جمعہ کو آپ انہیں چادروں سے بنا ہوا کرتا پہن کر آئے۔ جب آپ خطبہ دینے لگے تو ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا اور کہا: ہم اس وقت تک آپ کی بات نہیں سنیں گے جب تک آپ یہ نہ بتا دیں کہ آپ کا یہ کرتا کیسے بنا؟ ایک چادر سے تو یہ بنتا نہیں اور آپ کے حصہ میں صرف ایک چادر تھی! اپنی صفائی میں آپ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو کھڑا کیا۔ انہوں نے بتایا کہ جو چادر ان کے حصہ میں آئی تھی وہ انہوں نے اپنے باپ کو دے دی تا کہ ان کا کرتا بن جائے۔

کیا کسی حکمران سے ایسے احساسِ جوابدہی اور اپنی ذات اور اپنی اولاد کے خلاف ایسے انصاف کی توقع کی جا سکتی ہے؟ یہی احساسِ جوابدہی اور بے لاگ انصاف ہے جس نے ظلم کی جڑ کاٹ دی اور مسلم معاشرے کو انصاف سے بھر دیا تھا۔ اسی لیے مسلمان آج بھی اسی دور کو یاد کرتے ہیں اور جب وہ اسلامی نظام کی بات کرتے ہیں تو ان کے پیشِ نظر یہی دور ہوتا ہے۔

ان کا مطمع نظر یہی ہوتا ہے کہ ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جائے جس میں مظلوم کی داد رسی ہو اور ظالم کا ہاتھ ظلم سے روک دیا جائے، جہاں حقدار کو اپنا حق وصول کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو اور کسی کو کسی کا حق مارنے کی ہمت نہ ہو۔ جہاں کمزور کو قانون کی طاقت حاصل ہو اور طاقت ور قانون کے سامنے بے بس ہو۔ جہاں نیکیوں کی نشوونما ہو اور برائیوں کا مٹھ مار دیا جائے، جہاں نیکوکاروں کے لیے پھلنے پھولنے کے مواقع ہوں اور بدکار خاک چاٹنے پر مجبور ہوں۔ جہاں عزت و ذلت کی بنیاد مال نہیں بلکہ کردار ہو۔

عادل حکمران اللہ کی رحمت اور انسانی معاشرے کی بقاء کی ضمانت ہوتا ہے مسلمانوں

Marfat.com

میں بڑے بڑے عادل حکمران گزرے ہیں۔ ۸۰۰ ہجری میں گجرات دکن میں احمد شاہ کی حکمرانی تھی۔ اس کے داماد نے ایک غریب شخص کو قتل کر دیا۔ جب سلطان کو اس کی خبر پہنچی تو اس نے کہا: قانونِ شریعت میں غریب و امیر کا امتیاز نہیں۔ میرا داماد ہونا اسے قصاص سے نہیں بچا سکتا۔ اسے گرفتار کر کے عدالت میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ مقدمہ چلا اور گواہی سے ثابت ہو گیا کہ سلطان کا داماد واقعی قاتل ہے۔ قاضی نے مقتول کے وارثوں کو خون بہا لینے پر آمادہ کر لیا۔ مقتول کے ورثاء نے بائیس اشرفی خون بہا لے کر راضی نامے پر دستخط کر دیئے۔ قاضی نے مقدمہ کی روداد لکھ کر سلطان کو بھیج دی۔ سلطان نے روداد پڑھ کر اس پر عمل درآمد روک دیا اور کہا: بے شک ورثاء راضی ہو گئے ہیں، لیکن یہ فیصلہ بہت کمزور ہے اور مجھے یقین ہے کہ مجرم کا میرا داماد ہونا اس فیصلے پر اثر انداز ہو رہا ہے۔ ورثاء کا خیال ہو گا کہ ہمارے درگزر کرنے سے بادشاہ ممنون ہو گا۔ لیکن اس کے نفاذ سے شاہی خاندان کے افراد کمزور رعایا کے خلاف جرم کرنے میں دلیر ہو جائیں گے اور رعایا غیر محفوظ ہو جائے گی۔ مجھے احساس ہے کہ مجرم کو سزا دینے سے میری بیٹی کو بہت دکھ ہو گا، مگر میں اپنی یا اپنی اولاد کی خوشی کی خاطر اپنی رعایا کی جان کو اس طرح ارزاں نہیں کر سکتا۔ لہٰذا میں یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں سمجھتا کہ ماتحت عدالت کے فیصلے کو بحال رکھا جائے۔ اس فیصلہ سے امراء کو بڑی ڈھیل ملے گی۔ شاہی خاندان کے کسی فرد کے لیے بائیس اشرفیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ انسانی جان بہت قیمتی ہے خواہ وہ کسی مزدور ہی کی کیوں نہ ہو۔ اس لیے میں ماتحت عدالت کے فیصلے کو منسوخ کرتا ہوں اور حکم دیتا ہوں کہ قاتل کو بطور قصاص تختۂ دار پر چڑھایا جائے اور بطور عبرت اس کی لاش کو ایک شب و روز وسطِ شہر میں لٹکایا جائے تاکہ پھر کسی دولت مند کو کسی غریب کا خون بہانے کی جرات نہ ہو اور خون بہا دے کر چھوٹ جانے کی امید نہ رہے۔'' اس فیصلے کو بدلوانے کے لیے شاہی محل کے اندر اور باہر سے بڑی سفارشیں کی گئیں لیکن سلطان نے اپنا فیصلہ نہ بدلا اور اپنے چہیتے داماد کو تختۂ دار پر لٹکا دیا۔ اس نے اپنے داماد کا خون بہانا تو گوارا کر لیا لیکن انصاف کا خون کرنا گوارا نہ کیا، اپنے داماد کی جان لے کر اپنی رعایا کی جانوں کو

Marfat.com

محفوظ کر دیا۔ (مخزنِ اخلاق)

احسان

احسان کے معنی ہیں کسی کے ساتھ نیکی کرنا، اچھا سلوک کرنا، بھلائی کرنا۔ اخلاقیات میں احسان، عدالت سے اونچا درجہ ہے۔ عدالت یا عدل و انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ جو جس کا حق بنتا ہے پورا پورا دیا جائے اور کسی کی حق تلفی نہ کی جائے۔ لیکن احسان کا تقاضا یہ ہے کہ جتنا کسی کا حق بنتا ہو اس سے زیادہ دیا جائے۔ احسان، حسن سے مشتق ہے جس کے معنی خوبصورتی ہے۔ احسان وہ صفت ہے جو جس شخص کے اندر ہوگی، اس کے کاموں میں خوبصورتی پیدا کر دے گی۔

احسان سے مراد یہ ہے کہ ہر کام کو بہترین انداز میں کیا جائے جیسا کہ حدیثِ جبریل علیہ السلام میں رسول اللہ نے اس کی وضاحت فرمائی۔ جب جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ احسان کیا ہے تو آپ ؐ نے فرمایا:

> ”احسان یہ ہے کہ تو اپنے رب کی عبادت اس انداز میں کرے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر یہ (تصوّر کر) کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔“
>
> (صحیح بخاری: ۵۰۔ صحیح مسلم: ۹، ۱۰)

عبادت کا اس سے بہتر انداز کیا ہو سکتا ہے کہ انسان اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو اور اسے دیکھ رہا ہو؟ ایسے لوگ تو کم ہی ہوں گے جو عبادت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کو دیکھتے ہوں۔ یہ عبادت کا نہایت اعلیٰ درجہ ہے جو انبیاء و رُسل یا پھر بڑے نصیبے والوں کو ہی ملتا ہے۔ بہر حال اگر یہ تصور قائم ہو جائے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے تو بھی غنیمت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو احسان کی صفت بڑی پسند ہے ملاحظہ ہوں یہ آیات:

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۫ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۸۳﴾

(البقرہ: ۸۳)

Marfat.com

''یاد کرو، اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ، رشتے داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا، لوگوں سے بھلی بات کہنا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا، مگر تھوڑے آدمیوں کے سوا تم سب اس عہد سے پھر گئے اور اب تک پھرے ہوئے ہو۔''

﴿وَ اَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ لَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ ۚۖۛ وَ اَحۡسِنُوۡا ۚۛ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۹۵﴾﴾ (البقرہ:۱۹۵)

''اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ احسان کا طریقہ اختیار کرو کہ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔''

﴿وَ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ لَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّ بِذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ الۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡجَارِ الۡجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ وَ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ﴿ۙ۳۶﴾﴾ (النساء:۳۶)

''اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے، اور اُن لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں، احسان کا معاملہ رکھو، یقین جانو، اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔''

﴿وَ السّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُہٰجِرِیۡنَ وَ الۡاَنۡصَارِ وَ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡہُمۡ بِاِحۡسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ تَحۡتَہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۱۰۰﴾﴾ (التوبة:۱۰۰)

Marfat.com

''جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے پہلے ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی، اور جنہوں نے احسان (اچھے انداز) کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ ۚ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾ (النحل:۹۰)

''اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے، اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو۔''

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی، اس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں تھیں۔ وہ سوال کرنے آئی تھی، لیکن میرے پاس ایک کھجور کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ چنانچہ میں نے وہ کھجور اس کو دے دی، اس نے وہ کھجور اپنی دونوں بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر دی اور خود اس سے کچھ نہ کھایا، پھر وہ کھڑی ہوئی اور باہر نکل گئی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو میں نے آپؐ کو (اس عورت کے بارے میں) بتایا۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص ان لڑکیوں کے بارے میں آزمایا جائے، پھر وہ ان کے ساتھ احسان کا (یعنی اچھا) سلوک کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لیے جہنم کی آگ سے پردہ بن جائیں گی۔'' (صحیح بخاری: ۵۹۹۵۔ صحیح مسلم: ۲۶۲۹)

صداقت

صداقت کے معنی ہیں سچائی، خلوص، وفاداری وغیرہ۔ یہ صَدَق سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں سچ بولنا، مخلص ہونا، سچا ثابت کرنا۔ صادق بھی اسی سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں نہایت سچا، ایسا شخص جس کا سچا ہونا ہر شک و شبہ سے بالا ہو، مخلص، قابلِ بھروسا، مستند اور وفاشعار شخص۔ صداقت ایک ایسی اخلاقی خوبی ہے جس کے بغیر اچھے کردار کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

Marfat.com

بعثت سے پہلے اہلِ مکہ نے محمد ﷺ کو ان کے اعلیٰ کردار اور اخلاق کی وجہ سے صادق اور امین کا لقب دیا تھا اور فی الواقع صداقت اور امانت ہی اعلیٰ کردار کی بنیاد ہیں۔ جس شخص میں صداقت اور امانت نہ ہو، اس کی بات پر بھروسا کیا جا سکتا ہے، نہ اس کی ذات پر۔ سارے انبیاء صادق و امین اور بھروسے کے قابل تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں بعض جلیل القدر انبیاء کی تعریف کرتے ہوئے ان کی صداقت کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝﴾ (مریم: ۴۱)

''اور اس کتاب میں ابراہیمؑ کا قصہ بیان کرو، بے شک وہ ایک نہایت ہی سچا انسان اور ایک نبی تھا۔''

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝﴾ (مریم: ۵۴)

''اور اس کتاب میں اسماعیلؑ کا ذکر کرو وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول نبی تھا۔''

اور حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝﴾ (مریم: ۵۶)

''اور اس کتاب میں ادریسؑ کا ذکر کرو وہ ایک سچا انسان اور ایک نبی تھا۔''

اس کا مطلب یہ ہُوا کہ صداقت نبوت کا جزوِ لاینفک ہے۔

سورہ البقرہ میں نیکی کی تعریف اور مومنین کی صفات بیان کرنے کے بعد فرمایا:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۱۷۷)

''یہ ہیں سچے لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔''

اور سچوں کے انعام کا ذکر کرتے ہوئے سورہ المائدہ میں فرمایا:

﴿قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ

Marfat.com

تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۱۱۹﴾ (المائدہ: ۱۱۹)

تب اللہ فرمائے گا ''یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو اُن کی سچائی نفع دیتی ہے، ان کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، یہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے، یہی بڑی کامیابی ہے۔''

اہلِ ایمان کو سچائی اور سچے لوگوں کا ساتھ دینے کی تلقین کی گئی ہے، ملاحظہ ہو سورہ التوبہ کی یہ آیت:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۱۱۹﴾﴾ (التوبہ: ۱۱۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔''

مومنین کی تعریف کرتے ہوئے سورہ الاحزاب میں فرمایا:

﴿مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيۡهِ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِيۡلًا ﴿۲۳﴾ لِّيَجۡزِىَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيۡنَ بِصِدۡقِهِمۡ﴾ (الاحزاب: ۲۳۔۲۴)

''ایمان لانے والوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا ہے۔ ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وقت آنے کا منتظر ہے، انہوں نے اپنے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ (یہ سب کچھ اس لیے ہوا) تاکہ اللہ سچوں کو اُن کی سچائی کی جزا دے۔''

سچائی کی تعریف کرتے ہوئے سورہ الزمر میں فرمایا:

﴿وَالَّذِىۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰۤئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿۳۳﴾﴾ (الزمر: ۳۳)

''اور جو شخص سچائی لے کر آیا اور جنہوں نے اس کو سچ مانا، وہی عذاب سے بچنے والے ہیں۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو جو دین دیا ہے اس آیت میں اسے سچائی سے

Marfat.com

تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ حق (سچائی) ہے، دین حق (سچائی) ہے اور مومن حق (سچائی) کا علمبردار ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کنجوس ہوسکتا ہے، بزدل ہوسکتا ہے، لیکن جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ بن سُلَیم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے پوچھا: کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ پھر پوچھا: کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ پھر پوچھا: کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔''

(ضعیف: مؤطا امام مالک: ۲۰۸۸۔ یہ مرسل روایت ہے۔)

اور آپ علیہ السلام نے فرمایا:

''سچائی اختیار کرو، سچائی نیکی کا راستہ دکھاتی ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے اور انسان برابر سچ بولتا اور سچائی تلاش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں سچا لکھ دیا جاتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۶۰۷)

حضرت امام مالک بیان کرتے ہیں کہ حضرت لقمان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو کس وجہ سے اتنی بزرگی حاصل ہوئی؟ لقمان نے کہا: سچ بولنے، امانتداری اختیار کرنے اور لغو کام چھوڑ دینے سے۔'' (ضعیف: مؤطا امام مالک: ۲۰۸۷۔ اس کی سند مذکور نہیں۔)

سچ بولنے سے دل کو راحت ملتی ہے اور ضمیر مطمئن ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سچائی اطمینان انگیز ہوتی ہے۔'' (جامع ترمذی: ۲۵۱۸)

سچ کے نتیجہ میں کمائی میں برکت ہوتی ہے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیچنے اور خریدنے والے جب تک جدا نہ ہوں انہیں (بیع ختم کرنے کا) اختیار ہے۔ اگر دونوں سچ کہیں گے اور بات واضح کریں گے تو ان کی بیع میں برکت ہوگی اور اگر کوئی بات چھپاتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں تو ان کی بیع کی برکت مٹا دی جاتی ہے۔''

(صحیح بخاری: ۲۰۷۹۔ صحیح مسلم: ۱۵۳۲)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''(جھوٹی) قسم کے ذریعے سودا تو بک جاتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے۔''

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سچ بولنے والا امانتدار تاجر (قیامت کے روز) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔'' (ضعیف: جامع ترمذی: ۱۲۰۹۔ ابوحمزہ میمون راوی ضعیف ہے۔)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امانت دار، سچا اور مسلمان تاجر قیامت کے روز شہداء کے ساتھ ہوگا۔'' (سنن ابن ماجہ: ۲۱۳۹۔ کلثوم بن جوشن راوی مختلف فیہ ہے۔ البتہ شعیب الارناؤوط نے حسن اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الصحیحہ: ۳۴۵۳)

محمد بن المنکدر رحمہ اللہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، ان کا کپڑے کا کاروبار تھا۔ ایک دن ان کی عدم موجودگی میں ان کے ایک شاگرد نے پانچ دینار والا کپڑا ایک اعرابی کے ہاتھ دس دینار میں بیچ دیا۔ جب وہ واپس آئے اور انہیں اس بات کی خبر ہوئی کہ پانچ دینار والا کپڑا دس دینار میں بیچ دیا گیا ہے تو انہیں بڑی تشویش ہوئی اور وہ فوراً اس اعرابی کی تلاش میں نکل پڑے۔ دن بھر کی تلاش کے بعد وہ اعرابی انہیں مل گیا۔ آپ نے اسے بتایا کہ وہ کپڑا جو اس نے خریدا ہے دس کا نہیں بلکہ پانچ دینار کا ہے۔ اعرابی نے کہا: وہ کپڑا تو اچھا ہے اور میں نے اپنی پسند اور مرضی سے خریدا ہے۔ آپ نے کہا: بھلے تو نے اپنی مرضی سے خریدا ہو، لیکن میں جو چیز اپنے لیے پسند نہیں کرتا اسے کسی مسلمان کے لیے بھی پسند نہیں کرتا۔ پس یا تو تم اس بیع کو ختم کرو اور کپڑا واپس کر کے دس دینار مجھ سے لے لو، یا پانچ دینار واپس لے لو، یا میرے ساتھ دکان پر چلو اور دس دینار والا کپڑا لے لو۔ اعرابی نے پانچ دینار لے لیے اور جب آپ تشریف لے گئے تو لوگوں سے پوچھا: یہ مردِ خدا کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ محمد بن المنکدر رہیں۔ اعرابی نے کہا: سبحان اللہ! یہ تو ایسا مرد ہے کہ اگر کبھی صحرا میں بارش نہ ہو اور نمازِ استسقاء میں اس کے توسط سے بارش کی دعا مانگی جائے تو بارش برسنے لگے۔

Marfat.com

سچائی سے شہداء کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بن حنیف بدری صحابی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ سے صدقِ دل سے شہادت کا سوال کرے، اللہ تبارک و تعالیٰ اسے شہداء کا مقام عطا کر دیتے ہیں، چاہے اسے اپنے بستر پر ہی موت آئے۔'' (صحیح مسلم:۱۹۰۹)

ایک شخص نے دشمن کے ڈر سے ایک نیک آدمی کے پاس پناہ لی اور اس سے کہا: مجھے کہیں چھپا دیجئے، دشمن میرا پیچھا کر رہا ہے۔ چنانچہ اس شخص نے اسے ایک جگہ لِٹا دیا اور اس پر کھجور کے پتے ڈال دیئے۔ جب اس کے دشمن تلاش کرتے ہوئے آئے اور مفرور شخص کے بارے میں پوچھا تو اس نیک آدمی نے کہا: ان پتوں کے نیچے ہے۔ انہوں نے اسے مذاق سمجھا اور چھوڑ کر چلے گئے۔ یوں اللہ تبارک و تعالیٰ نے سچ کی برکت سے اس شخص کو دشمن سے نجات دے دی۔

حجاج بن یوسف بڑا ہی ظالم گورنر تھا۔ ایک دن اس نے بہت لمبا خطبہ دیا، حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: ''نماز کا وقت ہو گیا ہے، وقت تیرا انتظار نہیں کرتا اور اللہ تبارک و تعالیٰ تجھے معذور نہیں قرار دے گا۔'' حجاج نے اسے قید کرنے کا حکم دے دیا۔ اس کی قوم کے لوگ آ کر کہنے لگے: ''یہ تو پاگل ہے۔'' حجاج نے کہا: ''وہ خود کہہ دے کہ میں پاگل ہوں تو میں اسے رہا کر دوں گا۔'' اس پر اس آدمی نے کہا: ''میں اللہ کی دی ہوئی نعمت عقل کا کیسے انکار کر سکتا ہوں اور جس مرض جنون سے اس نے مجھے عافیت دی ہے، میں کیسے اس کا اقرار کروں؟'' اس بات پر حجاج نے اسے رہا کر دیا۔ گویا اللہ نے اس کے سچ کی بدولت اسے رہائی دلوا دی۔

طائفۂ صوفیاء کے سرخیل شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ میری والدہ محترمہ نے بچپن ہی سے مجھے سچ بولنے کی سختی سے تلقین فرمائی۔ ایک دفعہ میں حصولِ علم کی غرض سے مکہ مکرمہ سے بغداد کے لیے عازمِ سفر ہوا۔ میری والدہ نے اخراجات کے لیے مجھے چالیس دینار دیئے اور مجھ سے یہ عہد لیا کہ میں ہمیشہ سچ بولوں گا۔

Marfat.com

راستے میں ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے ہم پر حملہ کر دیا اور قافلہ کا سارا ساز و سامان لوٹ لیا لیکن کسی کو میرے چالیس دینار کی خبر نہ ہوئی۔ ان میں سے ایک ڈاکو نے مجھ سے پوچھا: تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا: میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ وہ سمجھا کہ میں مذاق کر رہا ہوں، اس لیے وہ مجھے چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ پھر ایک دوسرا ڈاکو میرے پاس آیا اور اس نے وہی سوال کیا جو پہلے نے کیا تھا۔ میں نے اسے بھی وہی جواب دیا جو پہلے کو دیا تھا، چنانچہ وہ مجھے پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گیا۔

سردار کے پوچھنے پر میں نے وہی جواب دیا۔ میرے سامان کی تلاشی لینے پر انہیں کچھ نہ ملا تو سردار نے پوچھا کہ رقم کہاں چھپا رکھی ہے۔ میں نے اسے سچ سچ بتا دیا۔ سردار حیران ہوا اور مجھ سے پوچھا: تمہیں کس چیز نے سچ بولنے پر مجبور کیا؟ میں نے کہا: میں نے اپنی ماں سے سچ بولنے کا عہد کیا تھا اور میں ماں سے کیے ہوئے عہد کی خلاف ورزی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس بات کا سردار پر ایسا اثر ہوا کہ وہ اللہ کے خوف سے کانپنے لگا اور کہا: تجھے اپنی ماں سے کیے ہوئے عہد کا اتنا پاس ہے حالانکہ وہ تجھے دیکھ نہیں رہی اور مجھے اللہ سے کیے ہوئے عہد کا ذرا پاس نہیں جب کہ وہ ہر وقت میری نگرانی کر رہا ہے! اس پر گریہ طاری ہو گیا اور کہا: میں آپ کے ہاتھ پر اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔ پھر اس نے قافلے کا لوٹا ہوا مال واپس کر دیا۔

اس کے ساتھیوں نے جب سردار کو سچی توبہ کرتے ہوئے دیکھا تو ان کے دلوں میں بھی اللہ کا خوف پیدا ہوا اور انہوں کہا: برے کاموں میں ہم تمہاری پیروی کرتے تھے، آج سچائی کا راستہ اختیار کرنے میں بھی تمہاری پیروی کریں گے۔ چنانچہ ان سب نے بھی توبہ کی اور قافلے کا لوٹا ہوا اپنے اپنے حصے کا سارا سامان واپس کر دیا۔ اس طرح شیخ عبد القادر جیلانی کے ایک سچ نے قافلے کا لوٹا ہوا ساز و سامان بھی واپس کروا دیا اور ڈاکوؤں کے اس گروہ کو نیکی کے راستے پر ڈال دیا۔ سچ ہے، سچ میں بڑی طاقت ہے۔

حضرت امام بخاریؒ بیان کرتے ہیں کہ میں طلبِ حدیث کے لیے ایک شخص کے پاس گیا۔ دیکھا کہ اس کا گھوڑا بھاگ رہا تھا اور وہ شخص اپنے دامن میں جَو کا اشارہ دے کر اسے

Marfat.com

پکڑنا چاہ رہا تھا۔ میں نے کہا: تیرے دامن میں جو ہیں؟ اس نے کہا: نہیں، میں تو صرف گھوڑے کو پکڑنے کے لیے ایسا کر رہا ہوں۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ جو شخص جانوروں کے ساتھ جھوٹ بول رہا ہے، میں اس سے حدیث حاصل نہیں کروں گا۔" اس واقعہ سے امام بخاریؒ کے سچ کو پرکھنے کے معیار کا اندازہ ہوتا ہے۔

امانت و دیانت

امان کے معنی ہیں پناہ اور حفاظت اور امانت کے معنی ہیں حفاظت اور پناہ میں رکھوائی ہوئی چیز اور امین وہ شخص ہے جو امانتوں کی حفاظت کرے اور عند الطلب انہیں صحیح و سالم واپس کر دے۔ دیانت کا مطلب ہے ایمانداری، راستی اور صدق۔ تو امانت اور دیانت کا مطلب یہ ہوا کہ جب کسی شخص کے پاس کوئی چیز حفاظت کے لیے رکھوائی جائے تو وہ اس کی حفاظت کرے اور جب اس سے واپسی کا مطالبہ کیا جائے تو بلا حیل و حجت صحیح و سالم اسے اصل مالک کو واپس کر دے۔ یہ صفت اچھے کردار کی بنیادی صفات میں سے ہے۔ اس کے بغیر اچھے کردار کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ تمام انبیا و رسل میں یہ صفت موجود تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسولوں اور جبریل کی تعریف کرتے ہوئے ان کے لیے لفظ امین استعمال فرمایا۔ ملاحظہ ہوں سورہ الشعراء کی یہ آیات:

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۞ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۞ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۞﴾ (الشعراء: ۱۰۶-۱۰۸)

"یاد کرو جبکہ ان کے بھائی نوحؑ نے ان سے کہا تھا "کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔"

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۞ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۞ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۞﴾ (الشعراء: ۱۲۴-۱۲۶)

"یاد کرو جبکہ ان کے بھائی ہودؑ نے ان سے کہا تھا "کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں

Marfat.com

تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔"

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۝﴾ (الشعراء: ۱۴۲۔۱۴۴)

"یاد کرو جبکہ ان کے بھائی صالحؑ نے ان سے کہا "کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو"

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۝﴾ (الشعراء: ۱۶۱۔۱۶۳)

"یاد کرو جبکہ ان کے بھائی لوطؑ نے ان سے کہا تھا "کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔"

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَیْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۝﴾ (الشعراء: ۱۷۷۔۱۷۹)

"یاد کرو جبکہ شعیبؑ نے ان سے کہا تھا "کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔"

﴿وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ۝ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ۝﴾ (الشعراء: ۱۹۲۔۱۹۴)

"یہ رب العالمین کی نازل کردہ چیز ہے۔ اسے لے کر تیرے دل پر امانت دار روح اتری ہے، تاکہ تو اُن لوگوں میں شامل ہو جو (خدا کی طرف سے خلق خدا کو) متنبہ کرنے والے ہیں۔"

امانت ادا کرنے اور اس میں خیانت نہ کرنے کے بارے میں فرمایا:

Marfat.com

﴿فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَ لْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ﴾ (البقرۃ: ۲۸۳)

"اگر تم میں سے کوئی شخص دوسرے پر بھروسا کر کے اس کے ساتھ کوئی معاملہ کرے، تو جس پر بھروسا کیا گیا ہے، اسے چاہیے کہ امانت ادا کرے اور اللہ، اپنے رب سے ڈرے۔"

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۞﴾ (الانفال: ۲۷-۲۸)

"اے ایمان لانے والو، جانتے بوجھتے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ خیانت نہ کرو، اپنی امانتوں میں غداری کے مرتکب نہ ہو، اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد حقیقت میں سامانِ آزمائش ہیں اور اللہ کے پاس اجر دینے کے لیے بہت کچھ ہے۔"

﴿وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۞﴾ (الانفال: ۵۸)

"اور اگر کبھی تمہیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو اس کے معاہدے کو علانیہ اس کے آگے پھینک دو، یقیناً اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا۔"

کامیاب مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے سورہ المومنون میں فرمایا:

﴿وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۞﴾ (المؤمنون: ۸)

"اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب کیا اور خطبہ میں فرمایا: "جس شخص میں امانت کی صفت نہیں ہے اس میں ایمان نہیں اور جو عہد کا پاس نہیں رکھتا اس میں دین نہیں۔" (حسن: صحیح ابن حبان: ۱۹۴)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی شخص کے دل میں ایمان اور کفر، سچ اور جھوٹ، اور امانت اور خیانت جمع نہیں ہو سکتے۔ (کیونکہ یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں)۔'' (حسن: مسند احمد: ۸۵۹۳۔ دیکھئے: سلسلة الصحیحہ: ۱۰۵۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس امت سے جو چیزیں سب سے پہلے اٹھائی جائیں گی، وہ حیاء اور امانت ہیں۔ پس تم اللہ عز وجل سے ان کا سوال کرو۔'' (ضعیف: شعب الایمان: ۴۸۹۳۔ قزعہ راوی ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلة الضعیفہ: ۲۴۴۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے تیرے پاس امانت رکھی ہو اس کی امانت ادا کر اور جس نے تیری خیانت کی ہو اس کے ساتھ خیانت نہ کر۔'' (جامع ترمذی: ۱۲۶۴)

حضرت خولہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناجائز تصرف کرتے ہیں، پس ان کے لیے قیامت کے دن آگ ہے۔'' (صحیح بخاری: ۳۱۱۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المال کے اونٹوں کا مع حلیے کے رجسٹر میں اندراج کرواتے تھے۔ ایک دفعہ بیت المال کا ایک اونٹ بھاگ گیا، آپ خود اس کی تلاش میں نکلے۔ اس دوران ایک رئیس احنف بن قیس آپ سے ملنے کے لیے آ گئے۔ احنف کو دیکھ کر فرمایا: بیت المال کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے، آؤ تم بھی اسے تلاش کرنے میں میرا ساتھ دو، تم تو جانتے ہو کہ ایک اونٹ میں کتنے غریبوں کا حق ہے کسی شخص نے کہا: امیر المومنین آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں۔ کسی غلام کو حکم دیجئے، وہ ڈھونڈ لائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ سے بڑا غلام کون ہو سکتا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دیانت کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے۔ شہد کی ضرورت تھی اور شہد بیت المال میں موجود تھا، مگر آپ نے بطور خود لینا گوارہ نہ کیا۔ مسجد نبوی میں آ کر مسلمانوں سے کہا کہ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو تھوڑا سا شہد لے لوں۔

Marfat.com

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے حکم دے رکھا تھا کہ ان کے غسل اور وضو کے لیے سرکاری مہمان خانے کے باورچی خانہ سے گرم پانی نہ لیا جائے۔ ایک دن آپؒ کے وضو کے لیے پانی لایا گیا تو پتہ چلا کہ یہ پانی سرکاری کوئلوں سے گرم کیا گیا ہے تو اس سے وضو نہ کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس سے مشورہ لیا جائے وہ امانتدار ہے۔'' (یعنی مشورہ بھی مشورہ لینے والے کی امانت ہے اور اس کے راز کو افشاء کرنا خیانت ہے) (سنن ابوداود: ۵۱۲۸)

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجلس کی باتیں امانت ہوتی ہیں''

(ضعیف: سنن ابوداود، ۴۸۶۹۔ ایک راوی مجہول ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۱۹۰۹)

اس کا مطلب ہے کہ کسی محفل میں کی گئی باتوں کو افشاء کرنا بھی خیانت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کوئی شخص تم سے کوئی بات کہے اور پھر وہ اِدھر اُدھر دیکھے تو وہ بات تمہارے پاس امانت ہے۔'' (جامع ترمذی: ۱۹۵۹)

اِدھر اُدھر دیکھنے سے مراد اس بات کی تسلی کرنا ہے کہ کوئی تیسرا شخص تو اس کی بات نہیں سن رہا۔ گویا وہ شخص نہیں چاہتا کہ کسی تیسرے شخص تک اس کی بات پہنچے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''امانت آسمان سے نازل ہوئی ہے اور یہ لوگوں کے دلوں کی جڑوں میں اتاری گئی ہے۔'' (صحیح بخاری: ۷۲۷۶)

ملکی اور قومی ذمہ داریاں بھی امانت ہیں یہ ان لوگوں کے سپرد کرنی چاہئیں جو اس کے اہل ہوں۔ یہ بھی امانت اور دیانت کا تقاضا ہے۔ اگر اجتماعی ذمہ داریاں ایسے لوگوں کے سپرد کر دی جائیں جو ان کے اہل نہ ہوں تو وہ عوام کے حقوق کو ضائع کریں گے اور ملک بدنظمی اور بدحالی کا شکار ہو جائے گا، ملکی معیشت کمزور ہو گی اور ملک، دشمن کے لیے نرم چارہ۔ آج

Marfat.com

کل مسلمان جن حالات سے دوچار ہیں اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ مسلمان ممالک کے حکمران نااہل ہیں اور انہوں نے ہر سطح کی ذمہ داریاں ایسے لوگوں کے سپرد کر رکھی ہیں جو ان کے اہل نہیں ہیں۔ اگر ہم ان حالات سے نکلنا چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن مجید کی اس ہدایت پر عمل کرنا ہوگا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝٥٨﴾ (النساء: ۵۸)

''مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو، اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب امانت ضائع کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرنا۔ (پوچھنے والے نے عرض کیا) اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! امانت کا ضائع ہونا کیسے ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: جب کام نااہل لوگوں کے سپرد کیا جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرنا۔''

(صحیح بخاری: ۶۴۹۶)

سنن ترمذی میں اسی بات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو بڑی حد تک ہمارے آج کے حالات پر منطبق ہوتی ہے۔ یہ حدیث قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے بھی ہے۔ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا:

''جب (ملکی) دولت کو ذاتی جاگیر سمجھ لیا جائے، اور قومی امانتوں کو مالِ غنیمت سمجھ کر لوٹا جائے، اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھ کر دینے سے انکار کر دیا جائے، اور دین کا علم دنیا کمانے کے لیے حاصل کیا جائے، اور شوہر بیوی کا فرمانبردار بن جائے اور ماں کا نافرمان ہو جائے، اور آدمی دوست کو قریب رکھے اور باپ کو دور کر

Marfat.com

دے، اور مسجدوں میں شور شرابا ہونے لگے، اور بدکار شخص قبیلے (یا قوم) کا سردار بن جائے اور قوم کی زمامِ اقتدار کمینوں کے ہاتھ میں چلی جائے، اور معاشرے میں کسی شخص کی عزت محض اس لیے کی جائے کہ وہ لوگوں کو نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتا ہو، اور گانے والوں اور آلاتِ لہو ولہب کا دور دورہ ہو جائے، (یعنی ان پیشوں سے وابستہ افراد معاشرے میں عزت وتکریم کے حامل ہوں)، اور شراب عام ہو جائے، اور اس امت کے بعد والے پہلے والوں پر لعن طعن کریں، تو (ایسے حالات میں) سرخ ہواؤں کے چلنے، اور زلزلے، اور زمین میں دھنسائے جانے، اور صورتوں کے مسخ کیے جانے، اور آسمان سے سنگ باری اور ایسی نشانیوں کا انتظار کرو جو اس طرح پے در پے آئیں گی جیسے کسی تسبیح کی ڈوری ٹوٹ گئی ہو اور اس کے دانے ایک ایک کر کے بکھرنے لگیں''

(ضعیف: سنن ترمذی: ۲۲۱۰۔ فرج بن فضالہ شامی راوی ضعیف ہے۔)

اس حدیث میں بیان فرمائی گئی بہت سی باتیں پوری ہو چکی ہیں۔ قومی اور ملکی ذمہ داریاں ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہیں جو اس کے اہل نہیں ہیں اور جنہیں امانت کی پاسداری کا ذرا بھی خیال نہیں ہے۔ حکمران طبقہ ملکی دولت کو اپنی جاگیر سمجھ کر اسے اپنی ذاتی دولت میں منتقل کر رہا ہے، روزانہ اربوں روپے کی لُوٹ کھسوٹ ہوتی ہے، کوئی پوچھنے والا نہیں۔ گانے والے اور ٹی وی/فلم فنکار ہمارے ہیرو ہیں اور آج کل تو مذہب اور اخلاقیات پر بھی ان کی گفتگو علماء کی نسبت زیادہ توجہ سے سنی جاتی ہے۔ اور بھی بہت کچھ جو گرد و پیش میں وقوع پذیر ہو رہا ہے، اس حدیث کی پیشین گوئیوں کی عکاسی کر رہا ہے۔ شاید یہ قربِ قیامت کا ہی منظر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دیانتداری کی ایک مثال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ایک شخص نے کسی سے زمین خریدی۔ خریدنے والے کو اس زمین میں ایک

Marfat.com

گھڑا ملا جس میں سونا تھا، وہ سونے والا گھڑا زمین کے پہلے مالک کے پاس لے گیا اور کہا کہ یہ سونا تمہارا ہے کیونکہ میں نے تم سے صرف زمین خریدی تھی، سونا نہیں۔ پہلے مالک نے کہا: میں نے تو زمین اور جو کچھ اس میں تھا، سب تمہارے ہاتھ بیچ دیا تھا، اس لیے یہ تمہارا ہے۔ (چونکہ کوئی بھی سونا لینے کے لیے تیار نہ تھا، اس لیے) دونوں نے ایک اور شخص کو ثالث بنایا (تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کردے) ثالث نے ان سے پوچھا: کیا تمہاری کوئی اولاد ہے؟ ایک نے کہا: میرا ایک لڑکا ہے، دوسرے نے کہا: میری ایک لڑکی ہے۔ ثالث نے کہا: تم دونوں ان کی شادی کردو اور یہ سونا ان پر خرچ کردو یا انہیں دے دو۔"

لین دین میں دیانت اور نرمی

لین دین کا تعلق کاروباری طبقے سے ہے جس میں عام طور پر یہ رجحان ہوتا ہے کہ جب کسی سے کوئی چیز لینی ہو تو پوری بلکہ جھکے ہوئے پلڑے کے ساتھ یعنی کچھ زیادہ لینے کی خواہش ہوتی ہے اور دیتے وقت بالکل پورا یا کچھ کم دینے کی۔ لالچ انسان کی فطرت کا حصہ ہے، الّا یہ کہ اللہ کسی کو قناعت کی دولت عطا کر کے اسے بے نیاز کر دے۔ رسول اللہ ﷺ کا قول ہے کہ ابنِ آدم کے پاس اگر مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری کی تلاش میں رہے گا اور آدمؑ کے بیٹے کا پیٹ صرف (قبر کی) مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۴۳۶_صحیح مسلم: ۱۰۴۹)

اللہ تبارک وتعالیٰ سے بڑھ کر کون انسان کا فطرت شناس ہوسکتا ہے؟ اپنے اسی علم کی بنا پر اس نے ناپ تول میں عدل و انصاف کی سخت تاکید کی ہے اور اس میں ڈنڈی مارنے کو دنیا میں فساد پھیلانے کے مترادف اور آخرت میں عذاب کا باعث قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات:

﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ﴾ (الانعام: ۱۵۲)

"اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو۔"

Marfat.com

﴿فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾﴾

(الاعراف: ۸۵)

''لہٰذا وزن اور پیمانے پورے کرو، لوگوں کو اُن کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو، اور زمین میں فساد برپا نہ کرو جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے، اسی میں تمہاری بھلائی ہے اگر تم واقعی مومن ہو۔''

شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

﴿وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَ الْمِيْزَانَ اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَ يٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾﴾

(ھود: ۸۴۔۸۵)

''اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔ آج میں تم کو اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں، مگر مجھے ڈر ہے کہ کل تم پر ایسا دن آئے گا جس کا عذاب سب کو گھیر لے گا۔ اور اے برادرانِ قوم، ٹھیک انصاف کے ساتھ پورا ناپو اور تولو اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دیا کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔''

﴿وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾﴾ (الاسراء: ۳۵)

''پیمانے سے دو تو پورا بھر کر دو، اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو۔ یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظ انجام بھی یہی بہتر ہے۔''

﴿اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾﴾

(الشعراء: ۱۸۱۔۱۸۳)

Marfat.com

''پیمانے ٹھیک بھرو اور کسی کو گھاٹا نہ دو۔صحیح ترازو سے تولو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔''

﴿اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ ۝٨ وَ اَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ ۝٩﴾ (الرحمٰن: ٨ـ٩)

''تم میزان میں خلل نہ ڈالو۔انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو۔''

﴿وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ۝١ الَّذِیْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ۝٢ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّ زَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ ۝٣ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓىِٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝٤ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝٥ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝٦﴾ (المطففین: ١ـ٦)

''تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لیے، جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں، اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انہیں گھاٹا دیتے ہیں۔کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ ایک بڑے دن، یہ اٹھا کر لائے جانے والے ہیں؟ اُس دن جبکہ سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ ماپ تول کے معاملے میں بہت برے تھے تب اللہ تعالیٰ نے درج بالا آیات نازل فرمائیں، اس کے بعد لوگوں نے ماپ تول کو انتہائی اچھا کرلیا۔'' (حسن: سنن ابن ماجہ: ٢٢٢٣)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو قوم ماپ تول میں کمی کرتی ہے، وہ قحط سے دوچار کردی جاتی ہے۔''

(حسن: سنن ابن ماجہ: ٤٠١٩)

عام مشاہدے کی بات ہے کہ جب انسان کو کسی سے کچھ لینا ہو تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وقت مقررہ پر یا اس سے پہلے ہی اس کا مطلوبہ مال اسے مل جائے اور اگر فریقِ ثانی مجبوری کی بنا پر مزید مہلت مانگے تو وہ اس کے لیے آسانی سے تیار نہیں ہوتا اور اس کے

Marfat.com

برعکس اگر وہ خود کسی کا دین دار ہو تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ نرمی برتی جائے اور اسے کچھ مزید مہلت دے دی جائے۔ اللہ اور اس کا رسول ﷺ یہی چاہتے ہیں کہ تنگدست اور مجبور کو مہلت دی جائے اور اس عمل پر بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات اور احادیث:

﴿وَاِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨٠﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۟ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٨١﴾﴾ (البقرہ: ۲۸۰۔ ۲۸۱)

"اور اگر تمہارا قرض دار تنگ دست ہو، تو فراغت ہونے تک اسے مہلت دو، اور اگر صدقہ کر دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ اس دن کی رسوائی اور مصیبت سے بچو جب کہ تم اللہ کی طرف واپس ہو گے، وہاں ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر ہر گز ظلم نہ ہو گا۔"

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی، اسے اس کی (رقم کی) مثل صدقہ کا اجر ملے گا۔" (مسند احمد: ۲۲۹۷۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا، اس نے آپؐ سے مطالبہ کیا اور سخت باتیں کیں۔ آپؐ کے صحابہ نے اسے (روکنے) کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو، اس لیے کہ حق والے کو باتیں کرنے کا حق ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اس کو اس کے اونٹ کے ہم عمر اونٹ دو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ہم اس کے اونٹ کی عمر سے زیادہ عمر والے کو پاتے ہیں (یعنی ہمارے پاس اس سے بہتر اونٹ ہیں جو آپؐ نے اس سے لیا تھا)۔ آپؐ نے فرمایا: وہی دے دو۔ بے شک تم میں بہتر وہ ہے جو تم میں سے ادائگی میں بہتر ہو۔" (صحیح بخاری: ۲۳۰۶۔ صحیح مسلم: ۱۶۰۱)

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو بیچنے، خریدنے اور (قرض کی واپسی کے) مطالبہ کے وقت نرمی اختیار کرتا ہے۔'' (صحیح بخاری: ۲۰۷۶)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جس شخص کو پسند ہے کہ اللہ اس کو روزِ قیامت کی سختیوں سے نجات بخشے تو وہ تنگ دست کو مہلت دے یا معاف کر دے۔'' (صحیح مسلم: ۱۵۶۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ایک شخص لوگوں کو قرض دیتا تھا اور اپنے ملازم سے کہتا کہ جب تو کسی تنگ دست کے ہاں جائے تو اس کو معاف کر دینا، شاید اللہ ہمیں معاف فرمائے، چنانچہ وہ (مرنے کے بعد) اللہ سے ملا تو اللہ نے اس کو معاف فرما دیا۔''

(صحیح بخاری: ۲۰۷۸۔ صحیح مسلم: ۱۵۶۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص تنگ دست کو مہلت دے یا اس کو معاف کر دے، اللہ اس کو قیامت کے دن عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔'' (جامع ترمذی: ۱۳۰۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے ایک اونٹ خریدا تو آپ ﷺ نے اس کی قیمت تول کر دی اور زیادہ دی۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گزشتہ امتوں میں سے ایک شخص کے پاس جب فرشتہ اس کی روح قبض کرنے کے لیے آیا تو اس سے کہا: کیا تجھے اپنے کسی نیک عمل کا علم ہے؟ اس شخص نے کہا: مجھے علم نہیں ہے۔ اس سے کہا گیا: اچھی طرح سوچ لے۔ اس شخص نے کہا: مجھے (اپنی کسی نیکی کا) علم نہیں ہے، سوائے اس کے

Marfat.com

کہ میں دنیا میں تجارت کرتا تھا اور لوگوں کے ساتھ احسان کرتا تھا، مالدار کو مہلت دیتا تھا اور تنگ دست سے درگزر کرتا تھا۔ پس اللہ نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔"

(صحیح بخاری: ۲۰۷۷۔ صحیح مسلم: ۱۵۶۰)

کاروباری حضرات میں عموماً یہ رجحان بھی پایا جاتا ہے کہ گاہک کو مطمئن کرنے کے لیے اپنے مال کی جھوٹی تعریف کرتے ہیں اور اپنی صداقت کی یقین دہانی کے لیے جھوٹی قسمیں کھانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اس طرزِ عمل سے اگر مال بِک بھی جائے تو اس سے برکت اُٹھ جاتی ہے۔ یہ رویہ گاہک کو دھوکا دینے کے مترادف ہے۔ اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی بہت مذمت کی ہے اور جھوٹ کے ذریعے اپنا مال بیچنے والے تجّار کو سخت وعید سنائی ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل احادیث:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تین آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کلام نہیں کرے گا، نہ ان کی طرف نظرِ رحمت فرمائے گا اور نہ ہی ان کا تزکیہ کرے گا، بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ ان میں سے ایک شخص وہ ہوگا جو جھوٹی قسم کے ذریعے سودا فروخت کرتا ہے۔" (صحیح مسلم: ۱۰۶)

حضرت عبدالرحمٰن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بے شک تاجر گناہگار لوگ ہیں۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال نہیں کیا؟ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں، لیکن یہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں اور گناہگار ہوتے ہیں اور بات کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں۔" (مسند احمد: ۱۵۵۳۰)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم تاجروں کی طرف نکلتے تھے اور آپؐ فرماتے تھے: اے تاجروں کی جماعت! جھوٹ سے بچو!" (معجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۲۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ ضعیف جامع الصغیر: ۶۴۰۶)

Marfat.com

حضرت عبید رضی اللہ عنہ کے والد حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن تاجر فاسقوں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے، سوائے اس کے جس نے تقویٰ اختیار کیا، نیکی کی اور سچ بولا۔'' (حسن: جامع ترمذی: ۱۲۱۰۔ سنن ابن ماجہ: ۲۱۴۶۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: سلسلۃ الصحیحہ: ۹۹۴)

ایفائے عہد

ایفائے عہد کے معنی ہیں وعدے کو پورا کرنا۔ وعدہ پورا کرنا اچھے کردار کی علامت ہے۔ جس شخص کو اللہ اور روزِ آخرت پر یقین ہو وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرسکتا، اس لیے کہ اسے معلوم ہے کہ قیامت کے روز اس سے وعدوں کے بارے میں باز پُرس ہوگی۔ انسان کا سب سے بڑا عہد تو وہ ہے جو اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ کیا ہے کہ تو ہی میرا رب ہے۔ اگر انسان اس عہد کو یاد رکھے تو باقی سب وعدوں کی پاسداری اس کے لیے آسان ہو جاتی ہے اور جس نے اس عہد کو بھلا دیا اس سے کسی عہد کے پورا کرنے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ ایک مسلمان کو وعدہ خلافی، خیانت اور جھوٹ سے اجتناب کرنا چاہیے اور ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اسے اپنے رب کے حضور پیش ہونا ہے۔ وعدوں کی پاسداری کے متعلق ملاحظہ ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے یہ ارشادات:

﴿وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا﴾ (البقرہ: ۱۷۷)

''اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اُسے وفا کریں۔''

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ (المائدہ: ۱)

''اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو۔''

﴿وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝۳۴﴾ (بنی اسرائیل: ۳۴)

''اور عہد کی پابندی کرو، بے شک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنی ہوگی۔''

﴿وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ

Marfat.com

جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٩١﴾ (النحل: ۹۱)

''اللہ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم نے اس سے کوئی عہد باندھا ہو، اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ ڈالو جبکہ تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ بنا چکے ہو۔ اللہ تمہارے سب افعال سے باخبر ہے۔''

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٢﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٣﴾ (الصف: ۲۔۳)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم کہو وہ بات جو کرتے نہیں۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی الحمساء سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بعثت سے پہلے کچھ خریدا، کچھ قیمت باقی رہ گئی، میں نے کہا آپؐ اسی جگہ ٹھہریں، میں ابھی بقیہ لے کر آتا ہوں۔ (گھر جا کر) میں بھول گیا۔ تین دن بعد مجھے اچانک یاد آیا۔ جب وہاں جا کر دیکھا تو آپؐ اسی جگہ موجود تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا: تم نے مجھے بڑی مشکل میں ڈالا ہے، میں تین دن سے اسی جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔'' (ضعیف: سنن ابوداود: ۴۹۹۶۔ عبدالکریم راوی مجہول ہے۔)

حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ارقم سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور اس کی نیت وعدہ پورا کرنے کی ہو، پھر کسی وجہ سے اپنا وعدہ پورا نہ کر سکے اور مقررہ وقت پر نہ آ سکے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔'' (ضعیف: سنن ابوداود: ۴۹۹۵۔ جامع ترمذی: ۲۶۳۳۔ ابوالنعمان راوی مجہول ہے۔)

حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص کسی کے ساتھ وعدہ کرے اور نماز کے وقت تک وہ نہ آئے اور دوسرا نماز پڑھنے کے لیے چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''منافق کی تین علامتیں ہیں۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔''

(صحیح بخاری: ۳۳۔ صحیح مسلم: ۵۹)

مسلم کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: ''اگرچہ وہ روزے رکھے، نمازیں پڑھے اور خود کو مسلمان سمجھے۔'' (صحیح مسلم: ۵۹/۱۰۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: میں قیامت کے دن تین آدمیوں سے جھگڑا کروں گا۔ ایک وہ آدمی جس نے میرے نام پر وعدہ کیا، پھر اس کو توڑ ڈالا، دوسرا وہ آدمی جس نے کسی آزاد شخص کو بیچ ڈالا اور اس کی قیمت کھا گیا اور تیسرا وہ آدمی جس نے کسی کو مزدوری پر لگایا، اس سے پورا کام لیا لیکن اس کی مزدوری نہ دی۔'' (صحیح بخاری: ۲۲۷۰)

کیا کسی کی مجال ہے کہ قیامت کے دن اللہ سے جھگڑا کرے اور جس سے اللہ جھگڑا کرے اس کی بچت کی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''عہد توڑنے والے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا لگایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی کا نشان ہے۔'' (صحیح بخاری: ۳۱۸۸۔ صحیح مسلم: ۱۷۳۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن ہر عہد شکن کے لیے جھنڈا (نشان) ہوگا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔''

(صحیح بخاری: ۳۱۸۶۔ صحیح مسلم: ۱۷۳۶)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: ''ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا (نشان) ہوگا جو اس کی عہد شکنی کے مطابق بلند ہوگا۔ بے شک عہد شکن حاکم سے بڑا کوئی عہد شکن نہیں ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۷۳۸)

Marfat.com

زبان کی حفاظت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''مصیبت کی جڑ بنیاد انسان کی گفتگو ہے۔''

آپ اکثر اپنی زبان کو پکڑ کر فرماتے: ''اس نے مجھے بہت جگہ پھنسایا ہے۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''زبان کی لغزش، قدموں کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''زبان وہ درندہ ہے کہ چھوڑ دو تو کاٹ کھائے۔''

نیز آپ نے یہ بھی فرمایا: ''جس شخص کی زبان اس پر حکمران ہو وہی اس کی ہلاکت اور موت کا فیصلہ کرتی ہے۔''

کہا جاتا ہے کہ تلوار سے لگائے ہوئے گھاؤ بھر جاتے ہیں لیکن زبان سے لگائے ہوئے گھاؤ نہیں بھرتے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان کو زبان کی وجہ سے جو نقصان پہنچتا ہے وہ کسی اور وجہ سے نہیں پہنچتا۔ جس نے اپنی زبان کی حفاظت کر لی اس نے خود کو رسوائی سے بچا لیا۔

زبان کا سب سے زیادہ غلط استعمال غیبت میں ہوتا ہے۔ اکثر غیر ارادی طور پر انسان اس میں ملوث ہو جاتا ہے۔ دو افراد نے گفتگو شروع کی، اپنی باتیں تو دو منٹ میں ختم ہو گئیں، اس کے بعد موضوعِ سخن کوئی تیسرا شخص ہے، اس پر تادیر گفتگو ہو گی اور اس میں موصوف کی خوبیاں کم اور خامیاں زیادہ زیرِ بحث ہوں گی اور اس میں کسی کو بھی احساس نہیں ہو گا کہ ہم غیبت میں ملوث ہو چکے ہیں جو کہ ایک نہایت ہی گھناؤنا جرم ہے۔ اگر کسی کو احساس ہو بھی جائے تو یہ کہہ کر تسلی دے دی جائے گی کہ ہم کوئی غلط تھوڑا ہی کہہ رہے ہیں، حالانکہ غیبت یہی ہے کہ کسی کی خامی کا ذکر اس کی عدم موجودگی میں اس انداز سے کیا جائے کہ اگر وہ سنے تو اسے برا لگے۔ عموماً عورتیں اس گناہ میں زیادہ ملوث ہوتی ہیں لیکن مرد حضرات بھی اس سے مبرا نہیں ہیں۔

Marfat.com

بظاہر یہ معصوم سا گناہ اتنا گھناؤنا ہے کہ قرآن مجید میں اسے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ یہ کتنا قبیح فعل ہے۔ قرآن مجید میں اسے مردہ بھائی کا گوشت کھانا اس لیے کہا گیا ہے کہ جس طرح مردہ اپنا دفاع نہیں کرسکتا اسی طرح جس کی غیبت کی جاتی ہے وہ بھی اپنا دفاع نہیں کرسکتا۔

یہ بیماری ہمارے معاشرے میں اتنی عام ہوچکی ہے کہ عموماً اسے برائی ہی نہیں سمجھا جاتا اور جب کسی کو احساس دلایا جائے تو ٹوکنے والے کو یہ کہہ کر لاجواب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ میرا مقصد اس کی برائی کرنا نہیں، میں تو حقیقت بتا رہا ہوں، یہ کمزوری تو واقعی اس میں موجود ہے۔ آیئے دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے غیبت کی کیا تعریف فرمائی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ کرام سے) فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: تیرا اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرنا جسے وہ پسند نہیں کرتا۔ ایک سائل نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر اس میں وہ بات ہو جو میں کہتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: اگر اس میں وہ بات ہے جو تو کہتا ہے تو یہی غیبت ہے اور اگر اس میں وہ بات نہیں ہے جو تو کہتا ہے، تو تو نے اس پر بہتان باندھا ہے۔“

(صحیح مسلم:۲۵۸۹)

زبان کی حفاظت کے ضمن میں سورہ الحجرات کی یہ آیات بڑی جامع ہیں، ان میں زبان کے ذریعے سرزد ہونے والے گناہوں کا اس انداز میں ذکر کیا گیا ہے کہ اگر انسان ان آیات کو سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہو جائے تو بہت سی معاشرتی برائیوں سے بچ سکتا ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَنْ لَمْ

Marfat.com

يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾﴾ (الحجرات: ۱۱-۱۲)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے۔ جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو، تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو، اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔''

زبان کی حفاظت کے ضمن میں ہمیں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ جو کچھ ہم اپنی زبان سے نکالتے ہیں وہ سب ریکارڈ ہو رہا ہے۔ سورہ ق کی یہ آیت اس پر شاہد ہے:

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾﴾ (ق:۱۸)

''کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو۔''

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ اچھی بات کہو یا چپ رہو! ملاحظہ ہو درج ذیل حدیث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ بھلائی کی بات کرے یا خاموش رہے۔'' (صحیح بخاری: ۶۰۱۸۔ صحیح مسلم: ۴۷)

ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ہمارے جسم کے تمام حصوں کے اعمال کی باز پُرس ہو گی۔ ملاحظہ ہو سورہ الاسراء کی یہ آیت:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴿٣٦﴾﴾ (الاسراء: ۳۶)

''کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یقینا آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے۔''

انسان زبان کے استعمال میں اکثر لاپرواہی کرتا ہے اور زبان کے غلط استعمال کو ہلکا سمجھتا ہے، حالانکہ جھوٹ، غیبت، چغلخوری، بہتان، کسی کو گالی دینا، کسی کا مذاق اڑانا وغیرہ سب زبان ہی کے گناہ ہیں جن کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سخت مذمت کی ہے اور ان سے بچنے کی سخت تاکید کی ہے یہ سب گناہ انسان کی ہلاکت کا باعث ہیں۔ ملاحظہ ہوں رسول اللہ ﷺ کے یہ ارشادات:

حضرت عبداللہ رضی اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔'' (صحیح بخاری: ۴۸۔ صحیح مسلم: ۶۴)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان پر گناہ اور کفر کی تہمت نہ لگائے۔ اگر وہ ایسا نہیں ہے تو وہ تہمت اس شخص پر لوٹ آتی ہے جس نے تہمت لگائی ہے۔''

(صحیح بخاری: ۶۰۴۵۔ صحیح مسلم: ۶۱)

حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ایک دوسرے کو گالی دینے والوں میں سے جو شخص پہل کرے اس کے ذمے گناہ ہے جب تک کہ مظلوم تجاوز نہ کرے۔'' (صحیح مسلم: ۲۵۸۷)

Marfat.com

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مومن طعن کرنے والا، لعنت کرنے والا، فحش بکنے والا اور زبان دراز نہیں ہوتا۔'' (جامع ترمذی:۱۹۷۷)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بن جندب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''آپس میں ایک دوسرے پر اللہ کی لعنت اور اس کا غضب نہ ڈالا کرو اور نہ یہ کہا کرو کہ تو جہنم میں جائے۔'' (جامع ترمذی:۱۹۷۶)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص کسی پر لعنت بھیجتا ہے، لعنت آسمان پر چڑھتی ہے تو آسمان کے دروازے بند ہو جاتے ہیں، پھر زمین کی طرف اترتی ہے تو زمین کے دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں، پھر وہ دائیں بائیں چلتی ہے، جب کوئی راہ نہیں پاتی تو جس پر لعنت بھیجی گئی ہے اس کی طرف لوٹ کر آتی ہے۔ اگر وہ اس کا مستحق نہیں ہوتا تو وہ لعنت بھیجنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے۔''

(حسن: سنن ابوداود: ۴۹۰۵)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: آپ ؐ کو صفیہ (رضی اللہ عنہا) کافی ہے جو ایسی ہے اور ایسی ہے یعنی کوتاہ قامت ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا: تو نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر میں ملا دیا جائے تو اسے بھی متغیر کر دے۔''

(سنن ابوداود: ۴۸۷۵۔ جامع ترمذی: ۲۵۰۲)

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا قد چھوٹا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ان کے قد کی طرف اشارہ کرنے کو غیبت میں شمار کیا حالانکہ انہوں نے ایک حقیقت کی طرف اشارہ کیا تھا اور فرمایا کہ اس کلمہ کی تلخی پورے سمندر کو تلخ کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ غیبت کیا ہے، اس کے اثرات کتنے تلخ ہیں اور اس سے بچنے کے لیے کتنی احتیاط کی ضرورت ہے۔

حضرت ابوسعید اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

"غیبت زنا سے زیادہ سخت گناہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! غیبت کیسے زنا سے زیادہ سخت گناہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: آدمی زنا کرتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اسے بخش دیتا ہے، اور غیبت کرنے والے کو اس وقت تک نہیں بخشا جاتا جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہے۔" (ضعیف: شعب الایمان: ۶۳۱۵۔ عباد بن کثیر راوی متروک ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۱۸۴۶)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! نجات کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور اپنے گھر میں رہو اور اپنی غلطیوں پر رویا کرو۔" (جامع ترمذی: ۲۴۰۶)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص مجھے اپنے دونوں جبڑوں اور اپنی دونوں رانوں کے درمیان کی چیز (زبان اور شرمگاہ) کی (حفاظت کی) ضمانت دے گا، میں اسے جنت کی ضمانت دوں گا۔" (صحیح بخاری: ۶۴۷۴)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مسلمانوں میں کون افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں۔" (صحیح بخاری: ۱۱۔ صحیح مسلم: ۴۲)

حضرت ابوبرزہ اسلمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اے لوگو جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہو مگر ایمان ابھی تمہارے دلوں میں نہیں اترا! مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور ان کے چھپے ہوئے عیبوں کی کھوج نہ کیا کرو! جو ان کے چھپے ہوئے عیبوں کی کھوج کرے گا، اللہ خود اس کے چھپے ہوئے عیبوں کی کھوج کرے گا اور جس کے چھپے ہوئے عیبوں کی اللہ نے کھوج کی، اسے اس کے گھر میں رسوا کر دے گا۔" (سنن ابوداود: ۴۸۸۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

Marfat.com

"ایک بندہ اللہ کی خوشنودی کی بات کرتا ہے لیکن اس کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ اللہ اس کی وجہ سے اس کے درجات کو بلند فرمائیں گے اور ایک بندہ اللہ کی ناراضگی کی بات کرتا ہے اور اس کو معمولی خیال کرتا ہے۔ وہ اس کی وجہ سے جہنم میں گرے گا۔" (صحیح بخاری: ۶۴۷۸)

حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسی بات بتائیں جس کو میں مضبوطی سے پکڑ لوں۔ آپؐ نے فرمایا: کہو، میرا رب اللہ ہے پھر اس پر جم جاؤ۔ میں نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ مجھ پر کس چیز سے زیادہ خائف ہیں؟ آپؐ نے زبان کو پکڑ کر فرمایا: "اس سے۔" (جامع ترمذی: ۲۴۱۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"آدم کا بیٹا جب صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء زبان کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہمارے بارے میں اللہ سے ڈر! اس لیے کہ ہم تیرے ساتھ ہیں (یعنی تیرا ساتھ دینے پر مجبور ہیں) اگر تو درست رہے گی تو ہم بھی درست رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھا پن اختیار کرے گی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔"

(جامع ترمذی: ۲۴۰۷)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جنت میں چغل خور آدمی داخل نہیں ہوگا۔" (صحیح بخاری: ۶۰۵۶۔ صحیح مسلم: ۱۰۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم لوگ جانتے ہو کہ چغلی کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: فساد پھیلانے کے لیے ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا۔"

(حسن: شعب الایمان: ۱۰۵۹۴۔ تفصیل دیکھیے: سلسلۃ الصحیحۃ: ۸۴۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی، ان کا روزہ تھا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اپنا وضو اور اپنی نماز لوٹاؤ، اپنا

Marfat.com

روزہ پورا کرو اور اس کی جگہ ایک اور دن کا روزہ رکھو! انہوں نے عرض کیا: کیوں؟ اے اللہ کے رسول! فرمایا: تم نے فلاں شخص کی چغلی کی ہے۔'' (ضعیف: شعب الایمان: ۶۳۰۳۔ عباد بن منصور راوی ضعیف ہے۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) اللہ کے رسول ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات پر نہیں ہو رہا، پھر آپؐ نے فرمایا: ہاں کیوں نہیں۔ (یعنی وہ بڑی بات ہی ہے) ان میں ایک چغلی کھایا کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب (کے چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا۔'' (صحیح بخاری: ۱۳۷۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''جب مجھے معراج ہوئی تو میرا گزر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے، جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ نوچ کر زخمی کر رہے تھے۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے اور ان کی عزتوں سے کھیلا کرتے تھے۔'' (یعنی ان کی غیبت کیا کرتے تھے)۔'' (سنن ابوداود: ۴۸۷۸)

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن غنم اور حضرت اسماء رضی اللہ بنت یزید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جنہیں دیکھ کر خدا یاد آ جائے اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو بہت چغلیاں کھاتے ہیں، دوستوں کے درمیان جدائی ڈلواتے ہیں اور اس بات کی ٹوہ میں رہتے ہیں کہ بے گناہ لوگوں کو مصیبت میں پھنسائیں۔''

(حسن: مسند احمد: ۱۷۹۹۸)

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کا شمار بزرگ صحابہ میں ہوتا ہے۔ وہ یہود کے بڑے علماء میں سے تھے اور تورات اور اسرائیلی روایات کے ماہر مانے جاتے تھے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک دفعہ سخت قحط پڑ گیا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کو لے کر بارش کے لیے دعا کرنے پہاڑ پر گئے۔ لیکن تین مرتبہ دعا کے لیے جانے کے باوجود بارش نہ

Marfat.com

ہوئی۔ آخر موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ تمہارے درمیان ایک چغل خور ہے، اور جب تک وہ تمہارے درمیان موجود ہے اس وقت تک دعا قبول نہیں کروں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: بارِ خدایا! بتایئے وہ کون ہے تا کہ ہم اسے اپنے درمیان میں سے نکال باہر کریں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: میں چغل خوری سے منع کرتا ہوں تو خود یہ کیسے کرسکتا ہوں؟ پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنے تمام امتیوں سے کہا: سب کے سب توبہ کرو کہ کبھی کسی کی چغلی نہیں کرو گے، اور جب سب نے توبہ کرلی اسی وقت بارش شروع ہوگئی۔

اس روایت سے چغل خوری کے گھناؤنے پن کا اندازہ ہوتا ہے، صرف ایک چغل خور کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر اور ان کی پوری امت کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ ایک پوری امت قحط میں مبتلا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے گڑگڑا رہی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ دعا کی عدمِ قبولیت کی وجہ تو بتا دیتے ہیں لیکن اس شخص کا نام نہیں بتاتے کہ ایسا کرنا غیبت میں شمار ہوگا اور جس چیز کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندوں کے لیے حرام کیا ہے اسے اپنے لیے کیسے حلال کریں؟

حضرت معاذ رضی اللہ بن جبل سے روایت ہے کہ ایک سفر کے دوران میں رسول اللہ کے ساتھ تھا۔ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوگیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کردے اور جہنم سے دور کردے۔ آپؐ نے فرمایا: تو نے ایک بڑی بات پوچھی۔ البتہ یہ اس شخص کے لیے آسان ہے جس کے لیے اللہ آسان کردے۔

(پھر آپؐ نے فرمایا) تو اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، نماز قائم کر، زکوٰۃ دے، رمضان کے روزے رکھ اور بیت اللہ کا حج ادا کر۔

پھر آپؐ نے فرمایا: کیا میں بھلائی کے دروازوں کی طرف تیری رہنمائی نہ کردوں؟ (سن) روزہ ڈھال ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور یہی حال اس نماز کا ہے جو انسان رات کے وسطی حصہ میں پڑھے۔

Marfat.com

پھر آپؐ نے یہ آیات پڑھیں:

﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۫ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (السجدہ: ۱۶۔۱۷)

''اُن کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں، اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں، اور جو کچھ رزق ہم نے اُنہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پھر جیسا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے اعمال کی جزا میں ان کے لیے چھپا رکھا گیا ہے اس کی کسی متنفس کو خبر نہیں ہے۔''

پھر آپؐ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس پورے امر (یعنی دین) کا سردار (عمل) اور اس کا ستون، اس کے کوہان کی چوٹی نہ بتا دوں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپؐ نے فرمایا: امرِ دین کا سردار اسلام (یعنی توحید پر ایمان) ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس سارے معاملے کا اہم جز نہ بتا دوں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپؐ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا اور فرمایا: اس کو روکے رکھ! میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم ان باتوں کے باعث پکڑے جائیں گے جو ہم زبان سے کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: اے معاذ! تیری ماں تجھے روئے! یہ لوگوں کی زبان سے نکلی ہوئی باتیں ہی تو ہیں جو انہیں منہ یا ناک کے بل دوزخ میں گرائیں گی۔'' (جامع ترمذی: ۲۶۱۶)

اس حدیث میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اسلام کی بنیاد توحید پر ہے، یہ دین نماز کے ستون پر کھڑا ہوتا ہے اور اس کی تکمیل جہاد سے ہوتی ہے، لیکن تمام معاملات میں زبان کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ اگر اس کی حفاظت نہ کی گئی تو یہ انسان کی نیکیوں کو کھا جائے گی اور اسے دنیا اور آخرت میں رسوا کرے گی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے صحابہ

Marfat.com

میں سے کوئی ایک دوسرے کی بات مجھ تک نہ پہنچایا کرے، کیونکہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جب میں تم لوگوں کے پاس آؤں تو میرا دل بے روگ ہو (یعنی میرا دل سب کی طرف سے صاف ہو)

حضرت عمران رضی اللہ عنہ بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''چپ رہنے سے انسان کو جو مقام حاصل ہوتا ہے وہ ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے'' (ضعیف: شعب الایمان للبیہقی: ۴۶۰۲۔ ہشام بن حسان جب حسن بصری سے روایت کرے تو اس میں کلام ہوتا ہے۔ نیز اور بھی وجوہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔)

اس حدیث سے بھی زبان کی حفاظت مراد ہے۔ چپ رہنے میں زبان کی حفاظت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تو نے جس کی غیبت کی ہے اس کے لیے بخشش کی دعا کرے اور تو کہے: اے اللہ! ہمیں معاف فرما اور اس کی مغفرت فرما۔'' (ضعیف: دعوات الکبیر للبیہقی: ۵۷۵۔ ابوسلیمان عنبسہ بن عبدالرحمن متروک راوی ہے۔)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے بھائی کی عزت سے دور رہا (یعنی غیبت سے بچا)، قیامت کے دن اللہ اس کے چہرے کو دوزخ کی آگ سے دور کر دے گا۔'' (جامع ترمذی: ۱۹۳۱)

ایک دفعہ حضرت حسن بصریؒ کو اطلاع ملی کہ فلاں شخص نے آپ کی غیبت کی ہے۔ آپ نے کھجوروں کا ایک طبق بطورِ ہدیہ اس کے پاس بھیجا اور ساتھ ہی یہ پیغام بھی کہ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے اپنی نیکیاں میرے نامۂ اعمال میں منتقل کر دی ہیں۔ اس احسان کا بدلہ دینے کی تو مجھ میں استطاعت نہیں ہے، البتہ شکریہ ادا کرنے کے لیے یہ کھجوریں آپ کی نذر کرتا ہوں۔

جھوٹ

سچ کی ضد جھوٹ ہے۔ جس شخص کے بارے میں یہ گمان ہو کہ وہ جھوٹا ہے اس پر کوئی بھی اعتبار نہیں کرتا، حتیٰ کہ والدین بھی ایسے بچے کی بات کا اعتبار نہیں کرتے۔ جس شخص کے

Marfat.com

بارے میں گمان ہو کہ وہ جھوٹ بولتا ہے، بسا اوقات اس کی سچی بات کو بھی جھوٹ ہی سمجھا جاتا ہے۔

جھوٹا شخص اگر سچ بھی بولے تو کوئی اس کی بات کا اعتبار نہیں کرتا، کیونکہ جھوٹ بولنے کی وجہ سے وہ اپنا اعتبار کھو دیتا ہے۔ بعض اوقات انسان اپنی کسی غلطی کو چھپانے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیتا ہے اور اپنے اس جھوٹ کو چھپانے کے لیے کوئی اور جھوٹ گھڑتا ہے اور اس طرح جھوٹ کا سلسلہ دراز ہوتا چلا جاتا ہے۔

جھوٹ کا سہارا ایک کمزور سہارا ہے جو زیادہ دیر تک کسی کا بھی ساتھ نہیں دیتا۔ ایک نہ ایک دن جھوٹے کا پول کھل جاتا ہے اور اس کا بھرم ٹوٹ جاتا ہے اور انسان بے اعتبار ہو جاتا ہے۔ اس لیے اپنی غلطی کو چھپانے کے لیے کبھی بھی جھوٹ کا سہارا نہیں لینا چاہیے، چاہے اس میں بظاہر کتنا ہی نقصان کیوں نہ نظر آئے۔ اگر آپ تہیہ کر لیں کہ آپ ہر قیمت پر سچ بولیں گے تو اللہ آپ کو نقصان اور خفت سے بچالے گا اور اگر آپ جھوٹ کا سہارا لیں گے تو اللہ آپ کو رسوا کر دے گا۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ ہلاک کرنے والا ہے۔

جُھوٹ ظلم ہے اور سب سے بڑا ظلم اللہ کے بارے میں جُھوٹ بولنا، اس کی نشانیوں کو جھٹلانا، اس کے وجود کو تسلیم نہ کرنا یا اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے، یہ سب ایسے جھوٹ ہیں جن کی سزا جہنم ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات:

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝﴾ (الانعام: ۲۱)

"اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان لگائے، یا اللہ کی نشانیوں کو جھٹلائے؟ یقینا ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔"

﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ صَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝﴾ (الانعام: ۱۵۷)

"اب اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے منہ

Marfat.com

موڑے۔ جو لوگ ہماری آیات سے منہ موڑتے ہیں انہیں اس روگردانی کی پاداش میں ہم بدترین سزا دے کر رہیں گے۔''

﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝﴾ (یونس:۱۷)

''پھر اُس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو ایک جھوٹی بات گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرے یا اللہ کی واقعی آیات کو جھوٹا قرار دے۔ یقیناً مجرم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔''

﴿وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَ يَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ (ھود:۱۸)

''اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑے؟ ایسے لوگ اپنے رب کے حضور پیش ہوں گے اور گواہ شہادت دیں گے کہ یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ گھڑا تھا۔ سنو! خدا کی لعنت ہے ظالموں پر۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بت پرستی اور جھوٹ سے منع فرمایا ہے۔ جھوٹے کو ہدایت نہیں ملتی۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات:

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝﴾ (الحج:۳۰)

''پس بتوں کی گندگی سے بچو، اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔'' اس آیت میں بت پرستی اور جھوٹ سے اجتناب کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ گویا دونوں ایک ہی درجہ کے گناہ ہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝﴾ (الزمر:۳)

''اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور منکر حق ہو۔''

﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ

Marfat.com

﴿جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ (الزمر: ۳۲)

''پھر اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور جب سچائی اس کے سامنے آئی تو اسے جھٹلا دیا، کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں ہے؟۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ﴾ (المومن: ۲۸)

''اللہ کسی شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزر جانے والا اور کذاب ہو۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹے شخص کو ہدایت نہیں ملتی۔

مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے سورہ الفرقان میں فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾

(الفرقان: ۷۲)

''(اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔''

رسول اللہ نے فرمایا:

''جھوٹ سے بچو، جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم میں لے جاتا ہے اور انسان ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ تلاش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں کذّاب لکھ دیا جاتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۶۰۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی کو ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔'' (صحیح بخاری: ۲۶۵۳۔ صحیح مسلم: ۸۸)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا: کیا میں تمہیں بڑے گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ نہ بتا دوں؟ پھر آپؐ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کرنا۔ (راوی کہتے ہیں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے

Marfat.com

تھے، پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور اس بات کو دہراتے رہے، یہاں تک کہ ہم نے اپنے دل میں کہا کہ کاش آپؐ خاموش ہو جائیں۔'' (صحیح مسلم:۸۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اسے (بغیر تحقیق کئے) آگے نقل کر دے۔'' (صحیح مسلم:۵)

بعض لوگ رونقِ محفل بننے اور لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ گھڑتے ہیں یا بعض اوقات بچوں کو بہلانے کے لیے جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ دونوں بری عادتیں ہیں اور اس طرح کے جھوٹ بھی قابلِ مواخذہ ہیں۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل احادیث:

''بہز بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ نے میرے دادا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے کوئی بات کرتا ہے اور اس میں جھوٹ بولتا ہے۔ اس کے لیے ہلاکت ہے! اس کے لیے ہلاکت ہے!'' (جامع ترمذی:۲۳۱۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی لوگوں کو ہنسانے کے لیے ایک بات کرتا ہے، اس کی وجہ سے آسمان و زمین کے درمیانی فاصلہ سے زیادہ دور دوزخ میں جا گرتا ہے اور وہ اپنی زبان کے ساتھ اس قدر پھسلتا ہے جتنا اپنے قدم کے ساتھ نہیں پھسلتا۔'' (ضعیف جدًا: شعب الایمان للبیہقی: ۴۴۹۲۔ یحییٰ بن عبیداللہ متروک راوی ہے۔)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ بن عامر سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف فرما تھے کہ میری ماں نے مجھے بلایا اور کہا کہ ادھر آ، میں تجھے کوئی چیز دوں گی۔ اس پر حضورؐ نے پوچھا: تم نے اسے کیا دینے کا ارادہ کیا ہے؟ میری ماں نے عرض کیا: میں اسے ایک کھجور دوں گی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: اگر تو اسے کچھ نہ دیتی تو تیرے خلاف ایک جھوٹ لکھ لیا جاتا۔'' (سنن ابوداود:۴۹۹۱۔ شیخ شعیب الارناؤوط نے اسے حسن لغیرہ کہا ہے۔)

Marfat.com

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میری ایک سوکن ہے، اگر میں (اسے جلانے کی خاطر) میرا خاوند جو کچھ مجھے دیتا ہے، اسے بڑھا کر ظاہر کروں تو کیا مجھے گناہ ہوگا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: نہ دی ہوئی چیز کو ظاہر کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے جھوٹ کے دو کپڑے پہنے ہوں۔" (صحیح بخاری: ۵۲۱۹)

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ بن سُلَیم سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا میں اپنی بیوی سے جھوٹ بول سکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: جھوٹ میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ پھر اس شخص نے کہا: (اگر) میں اپنی بیوی سے وعدہ کروں اور اس سے کہوں میں تیرے لیے یہ کردوں گا وہ کردوں گا (تو اس کا کیا حکم ہے)۔ آپؐ نے فرمایا: اس میں تجھ پر کوئی گناہ نہیں ہے۔" (مرسل: مؤطا امام مالک: ۱۵)

جھوٹ بولنا نفاق کی علامت ہے۔ ملاحظہ ہو درج ذیل حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں (چاروں) پائی جائیں وہ خالص منافق ہے، اور جس میں ان چار خصلتوں میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (وہ چار خصلتیں یہ ہیں) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے، اور جب جھگڑا کرے تو بیہودہ گوئی کرے۔" (صحیح بخاری: ۳۴۔ صحیح مسلم: ۵۸)

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ بن اسید حضرمی سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس سے بڑھ کر کیا خیانت ہوگی کہ تم اپنے بھائی سے کچھ کہو اور وہ تم کو سچا سمجھ رہا ہو، حالانکہ تم کاذب ہو۔" (ضعیف: الادب المفرد: ۳۹۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص ایسا خواب بیان کرے جو اس نے نہیں دیکھا تو قیامت کے دن اس کو برابر تکلیف دی جاتی

Marfat.com

رہے گی کہ دو جو کے دانوں کے درمیان گرہ لگائے لیکن وہ کبھی گرہ نہ لگا سکے گا اور جو شخص لوگوں کی باتوں کی طرف کان لگاتا ہے جب کہ لوگ اس کو ناگوار سمجھتے ہیں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔'' (صحیح بخاری: ۷۰۴۲)

حضرت سَمُرہ بن جُندُب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو گُدی کے بل لیٹا ہوا تھا اور ایک دوسرا آدمی لوہے کا آنکڑا لیے اس کے پاس کھڑا تھا اور وہ اس کے جبڑے کو گُدی تک چیر دیتا تھا اور اس کی ناک اور آنکھ کو بھی گُدی تک چیر دیتا تھا۔ پھر دوسرے پہلو کی طرف جاتا تھا اور اس کے ساتھ بھی وہی طرزِ عمل اختیار کرتا تھا جو پہلے کے ساتھ کیا تھا۔ ابھی وہ اس پہلو سے فارغ نہیں ہوتا تھا کہ پہلا پہلو درست ہو جاتا تھا، پھر دوبارہ وہ اس کے ساتھ وہی عمل کرتا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ وہ آدمی ہے جو علی الصبح گھر سے نکلتا ہے، جھوٹ بولتا ہے اور اس کا جھوٹ ہر طرف پھیل جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری: ۱۳۸۶)

حضرت ابو امامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص (جھوٹی) قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارے تو اللہ اس کے لیے دوزخ واجب کر دیتا ہے اور جنت اس پر حرام کر دیتا ہے۔ ایک آدمی نے آپؐ سے دریافت کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اگرچہ معمولی چیز ہو؟ آپؐ نے فرمایا: اگرچہ پیلو کے درخت کی ایک لکڑی ہی کیوں نہ ہو۔'' (صحیح مسلم: ۱۷۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اس کی بدبو کی وجہ سے اس آدمی سے ایک میل دور چلے جاتے ہیں۔''

(ضعیف: جامع ترمذی: ۱۹۷۲۔ عبدالرحیم بن ہارون ضعیف راوی ہے۔)

کبھی دیانت اور سچائی مسلمان کی پہچان ہوا کرتی تھی لیکن اب تو معاملہ اس کے برعکس ہو گیا ہے، اب جھوٹ اور خیانت اس کی پہچان بن گئے ہیں۔ میرے ایک دوست نے مجھے ایک واقعہ سنایا جو ممکن ہے لطیفہ ہی ہو مگر ہماری حالت کی صحیح عکاسی کرتا ہے۔

Marfat.com

اس نے بتایا کہ ایک پاکستانی کسی فیکٹری میں کام کرتا تھا اور ایک انگریز کے گھر میں بطور کرایہ دار رہتا تھا۔ اس کی جو بھی ہفتہ وار بچت ہوتی وہ بستر کے گدے میں چھپا دیتا۔ ایک دن انگریز مالک مکان نے اسے گدے میں پیسے رکھتے ہوئے دیکھ لیا اور موقع پا کر جب اس نے گدے کی تلاشی لی تو اس میں سے اچھی خاصی رقم نکلی۔ انگریز نے وہ رقم چرا لی۔ پاکستانی نے جب انگریز سے پوچھا تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ پاکستانی نے پولیس کو شکایت کی، پولیس نے بہت کوشش کی لیکن انگریز سے کچھ نہ اگلوا سکی۔

کسی نے پاکستانی سے کہا کہ تم علاقے کے پادری کے پاس جاؤ، وہ پادری کے پاس چلا گیا اور اس سے اپنی داستان بیان کی۔ پادری اس انگریز سے ملا اور اسے گناہ وثواب پر بہت لیکچر دیا، لیکن انگریز ٹس سے مس نہ ہوا۔ پادری کو یقین تھا کہ پیسے انگریز نے چرائے ہیں لیکن یہ لالچ میں آ کر جھوٹ بول رہا ہے۔ اس نے ایک نفسیاتی حربہ آزمایا اور کہا کہ تم مسلمان کب سے ہو گئے ہو؟ یہ بات سن کر انگریز تڑپ اٹھا اور رقم لا کر پادری کے حوالے کر دی۔ گویا جھوٹا ہونا، مسلمان ہونے کے مترادف ہے۔

(پچاس کی دہائی میں جو پاکستانی برطانیہ گئے ان کی اکثریت ان پڑھ تھی، اور وہ بنک میں پیسے رکھنے کی بجائے تکیے کے نیچے ہی پیسے رکھنے کے عادی تھے۔ اس دور میں پاکستانیوں کے گھر بہت کم تھے اور اکثریت انگریزوں کے گھروں میں رہنے پر مجبور تھی)۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ”مومن ہر طرح کی خصلت پر پیدا کیا جاتا ہے لیکن خیانت اور جھوٹ پر پیدا نہیں کیا جاتا۔“ (ضعیف: مسند احمد: ۲۲۱۷۰۔ سند میں انقطاع ہے۔ نیز ابن ابی شیبہ نے کتاب الایمان: ۸۱ میں سند صحیح سے یہ روایت بیان کی ہے۔)

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ بن سلیم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ پوچھا گیا: کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ پوچھا گیا: کیا مومن کذاب ہو سکتا ہے؟ فرمایا: نہیں۔“ (ضعیف: شعب الایمان للبیہقی: ۴۴۷۲۔ مرسل روایت ہے۔)

Marfat.com

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھوں کو وہ چیز دکھلائے جس کو اس کی آنکھوں نے نہیں دیکھا۔'' (یعنی جھوٹا خواب بیان کرے)۔ (صحیح بخاری: ۷۰۴۳)

''حضرت سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص میری طرف سے کوئی حدیث بیان کرے جب کہ وہ اسے جھوٹ خیال کرتا ہے تو وہ جھوٹے لوگوں میں سے ایک جھوٹا آدمی ہے۔ (صحیح مسلم: ۱/۸)

نفاق

نفاق کے معنی ہیں ظاہر میں کچھ اور باطن میں کچھ، نفق زیر زمین سرنگ اور کسی جانور کے اس بل کو بھی کہتے ہیں جس سے نکلنے کے دو راستے ہوں، ایک راستہ تو ظاہر ہوتا ہے جس سے وہ داخل ہوتا ہے اور دوسرا پوشیدہ جس سے وہ خطرے کے وقت نکل جاتا ہے۔

منافق کو بھی منافق اسی لیے کہا جاتا کہ وہ ظاہر میں کچھ ہوتا ہے اور باطن میں کچھ اور، بظاہر تو مسلمان ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت اس کا اسلام پر یقین نہیں ہوتا، وہ زبان سے اسلامی عقائد پر ایمان کا اقرار تو کرتا ہے لیکن اس کا دل ان پر مطمئن نہیں ہوتا، یقین میں پختگی نہ ہونے کی وجہ سے اس کے عمل میں بھی کوتاہی ہوتی ہے، جہاں اسلام پر عمل کرنا آسان اور سود مند ہوتا ہے، عمل کر لیتا ہے، اور جہاں ذرا مشکل پیش آتی ہے وہاں اس کا عمل اس کے عقائد کا ساتھ نہیں دیتا۔ یقین سے محرومی کی وجہ سے منافق ہمیشہ دوغلا ہوتا ہے۔ مستقل اخلاقی قدروں پر عمل کی بجائے وہ جس طرف اپنا فائدہ دیکھتا ہے، اُدھر جھک پڑتا ہے۔ منافق کمزور اور بودے کردار کا حامل ہوتا ہے۔

نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ اعتقادی نفاق اور عملی نفاق۔ اعتقادی نفاق تو کفر سے بھی بدتر ہے۔ اعتقادی منافق نہ تو اسلامی عقائد پر یقین رکھتا ہے نہ اسلامی اقدار پر۔ کافر کا جرم تو یہ ہے کہ وہ ابدی حقائق مثلاً اللہ تبارک وتعالیٰ کی واحدانیت، رسولوں کی سچائی اور آخرت کی جزا وسزا کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے لیکن منافق اس کے ساتھ جھوٹ اور دھوکا دہی کے جرائم کا

Marfat.com

بھی ارتکاب کرتا ہے۔ اسی لیے اس کی سزا بھی کافر سے زیادہ سخت ہے جیسا کہ سورہ النساء کی اس آیت میں فرمایا گیا ہے:

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا ۟ۙ﴾ (النساء:۱۴۵)

"یقین جانو کہ منافق جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں جائیں گے اور تم کسی کو اُن کا مددگار نہ پاؤ گے"

بزعمِ خویش یہ لوگ اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں، بظاہر تو یہ مسلمان ہوتے ہیں لیکن ان کی ہمدردیاں اسلام کے دشمنوں کے ساتھ ہوتی ہیں، جہاں بھی ان کو موقع ملتا ہے اسلام اور اس کے پیروکاروں کو زک پہنچانے سے نہیں چوکتے۔ نفاق دل کی ایک بیماری ہے جس کی بنیاد جھوٹ اور فریب پر ہے۔ نفاق کی حقیقت جاننے کے لیے ملاحظہ ہوں سورہ البقرہ کی یہ آیات:

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ۘ۝۸ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ ؕ۝۹ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۢ ۙ۬ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ۝۱۰ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ ۙ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝۱۱ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ۝۱۲ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ۝۱۳ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۴ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ یَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۝۱۵ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ۝۱۶﴾ (البقرہ:۸۔۱۶)

"بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان

Marfat.com

لائے ہیں، حالانکہ در حقیقت وہ مومن نہیں ہیں۔(وہ سمجھتے ہیں کہ) وہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں، مگر دراصل وہ خود اپنے آپ ہی کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔(اصل کامیابی اور ناکامی تو آخرت کی کامیابی اور ناکامی ہے اور منافقین آخرت میں ناکام رہیں گے۔آج اگر وہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو یہ ان کی کامیابی نہیں بلکہ ناکامی ہے۔اپنی ناکامی کو وہ کامیابی سمجھ رہے ہیں لیکن انہیں اس کا شعور نہیں ہے)

ان کے دلوں میں (جھوٹ اور فریب کی) ایک بیماری ہے جسے اللہ نے اور زیادہ بڑھا دیا، اور جو جھوٹ وہ بولتے ہیں، اس کی پاداش میں ان کے لیے دردناک سزا ہے۔جب کبھی ان سے کہا گیا کہ زمین پر فساد برپا نہ کرو تو انہوں نے یہی کہا کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔(دنیا میں جو بھی فساد پھیلایا گیا ہے، اصلاح ہی کے نام سے پھیلایا گیا ہے، بڑے بڑے مفسدین مثلاً فرائڈ، کارل مارکس وغیرہ نے اپنے آپ کو مصلحین ہی کے روپ میں پیش کیا ہے اور بہت سے لوگ ان کو مصلحین ہی سمجھتے ہیں)

خبردار! حقیقت میں یہی لوگ مفسد ہیں مگر انہیں شعور نہیں ہے۔اور جب ان سے کہا گیا جس طرح دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں اسی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو انہوں نے یہی جواب دیا: ''کیا ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں؟'' (ایمان پر جم جانا اور اسلام کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے تیار ہو جانا جیسا کہ صحابہ کرام نے کیا، منافقین کی نظر میں بیوقوفی ہے)

خبردار! حقیقت میں تو یہ خود بیوقوف ہیں، مگر یہ جانتے نہیں ہیں۔جب یہ اہل ایمان سے ملتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور جب علیحدگی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ اصل میں تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ان لوگوں سے محض مذاق کر رہے ہیں۔(یہ لوگ اپنی دانست میں بڑے ہوشیار ہیں۔انہوں نے دونوں راستے کھلے رکھے ہوئے ہیں کہ حالات نے جس گروہ کا ساتھ دیا وہ اس کے ساتھ ہو جائیں گے)

Marfat.com

اللہ ان سے مذاق کر رہا ہے، وہ ان کی رسی دراز کیے جاتا ہے، اور یہ اپنی سرکشی میں اندھوں کی طرح بھٹکتے چلے جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی ہے، مگر یہ سودا ان کے لیے نفع بخش نہیں ہے اور یہ ہرگز صحیح راستے پر نہیں ہیں۔"

منافقین کے انجام کے بارے میں ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات:

﴿بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝١٣٨ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝١٣٩﴾ (النساء: ۱۳۸-۱۳۹)

"اور جو منافق اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق بناتے ہیں، انہیں یہ مژدہ سنا دو کہ اُن کے لیے دردناک سزا تیار ہے۔ کیا یہ لوگ عزت کی طلب میں اُن کے پاس جاتے ہیں؟ حالانکہ عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لیے ہے۔"

﴿اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۝١٤٠ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ڮ وَ اِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَ نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَ لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝١٤١ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَ اِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝١٤٢ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ڰ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝١٤٣﴾ (النساء: ۱۴۰-۱۴۳)

"یقین جانو کہ اللہ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں ایک جگہ جمع کرنے والا ہے۔ یہ منافق تمہارے معاملہ میں انتظار کر رہے ہیں (کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے) اگر اللہ کی طرف سے فتح تمہاری ہوئی تو آ کر کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اگر کافروں کا پلہ بھاری رہا تو اُن سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے

Marfat.com

خلاف لڑنے پر قادر نہ تھے اور پھر بھی ہم نے تم کو مسلمانوں سے بچایا؟ بس اللہ ہی تمہارے اور ان کے معاملہ کا فیصلہ قیامت کے روز کرے گا اور (اس فیصلہ میں) اللہ نے کافروں کے لیے مسلمانوں پر غالب آنے کی ہرگز کوئی سبیل نہیں رکھی ہے۔ یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں، حالانکہ درحقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ جب یہ نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر اٹھتے ہیں اور خدا کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔ کفر و ایمان کے درمیان ڈانواں ڈول ہیں، نہ پورے اِس طرف ہیں نہ پورے اُس طرف۔ جسے اللہ نے بھٹکا دیا ہو اس کے لیے تم کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔"

﴿اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۞ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۞﴾ (التوبہ:٦٧-٦٨)

"منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک دوسرے کے ہم رنگ ہیں، برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ خیر سے روکے رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا۔ یقیناً یہ منافق ہی فاسق ہیں۔ ان منافق مردوں اور عورتوں اور کافروں کے لیے اللہ نے آتش دوزخ کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہی ان کے لیے موزوں ہے۔ ان پر اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لیے قائم رہنے والا عذاب ہے۔"

درج بالا آیات اعتقادی نفاق کے بارے میں ہیں۔ عملی نفاق، اعتقادی نفاق سے کم درجہ کا نفاق ہے لیکن نتائج کے اعتبار سے یہ بھی بہت خطرناک ہے۔ اس کے حامل افراد

Marfat.com

اخلاق و کردار کے بودے اور ناقابلِ بھروسا لوگ ہوتے ہیں۔ دھوکا دہی، فریب اور جھوٹ ان کے کردار کے بنیادی عناصر ہیں۔ نفاق کی علامات بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص میں یہ چار علامات ہوں گی وہ پکا منافق ہے اور جس میں ان چار میں سے ایک بات ہوگی اس میں نفاق کی ایک بات ہے تاوقتیکہ اس کو چھوڑ نہ دے۔ (وہ چار باتیں یہ ہیں) جب امانت اس کے سپرد کی جائے تو خیانت کرے، اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، اور جب جھگڑا کرے تو بے ہودگی پر اتر آئے۔'' (صحیح بخاری: ۳۴۔ صحیح مسلم: ۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین علامات ہیں: ایک یہ کہ جس وقت گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، دوسرے یہ کہ جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور تیسرے یہ کہ جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے۔'' (سنن نسائی: ۵۰۲۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک بکری دو گلوں کے درمیان آ جائے، وہ کبھی تو ایک گلے میں جاتی ہے اور کبھی دوسرے میں اور وہ نہیں جانتی کہ کس کے ساتھ ہوں۔''

(سنن نسائی: ۵۰۳۷۔ صحیح مسلم: ۲۷۸۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین شخص وہ ہے جس کے دو منہ ہوں (یعنی جس میں دوغلا پن ہو، منہ پر تعریف کرے اور پیٹھ پیچھے برائی کرے، یہ نفاق کی نشانی ہے اور ایسا شخص منافق ہے)

(جامع ترمذی: ۲۰۲۵)

حضرت محمد بن زیدؒ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہم اپنے بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں تو ہم ان کے سامنے وہ باتیں

Marfat.com

نہیں کہتے جوان کے ہاں سے واپس آ کر کہتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس طریق کو ہم نبی ﷺ کے زمانے میں نفاق سمجھتے تھے۔''

صحابہ کرام نفاق کے معاملہ میں بڑے حساس تھے، انہیں یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں ہم منافق تو نہیں۔ ابن ابی ملیکہؒ کا شمار بڑے تابعین میں ہوتا ہے، عشرہ مبشرہ اور دوسرے جلیل القدر صحابہ سے ان کی ملاقات ہوئی ہے۔ وہ کہتے ہیں: ''میں نے تیس صحابہ کو پایا وہ سب کے سب اپنے متعلق نفاق سے ڈرتے تھے۔'' (صحیح بخاری: قبل: ۴۸)

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں نفاق کے متعلق حضرت حسن بصریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

''اس سے صرف مومن ڈرتا ہے اور منافق ہی بے خوف ہوتا ہے۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو رازدانِ رسول ﷺ کہا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو منافقین کے بارے میں آگاہ کر رکھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے پوچھا کرتے تھے کہ کہیں ان کا نام بھی منافقین کی فہرست میں تو نہیں؟ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ ہستی ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر (رضی اللہ عنہ) جب شیطان تمہیں دیکھ لیتا ہے تو اس راستے سے کترا کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے جس پر تم چلتے ہو۔''

(صحیح البخاری: ۳۶۸۳)

صحابہ کرام کو نفاق کا کس قدر خوف تھا، اس کا اندازہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے بھی ہوتا ہے۔ یہ وہ صحابی ہیں جن کو ان کی شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا تھا، اسی لیے ان کو غسیل الملائکہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میری ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے پوچھا: حنظلہ! کیسے ہو؟ میں نے کہا: حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا: سبحان اللہ! کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں اور آپؐ ہمارے سامنے دوزخ اور جنت کا ذکر کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اور جب ہم آپؐ کے پاس سے نکل

Marfat.com

جاتے ہیں اور اپنی بیویوں، اولاد اور زمینوں وغیرہ کے معاملات میں مصروف ہو جاتے ہیں تو بہت ساری چیزوں کو بھول جاتے ہیں۔ (یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا) اللہ کی قسم ہمارے ساتھ بھی اسی طرح کا معاملہ پیش آتا ہے۔

حنظلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور میں نے کہا: حنظلہ منافق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا کہہ رہے ہو؟ پھر میں (حنظلہ) نے وہی بات بتائی جو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو بتائی تھی۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم ہمیشہ اسی کیفیت میں رہو جس میں میرے پاس ہوتے ہو اور ذکر میں مشغول رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور راستوں میں تم سے مصافحہ کریں۔ لیکن اے حنظلہ! یہ تو وقت وقت کی بات ہے۔ (یعنی ہمیشہ ایک جیسی کیفیت تو نہیں رہتی، دل کی جو کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں ہوسکتی ہے وہ اور کہیں کیسے ہوسکتی ہے؟) یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ دہرائی۔'' (صحیح مسلم: ۲۷۵۰)

صحابہ کرام کو اپنے ایمان کی فکر تھی اس لیے وہ سچے مومن ہونے کے باوجود بھی اس کے بارے میں فکر مند رہتے تھے، اور ایک آج کا مسلمان ہے کہ نفاق کی ساری علامات رکھنے کے باوجود بھی ایمان کے بارے میں کبھی فکر مند نہیں ہوتا۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے، ہمیں اپنے ایمان کی فکر نصیب فرمائے اور ایمان پر ہمارا خاتمہ کرے۔ آمین، ثم آمین۔

ریاء

ریاء کے معنی ہیں دکھاوا، ظاہر داری، دورنگی، ریاء بھی منافقت کی ایک قسم ہے۔ ریاکار نیکی کے جو کام بھی کرتا ہے اس میں اللہ کی خوشنودی کم اور دکھاوا زیادہ ہوتا ہے یا اللہ کی خوشنودی کے ساتھ ساتھ دکھاوا بھی شامل ہوتا ہے، اسی لیے ریاء کو شرکِ خفی بھی کہا گیا ہے۔

یہ نہایت ہی خطرناک مرض ہے جس کا شکار اکثر نیکوکار لوگ ہی ہوتے ہیں۔ یہ ایسا مرض ہے جو نیک اعمال کو ضائع کر دیتا ہے اور بعض اوقات تو انسان کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ اس کے اعمال ضائع ہو رہے ہیں۔

Marfat.com

ریاء کے سلسلہ میں انسان کو بہت ہی حساس اور ہوشمند ہونے کی ضرورت ہے، ورنہ یہ شیطان کا وہ حربہ ہے جو کم ہی خطاء ہوتا ہے۔ اس مرض کے لاحق ہونے کا خدشہ اس لیے بھی زیادہ ہے کہ خود پسندی، دوسروں سے اپنی تعریف سننا اور دوسروں کی نظر میں اچھا ہونا انسان کی فطرت میں شامل ہے، اس لیے بعض اوقات وہ نیکی یا اچھائی کے ایسے کام بھی کرتا ہے جن کا مقصد دوسروں کو متاثر کرنا یا ان کی نظر میں اچھا بننا ہوتا ہے۔ بظاہر یہ بڑا معصوم سا جذبہ ہے لیکن نتائج کے اعتبار سے نہایت مہلک ہے، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نہایت ہی غیور ہے اور وہ کسی ایسے عمل کو قبول نہیں کرتا جس میں اس کی خوشنودی کے جذبے کے علاوہ کوئی دوسرا جذبہ بھی شامل ہو۔ ملاحظہ ہوں رسول اللہ ﷺ کے یہ ارشادات:

''حضرت ابی سعید بن فضالہ سے مروی ہے، کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، اللہ سب لوگوں کو جمع کر لے گا تو ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا، جس کسی نے اللہ کے لیے کیے گئے کسی عمل میں کسی دوسرے کو شریک کیا، وہ اس کا اجر اسی غیر اللہ سے طلب کرے (جس کو اس نے اس فعل میں شریک کیا تھا) بے شک اللہ تمام شرکاء سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہے۔'' (مسند احمد: ۱۵۸۳۸)

ذرا تصور کیجئے کہ جس دن ہر شخص بشمول انبیاء و اولیاء کے نفسی نفسی پکار رہا ہوگا، اور جس دن ہر کسی کو صرف اپنی ہی فکر ہو گی، اور جس دن کسی کو بغیر اجازت لب کشائی کی جرات نہ ہو گی۔ اس دن کون ہے جو کسی کے اعمال کا بدلہ دے سکے؟

ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا:

''حضرت ابی موسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری سے مروی ہے، کہ نبی ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنی بہادری (کی دھاک بٹھانے) کے لیے لڑتا ہے، اور جو (خاندانی) تعصب کے لیے لڑتا ہے، اور جو دکھاوے کے لیے لڑتا ہے، ان میں سے کونسا اللہ کی راہ میں (شمار) ہو گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا۔

Marfat.com

صرف اسی شخص کا جہاد اللہ کی راہ میں شمار ہوگا، جو صرف اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جہاد کرتا ہے۔" (صحیح بخاری: ۱۲۳۔ صحیح مسلم: ۱۹۰۴)

ایک اور شخص کے سوال کرنے پر نبی ﷺ نے فرمایا:

"حضرت ابی اُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ جو شخص اجر اور شہرت کے حصول کے لیے جہاد کرتا ہے، اس کے بارے میں کیا فرمان ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا، اس کے لیے کچھ بھی نہیں۔ آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا، اس کے لیے کچھ نہیں (کوئی اجر نہیں)۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ کسی ایسے عمل کو قبول نہیں کرتا، جو صرف اور صرف اس کی خوشنودی کے لیے نہ کیا گیا ہو۔" (سنن نسائی: ۳۱۴۰)

ان احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کے ہاں صرف وہی عمل مقبول ہے، جو خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے اور جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی کے سوا کوئی دوسرا جذبہ کارفرما نہ ہو۔ اگر کسی فعل میں اللہ کی رضا کے حصول کے ساتھ ساتھ کسی اور کی خوشنودی یا کسی اور جذبے کی تسکین بھی شامل ہو جائے، تو وہ عمل اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں وہ حدیث بھی بڑی سبق آموز ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے جن تین افراد کو جہنم میں جھونکا جائے گا ان میں سے ایک شہید ہے، دوسرا عالم دین ہے، اور تیسرا سخی ہے۔ یہ تینوں کام اللہ کے ہاں بڑے پسندیدہ اور اعلیٰ مرتبہ کے کام ہیں۔ قرآن وحدیث میں ان کی بڑی تعریف کی گئی ہے۔ ان اعمال کے حامل افراد کو محض اس لیے جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا، کہ یہ اعمال انہوں نے صرف اللہ کی رضا کے لیے نہیں کیے تھے، بلکہ ان میں نام ونمود کا جذبہ بھی شامل ہو گیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ خطرناک چیز جس کا میں تمہارے بارے

Marfat.com

میں خطرہ محسوس کرتا ہوں وہ چھوٹا شرک ہے۔ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! چھوٹا شرک کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ دکھاوا ہے۔ اللہ عزوجل قیامت کے دن جب بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیں گے تو فرمائیں گے: جن کو دکھانے کے لیے تم نے عمل کیے تھے، ان کے پاس جاؤ، پھر دیکھو، کیا وہاں تمہیں کوئی صلہ ملتا ہے؟'' (حسن: مسند احمد: ۲۳۶۳۰)

یہاں رک کر ہمیں بھی اپنے اعمال کا اور خصوصاً اپنی نیتوں کا جائزہ لینا چاہیے کہ کہیں ہمارے اعمال اکارت تو نہیں جا رہے؟ یہ نہ ہو کہ اللہ کے ہاں پہنچیں تو پتہ چلے کہ ہمارا دامن تو خالی ہے۔ جو کچھ ہم نے کیا وہ تو محض دکھاوا تھا یا رسم و رواج کی پابندی تھی، اللہ بزرگ و برتر کی خوشنودی کا تو کہیں گزر ہی نہیں تھا۔ اس سلسلہ میں ہمیں ہمیشہ اپنی نیت اور جذبات کو ٹٹولتے رہنا چاہیے اور ساتھ ساتھ اللہ سے دعا بھی کرتے رہنا چاہیے کہ وہ ہماری نیتوں کو خالص کر دے۔ اس کے حکم کے بغیر پتا بھی نہیں ہل سکتا اور دلوں کے بارے میں تو نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ دل رحمان کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، جس طرف چاہتا ہے موڑ دیتا ہے۔ نبی ﷺ خود بھی ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتے تھے: ''اے اللہ مجھے اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔''

درج بالا احادیث سے یہ بات واضح ہے کہ انسان کے وہ اعمال جو دکھاوے کے لیے کیے جائیں یا جن میں اللہ کی خوشنودی کے علاوہ کوئی اور غرض شامل ہو، شرک ہی کے زمرے میں آتے ہیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

> ''حضرت شدّاد بن اوس سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جس نے دکھاوے کے لیے نماز پڑھی، اس نے شرک کیا۔ جس نے دکھاوے کے لیے روزہ رکھا، اس نے شرک کیا۔ اور جس نے دکھاوے کے لیے صدقہ کیا، اس نے شرک کیا۔'' (حسن: مسند احمد: ۱۷۱۴۰۔ نیز شعیب الارناؤوط نے شہر بن حوشب کی وجہ سے اسے ضعیف کہا ہے۔)

ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے ریاء کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

Marfat.com

''حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کا ہم پر گزر ہوا اور ہم مسیح الدجال کا ذکر کر رہے تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس فتنہ سے آگاہ نہ کروں جو میرے نزدیک تمہارے لیے مسیح الدجال کے فتنے سے بھی زیادہ خوفناک ہے؟ ہم نے عرض کیا، کیوں نہیں یا رسولؐ اللہ! نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شرکِ خفی (یعنی ریاء) ہے، کہ کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہو، اور وہ اس لیے اپنی نماز لمبی کر لے کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔'' (حسن: سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۴)

دجال کا فتنہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ ہر نبی (علیہ السلام) نے اپنی امت کو اس سے آگاہ کیا اور اس سے پناہ مانگی ہے۔ نبی ﷺ نے خود بھی اس سے پناہ مانگی اور امت کو بھی اس سے پناہ مانگنے کی تلقین کی ہے۔ ذرا سوچیے کہ جس فتنہ کو آپ ﷺ نے فتنۂ دجال سے بھی زیادہ خطرناک قرار دیا ہو اس کی سنگینی کا کیا عالم ہو گا۔ نبی ﷺ نے ریاء کاری کو امت کے لیے سب سے بڑا خطرہ اس لیے قرار دیا کہ بظاہر تو انسان کا عمل اچھا ہی نظر آتا ہے بس نیت کے ذرا سے فتور سے وہی اچھا عمل اس کے لیے باعثِ وبال بن جاتا ہے اور یہ نیت کا فتور اکثر اس قدر مخفی ہوتا ہے کہ شکار خود بھی محسوس نہیں کرتا کہ وہ گھائل ہو چکا ہے۔

اس لیے جب بھی کوئی نیک عمل کریں تو اپنے احساسات وجذبات کا ضرور جائزہ لیں کہ اس کام کا محرک اللہ کی رضا کے علاوہ یا اس کے ساتھ کوئی دوسرا جذبہ تو نہیں، اگر صرف اللہ کی رضا مقصود ہو تو اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس نے اخلاصِ نیت کی توفیق بخشی اور اگر اللہ کی رضا کے سوا کچھ دوسرے محرکات بھی ہیں تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگیے۔ یہ یاد رکھیے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی آپ کے اعمال کا اجر نہیں دے سکتا، یہ تصور کیجیے کہ آپ میدانِ محشر میں ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ فرما رہے ہیں کہ تم نے میرے لیے تو کچھ کیا ہی نہیں، اب مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ یہ بات پلو سے باندھ لیجیے، کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

ریاء کاری کا شکار عموماً نیک لوگ ہی ہوتے ہیں۔ شیطان آپ کے اعمال کو چرانے کے لیے ہر وقت گھات میں ہے۔ چوری وہیں ہوتی ہے، جہاں مال ہوتا ہے۔ اسی لیے قرآن

Marfat.com

وحدیث میں اس فعل کی سنگینی کو واضح کر دیا گیا ہے تا کہ لوگ اس کی تباہ کاریوں سے بچ سکیں۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰىۙ كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ﴾ (البقرہ: ۲۶۴)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر ضائع نہ کرو، اس شخص کی طرح جو محض لوگوں کو دکھانے کے لیے مال خرچ کرتا ہے، اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ ہی آخرت پر۔''

اس آیت سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ کسی کی مالی امداد کرنے کے بعد اس پر احسان جتا کر اسے تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ اگر ایسا کیا گیا تو آپ کا صدقہ ضائع ہو گیا۔ اس صدقے کا اللہ کے ہاں کوئی اجر نہیں۔ اور دوسری بات یہ کہ لوگوں کو دکھانے کے لیے مال خرچ کرنا، اللہ اور آخرت پر ایمان نہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں، ان کا اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں ہے۔

اگر غور کیا جائے تو یہ واقعی صحیح ہے۔ انسان آج جو کچھ بھی کر رہا ہے، کل قیامت کے دن اس کا پورا پورا بدلہ اسے دیا جائے گا، اور یہ بدلہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی اسے دیں گے۔ اگر انسان کا اس بات پر کامل ایمان ہو، تو دکھاوے اور ریاکاری کی گنجائش ہی کہاں رہتی ہے، خصوصاً جبکہ انسان کو یہ بھی معلوم ہو کہ اللہ کی خوشنودی کے سوا کسی دوسرے جذبے سے کیا گیا عمل اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہو گا، اور کل قیامت کے دن ایسا عمل نہ صرف بے ثمر رہے گا، بلکہ الٹا باعث وبال بھی ہو گا۔ بھلا کون ایسا احمق ہو گا، جو مال خرچ کر کے اپنے لیے مصیبت مول لے۔ جس شخص کا اللہ اور آخرت پر ایمان ہو، وہ تو ایسا نہیں کر سکتا۔ البتہ جس شخص کا اللہ اور آخرت پر ایمان نہ ہو، وہ ضرور یہ چاہے گا کہ اس کے خرچ کیے ہوئے مال کا صلہ اسے دنیا ہی میں مل جائے۔ اور کچھ نہیں تو کم از کم تعریف ہی ہو جائے۔

ریاءکاری کی مذمت کرتے ہوئے سورہ الماعون میں فرمایا:

Marfat.com

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝﴾ (الماعون: ۴۔۶)

''پھر تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں، جو ریا کاری کرتے ہیں۔''

وَیل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے، اور وَیل کے معنی تباہی اور بربادی بھی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا، کہ جو لوگ اپنی نمازوں میں تساہل سے کام لیتے ہیں اور دکھاوے کی نمازیں پڑھتے ہیں، قیامت کے دن تباہی اور بربادی ان کا مقدر ہوگی اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

ریاء کاری کی تباہ کاری کو سمجھنے کے لیے نبی ﷺ کی اس حدیث پر غور کیجئے:

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جُب الحُزن سے اللہ کی پناہ مانگو! صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! جُب الحُزن کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جہنم کی ایک وادی ہے جس سے جہنم بھی ہر روز چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔

پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول! اس میں کون لوگ داخل ہوں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسے قُرّا حضرات جو اپنے اعمال میں ریا کاری کرتے ہیں۔'' (ضعیف: جامع ترمذی: ۲۳۸۳۔ عمار بن سیف ضعیف الحدیث ہے۔)

اس حدیث سے ریا کاری کے گھناؤنے پن کا اندازہ ہوتا ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی برا ٹھکانہ ہو سکتا ہے جس سے خود جہنم بھی دن میں چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہو؟ ہر صاحب شعور انسان کو اس سے بچنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا بھی کرنے چاہی کہ وہ ہمیں ریا کاری سے محفوظ رکھے۔

Marfat.com

ظلم

ظلم کے معنی ہیں بے رحمی، زیادتی، ناانصافی، بے اعتدالی، کمزور کو دبانا اور ستانا۔ حق دار کو اس کا حق نہ دینا۔ شرک کو سب سے بڑا ظلم اسی لیے کہا گیا ہے کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حق میں زیادتی اور ناانصافی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ جو لوگ شرک کرتے ہیں وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حق تلفی کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو سورہ لقمان کی یہ آیت:

﴿وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾﴾ (لقمان:۱۳)

''یاد کرو جب لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہا تھا تو اس نے کہا: بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، حق یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

ظلم اچھے کردار کے منافی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ فعل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ شرک کی حکومت برداشت کر لیتا ہے لیکن ظلم کی حکومت برداشت نہیں کرتا۔ ایک اچھا مسلمان کبھی ظالم نہیں ہو سکتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾﴾ (البقرہ:۲۷۹)

''نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔''

اور سورہ البقرہ ہی کی آیت ۲۵۴ میں فرمایا:

﴿وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾﴾ (البقرہ:۲۵۴)

''اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔''

سورہ النساء میں فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَ يُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾﴾ (النساء:۴۰)

Marfat.com

''اللہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اگر کوئی ایک نیکی کرے تو اللہ اُسے دو چند کرتا ہے اور پھر اپنی طرف سے بڑا اجر عطا فرماتا ہے۔''

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ ظَلَمُوۡا لَمۡ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغۡفِرَ لَہُمۡ وَ لَا لِیَہۡدِیَہُمۡ طَرِیۡقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِیۡقَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ وَ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرًا ﴿۱۶۹﴾﴾ (النساء: ۱۶۸ ـ ۱۶۹)

''اِس طرح جن لوگوں نے کفر و بغاوت کا طریقہ اختیار کیا اور ظلم وستم پر اتر آئے، اللہ ان کو ہرگز معاف نہ کرے گا اور انہیں کوئی راستہ، بجز جہنم کے راستہ کے نہ دکھائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔''

﴿فَقُطِعَ دَابِرُ الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا ؕ وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۴۵﴾﴾ (الانعام: ۴۵)

''اس طرح ان لوگوں کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی جنھوں نے ظلم کیا تھا اور تعریف ہے اللہ رب العالمین کے لیے (کہ اس نے ان کی جڑ کاٹ دی)۔''

سورہ یونس میں فرمایا کہ ظالموں کی سزا ابدی جہنم ہے:

﴿ثُمَّ قِیۡلَ لِلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡخُلۡدِ ۚ ہَلۡ تُجۡزَوۡنَ اِلَّا بِمَا کُنۡتُمۡ تَکۡسِبُوۡنَ ﴿۵۲﴾﴾ (یونس: ۵۲)

''پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب ہمیشہ کے عذاب کا مزا چکھو، جو کچھ تم کماتے رہے ہو اس کی پاداش کے سوا اور کیا بدلہ تم کو دیا جا سکتا ہے؟''

﴿وَ لَا تَرۡکَنُوۡۤا اِلَی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ ۙ وَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مِنۡ اَوۡلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾﴾ (ھود: ۱۱۳)

''ظالموں کی طرف ذرا نہ جھکنا، ورنہ جہنم کی لپیٹ میں آ جاؤ گے اور تمہیں کوئی ایسا ولی وسرپرست نہ ملے گا جو خدا سے تمہیں بچا سکے، اور کہیں سے تم کو مدد نہ

Marfat.com

پہنچے گی۔"

اور سورہ الفرقان میں فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ۝۱۹﴾ (الفرقان: ۱۹)

"اور تم میں سے جو بھی ظلم کرے گا اسے ہم سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔"

اور سورہ الحج میں فرمایا کہ قیامت کے روز ظالموں کو کہیں سے مدد نہیں ملے گی۔

﴿وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝۷۱﴾ (الحج: ۷۱)

"اِن ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے۔"

سورہ الروم میں فرمایا:

﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝۵۷﴾

(الروم: ۵۷)

"پس وہ دن ہوگا جس میں ظالموں کو ان کی معذرت کوئی نفع نہ دے گی اور نہ ان سے معافی مانگنے کے لیے کہا جائے گا۔"

سورہ المومن میں فرمایا:

﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۗ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ۝۱۸ؕ﴾ (المومن: ۱۸)

"اے نبیؐ، ڈرا دو اِن لوگوں کو اُس دن سے جو قریب آ لگا ہے، جب کلیجے منہ کو آ رہے ہوں گے اور لوگ چپ چاپ غم کے گھونٹ پیے کھڑے ہونگے۔ ظالموں کا نہ کوئی مشفق دوست ہوگا اور نہ کوئی شفیع جس کی بات مانی جائے۔"

﴿اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝۴۵ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۝۴۶ؕ﴾

(الشوریٰ: ۴۵۔۴۶)

"خبردار رہو، ظالم لوگ مستقل عذاب میں ہوں گے، اور ان کے کوئی حامی و

Marfat.com

سرپرست نہ ہوں گے جو اللہ کے مقابلے میں ان کی مدد کو آئیں۔ جسے اللہ گمراہی میں پھینک دے، اس کے لیے بچاؤ کی کوئی سبیل نہیں۔"

ان آیات سے یہ بات واضح ہے کہ ظالموں کے لیے آخرت میں دردناک اور دائمی عذاب ہے، وہاں ان کا کوئی حامی اور مددگار نہ ہوگا اور نہ ہی انہیں عذاب سے نجات ملے گی۔ ظلم کی ممانعت کے بارے میں ملاحظہ ہوں رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل ارشادات:

"حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندو! میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام کیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام قرار دیا ہے، پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔" (صحیح مسلم: ۲۵۷۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے روز تاریکی کا باعث ہوگا، اور بخیلی سے بچو کیونکہ بخیلی نے ہی تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا۔ انہیں اس بات پر ابھارا کہ وہ لوگوں کا خون بہائیں اور محارم کو اپنے لیے حلال بنالیں۔" (صحیح مسلم: ۲۵۷۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ظلم سے بچو! ظلم قیامت کے روز تاریکیوں کا باعث ہوگا۔" (صحیح مسلم: ۲۵۷۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ظلم مت کرو! (اگر تم ایسا کرو گے تو) تم دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی، تم پانی مانگو گے تو تمہیں پانی نہیں دیا جائے گا (یعنی بارش کی دعا کرو گے تو قبول نہیں ہوگی)۔ اور تم مدد مانگو گے تو تمہاری مدد نہیں کی جائے گی" (یعنی اللہ کی طرف سے تمہاری کسی قسم کی تائید نہیں کی جائے گی)

(الترغیب والترہیب: ۳۳۶۰۔ یہ روایت بغیر سند کے مروی ہے۔)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''مظلوم کی دعا سے بچو! کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔'' (صحیح بخاری: ۲۴۴۸۔ صحیح مسلم: ۱۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''مظلوم کی بددعا سے بچ، اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حق والے سے اس کا حق نہیں روکتا۔ (ضعیف: شعب الایمان: ۷۰۶۱۔ صالح بن حسان راوی متروک ہے۔)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''مظلوم کی دعا سے بچو! بے شک، یہ آسمان کی طرف اس طرح چڑھتی ہے گویا ایک چنگاری ہے۔'' (مستدرک حاکم: ۸۱۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ دیکھیے: سلسلۃ الصحیحہ: ۸۷۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مظلوم کی دعا قبول کی گئی ہے، اگرچہ گناہ گار ہی کیوں نہ ہو اور اس کے گناہ کا وبال اس کے نفس پر ہے'' (ضعیف: مسند احمد: ۸۷۹۵۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھیے: سلسلۃ الصحیحہ: ۲/۳۹۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''اللہ تبارک و تعالیٰ اور مظلوم کی دعا کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے خواہ وہ (مظلوم) کافر ہی کیوں نہ ہو۔''

(ضعیف: مسند احمد: ۱۲۵۴۹۔ ابو عبداللہ الاسدی راوی مجہول ہے۔)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے، جب اس کو پکڑے گا تو اس کو نہیں چھوڑے گا۔'' (صحیح بخاری: ۴۶۸۶۔ صحیح مسلم: ۲۵۸۳)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک، قیامت کے دن جہنمیوں میں سے سب سے سخت عذاب اس شخص کو دیا جائے گا جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا جس کو کسی نبی نے قتل کیا، اور ظالم حکمران کو۔'' (ضعیف: معجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۵۱۵۔ لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔ تفصیل دیکھیے: سلسلۃ الضعیفہ: ۱۱۵۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص دس

Marfat.com

آدمیوں کا امیر بنا اسے قیامت کے دن طوق ڈال کر لایا جائے گا، اسے کوئی چیز نہیں چھڑا سکے گی سوائے اس کے کیے ہوئے عدل کے۔" (مسند احمد: ۲۲۴۵۶ـ عن سعد بن عبادۃ)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ "اس کا عدل اسے چھڑا لے گا یا اس کا ظلم اسے ہلاک کر دے گا۔" (مسند احمد: ۹۵۷۳)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اپنے اس حجرہ میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: اے اللہ! جو شخص میری امت کے معاملات کا حاکم بنا اور اس نے ان پر مشقتوں کو لادا تو تُو بھی اس پر مشقتیں نازل فرما، اور جو شخص میری امت کے امور کا والی بنا اور اس نے ان کے ساتھ ملاطفت اختیار کی تُو بھی اس کے ساتھ نرمی فرما۔" (صحیح مسلم: ۱۸۲۸)

حضرت عائذ بن عمرو سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: بدترین حاکم وہ ہیں جو رعایا پر سختیاں کرتے ہیں۔" (صحیح مسلم: ۱۸۳۰)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں دو قسمیں ایسی ہیں جنہیں ہرگز میری شفاعت نہیں پہنچے گی: ظالم و غاصب حکمران، اور ہر خائن اور دین سے نکل جانے والا شخص۔" (معجم الکبیر للطبرانی: ۸۰۷۹ـ سلسلۃ الصحیحۃ: ۴۷۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تین بندے ایسے ہیں جن کی دعا رد نہیں کی جاتی: روزہ دار کی دعا حتیٰ کہ وہ روزہ افطار کر لے، عادل حکمران کی دعا، اور مظلوم کی دعا، اللہ تعالیٰ اسے بادلوں کے اوپر اٹھاتے ہیں اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ میری عزت کی قسم! میں ضرور تمہاری مدد کروں گا اگرچہ کچھ مدت کے بعد ہی۔" (حسن: جامع ترمذی: ۳۵۹۸ـ سنن ابن ماجہ: ۱۷۵۲)

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ تین دعائیں ایسی ہیں جن کی قبولیت میں کوئی شک نہیں:

"مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا، اور والد کی دعا اپنی اولاد کے لیے۔"

(حسن: جامع ترمذی: ۳۴۴۸)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے کسی مسلمان بھائی پر ظلم کیا ہو اس کی عزت یا کسی اور چیز کے سلسلہ میں، تو اسے چاہیے کہ آج ہی اس سے معافی مانگ لے، اس سے پہلے کہ اس کے پاس دینار رہیں نہ درہم۔ اگر اس کے پاس نیک اعمال ہوں گے تو اس کے ظلم کے مطابق اس سے نیکیاں لے کر مظلوم کو دے دی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس کے کھاتے میں ڈال دی جائیں گی۔'' (صحیح بخاری: ۶۵۳۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کرام) سے فرمایا:

''کیا تم لوگ جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہم مفلس اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس درہم و دینار نہ ہوں اور نہ ہی کوئی سامان ہو۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا، اور اس حال میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کو تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کو قتل کیا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، ان کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی۔ اگر اس کے ذمے لوگوں کے حقوق پورے ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔''

(صحیح مسلم: ۲۵۸۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے روز حق داروں کو ان کے حق دیئے جائیں گے، یہاں تک کہ بے سینگ بکری سینگ والی بکری سے بدلہ لے گی۔'' (صحیح مسلم: ۲۵۸۲)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''موقع پرست نہ بنو اور یہ نہ کہو کہ اگر لوگ نیکی کریں گے تو ہم بھی نیکی کریں گے

Marfat.com

اور اگر وہ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے، بلکہ اس بات کی عادت ڈالو کہ اگر لوگ نیکی کریں تو تم بھی نیکی کرو اور اگر وہ برائی کریں تو تم ظلم نہ کرو۔"

(ضعیف: جامع ترمذی: ۲۰۰۷)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص ایک بالشت زمین ظلم کے ساتھ (ناحق) لیتا ہے۔ (قیامت کے روز) اس کو سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔" (صحیح بخاری: ۳۱۹۸۔ صحیح مسلم: ۱۶۱۰)

حضرت اوس بن شُرحَبیل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص کسی ظالم کے ساتھ چلا، تاکہ اس کی تائید کرے اور وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے، تو وہ شخص اسلام سے نکل گیا۔" (ضعیف: شعب الایمان: ۷۶۷۵۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۷۵۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو کوئی اپنے بھائی کی طرف لوہے سے اشارہ کرے تو بے شک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس سے باز آجائے اور اگرچہ وہ اس کا سگا بھائی ہو۔" (صحیح مسلم: ۲۶۱۶)

رشوت خوری

رشوت خوری بھی بددیانتی کی ایک گھناؤنی قسم اور سنگین اخلاقی جرم ہے۔ اس کے نتیجے میں حق کمزور ہوتا ہے اور باطل قوی۔ حقداروں کے حقوق چھن جاتے ہیں اور ایسے لوگوں کو مل جاتے ہیں جو حقدار نہیں ہوتے۔ جس معاشرے میں رشوت پھیل جاتی ہے اس میں شریف آدمی کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ اگر رشوت دے تو اللہ کا مجرم، نہ دے تو اپنے جائز حق سے بھی محروم۔ غاصب، چور اور لٹیرے دندناتے پھرتے ہیں اور شریف لوگ خوف کی حالت میں جی رہے ہوتے ہیں۔ اسی لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سختی سے منع فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات واحادیث:

Marfat.com

﴿وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ (البقرہ:۱۸۸)

''اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقہ سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لیے پیش کرو (یعنی حاکموں کو رشوت کے طور پر پیش کرو) کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے۔'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ حاکموں کو رشوت دے کر ناجائز فائدے اٹھانے کی کوشش نہ کرو۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴾ (النساء:۲۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، لین دین ہونا چاہیے آپس کی رضامندی سے، اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ یقین مانو کہ اللہ تمہارے اوپر مہربان ہے۔''

اپنے آپ کو قتل کرنے سے مراد ناجائز طریقے سے دوسروں کا مال کھا کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کسی فیصلے میں رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔''

(مسند احمد: ۹۰۲۳)

''حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے (دونوں) پر لعنت فرمائی ہے۔''

(جامع ترمذی: ۱۳۳۷)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

"جسے ہم کسی کام پر والی بنائیں اور ہم اسے اس کا مقررہ معاوضہ بھی دیں تو اس کے بعد جو کچھ بھی وہ لے گا، وہ خیانت (رشوت) ہوگی۔" (سنن ابوداود: ۲۹۴۳)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

"جو شخص اپنے بھائی کی سفارش کرے، پھر اس پر وہ اسے ہدیہ دے اور وہ اسے قبول کر لے تو وہ سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے میں داخل ہوا۔ (یعنی اس کا یہ فعل رشوت شمار ہوگا)۔" (سنن ابوداود: ۳۵۴۱۔ عبداللہ بن وہب مدلس عنعنہ بیان کر رہا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے: صحیح جامع الصغیر: ۲۱۳۱۔)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (والی بنا کر یمن کی طرف بھیجا)۔ پھر جب میں چل پڑا تو میرے پیچھے ایک آدمی بھیجا، لہٰذا میں لوٹ کر آیا تو آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارے پیچھے آدمی کیوں بھیجا؟ (پھر) فرمایا: میری اجازت کے بغیر تم ہرگز کوئی شے (تحفے میں) نہ لینا، کیونکہ یہ خیانت ہے اور جو خیانت کرے گا تو وہ قیامت کے دن اس شے کو جس کے معاملے میں اس نے خیانت کی ہوگی، ساتھ لے کر آئے گا۔ یہی کہنے کے لیے میں نے تمہیں بلایا تھا۔ (اب) اپنے کام پر جاؤ۔" (ضعیف: جامع ترمذی: ۱۳۳۵ داود بن یزید الاودی راوی ضعیف ہے۔)

حضرت ابوحُمید ساعدی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اللُتبیہ نامی ایک شخص کو قبیلہ بنوسلیم کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل بنا کر بھیجا۔ پھر جب وہ واپس آیا تو حضورؐ کو حساب دیا اور کہا کہ یہ آپ لوگوں کا مال ہے اور یہ (میرا) تحفہ ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو سچا ہے تو اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا کہ تیرا ہدیہ تیرے پاس آتا۔ پھر حضورؐ نے ہمیں خطبہ دیا۔ آپؐ نے اللہ کی تعریف اور اس کی ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا: بے شک میں تم لوگوں میں سے کسی شخص کو ان کاموں میں سے جو اللہ

Marfat.com

نے میرے سپرد کیے ہیں، کوئی کام سرانجام دینے کے لیے عامل بناتا ہوں، پھر وہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ آپ لوگوں کا مال ہے اور یہ میرا تحفہ ہے۔ تو پھر وہ اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا کہ اس کا تحفہ اسے پہنچ جاتا۔ اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی شخص بھی کوئی ایسی چیز لے گا جس پر اس کا حق نہیں ہوگا تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ چیز اس پر سوار ہوگی۔ میں تم میں سے اس آدمی کو پہچان لوں گا جو اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ بلبلاتے اونٹ یا چلاتی گائے یا ممیاتی بکری کو اپنے اوپر سوار کیے ہوگا۔" (صحیح بخاری: ۶۹۷۹)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سرکاری ملازمین دوران ملازمت جس چیز کو تحفہ سمجھ کر بلا جھجک قبول کر لیتے ہیں وہ بھی رشوت کے زمرے میں آتی ہے اور اس سے بچنا بھی ضروری ہے۔ ان ملازمین کو رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد رکھنا چاہیے کہ رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں جہنم میں ہوں گے۔ دنیا کی عارضی زندگی کے لیے آخرت کو برباد کرنا نہایت گھاٹے کا سودا ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ کے نزدیک لوگوں میں سے بدترین درجے والا شخص وہ ہوگا جس نے اپنی دنیا کے لیے اپنی آخرت خراب کی۔" (ضعیف: سنن ابن ماجہ: ۳۹۶۶۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: سلسلۃ الضعیفہ: ۱۹۱۵)

غصہ

غصہ انسانی فطرت کا حصہ ہے۔ ہر انسان کو غصہ آتا ہے، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب، اچھا ہو یا بُرا، غصہ تو انبیاء اور صلحاء کو بھی آتا ہے۔ لیکن اچھے اور برے انسان کے غصے میں فرق یہ ہے کہ اچھے انسان کا غصہ اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہوتا ہے یعنی جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو پامال ہوتے دیکھتا ہے تو اسے غصہ آتا ہے اور برے آدمی کا غصہ اس کے نفس کی خاطر ہوتا ہے، جب اس کی خواہشاتِ نفس پامال ہوتی ہیں تو اسے غصہ آتا ہے۔ اچھے اور برے انسان کے غصے میں دوسرا فرق یہ ہے کہ اچھا انسان اپنے غصہ پر قابو رکھتا ہے اور برے انسان کا غصہ بے قابو ہوتا ہے۔

Marfat.com

کسی بھی ناگوار بات پر غصہ آنا تو فطری بات ہے، لیکن غصہ میں بے قابو ہو جانا بری بات ہے۔ بعض لوگ غصے میں پاگل ہو جاتے ہیں اور انہیں کچھ خبر نہیں ہوتی کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ غصے میں قتل جیسا گھناؤنا جرم بھی آسانی سے سرزد ہو جاتا ہے۔ بہت سے قتل دشمنی کی بنا پر نہیں بلکہ محض غصے کی وجہ سے ہوتے ہیں، اسی لیے غصہ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور جو لوگ اپنے غصے پر قابو رکھتے ہیں ان کی تعریف کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ ال عمران کی یہ آیت:

﴿الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ (ال عمران: ۱۳۴)

''جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بد حال ہوں یا خوش حال، جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں، ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔''

اور سورہ الشوریٰ کی یہ آیات:

﴿فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴾ (الشوریٰ: ۳۶۔۳۷)

''جو کچھ بھی تم لوگوں کو دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی چند روزہ زندگی کا سروسامان ہے، اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر بھی ہے اور پائدار بھی۔ وہ اُن لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور اگر غصہ آ جائے تو درگزر کر جاتے ہیں۔'' ان آیات میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جو لوگ غصہ پر قابو پا لیتے ہیں اور درگزر سے کام لیتے ہیں وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے پسندیدہ بندے ہیں اور ان کے لیے بڑا اجر ہے۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''حاکم دو بندوں کے درمیان غصے کی حالت میں ہرگز فیصلہ نہ کرے۔''

(صحیح بخاری: ۷۱۵۸۔ صحیح مسلم: ۱۷۱۷)

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ غصہ کی حالت میں کیا ہوا فیصلہ نافذ ہوگا یا نہیں۔ بعض حنبلی فقہاء کا خیال ہے کہ غصہ کی حالت میں کیا ہوا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا، جب کہ جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ غصے کی حالت میں کیا ہوا فیصلہ اگر حق کے مطابق ہے تو نافذ ہو جائے گا۔

''حمید بن عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے چند باتیں بتا دیجئے جن پر میں عمل کروں اور بہت باتیں نہ بتائیے کہ میں بھول جاؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا: تو غصہ مت کیا کر۔'' (مؤطا امام مالک: ۱۸۹۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''وہ آدمی زور آور نہیں ہے جو کشتی میں لوگوں کو پچھاڑ دے، زور آور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔'' (مؤطا امام مالک: ۱۸۹۲)

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم اپنے میں پہلوان کس کو سمجھتے ہو؟ عرض کیا گیا: وہ شخص جسے لوگ پچھاڑ نہ سکیں۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں، بلکہ (پہلوان) وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔'' (صحیح بخاری: ۶۱۱۴۔ صحیح مسلم: ۲۶۰۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کونسی چیز ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے بچا سکتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: غصہ میں نہ آیا کرو۔ پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی ایسا مختصر سا کام بتا دیجئے جس سے مجھے نیک انجام کی امید بندھ جائے۔ آپؐ نے فرمایا: غصہ نہ کیا کرو، اور جتنی مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ نے سوال کیا، حضور ﷺ نے یہی جواب دیا کہ غصہ نہ کیا کرو۔'' (مسند احمد: ۶۶۳۵۔ مسند ابی یعلی الموصلی: ۵۶۸۵)

Marfat.com

حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ بن صرد سے مروی ہے کہ دو آدمیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گالم گلوچ کیا، ان میں سے ایک کی آنکھیں (غصہ کی زیادتی کی وجہ سے) سرخ ہو گئیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایک بات کا علم ہے، اگر یہ شخص وہ کلمہ کہے تو اس کا غصہ زائل ہو جائے گا اور وہ کلمہ ہے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ)) (سنن ابوداود: ۴۷۸۰)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم لوگوں میں سے کوئی شخص غصہ ہو تو (اگر وہ) کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ اگر غصہ چلا جائے تو ٹھیک ہے ورنہ لیٹ جائے۔'' (سنن ابوداود: ۴۷۸۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم میں سے کسی شخص کو غصہ آ جائے تو اسے چاہیے کہ خاموش ہو جائے۔''

(صحیح: مسند احمد: ۲۱۳۶)

حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ بن عروہ سعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور شیطان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے اور آگ پانی سے ٹھنڈی کی جاتی ہے، لہٰذا جب تم لوگوں میں سے کسی شخص کو غصہ آ جائے تو وہ وضو کر لے۔'' (ضعیف: سنن ابوداود: ۴۷۸۴۔ تفصیل دیکھیے: سلسلۃ الضعیفہ: ۵۸۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سن لو! غصہ ایک انگارہ ہے جو انسان کے دل میں سلگتا ہے۔ کیا تم غصہ ہونے والے شخص کی رگوں کے پھولنے اور اس کی آنکھوں کے سرخ ہونے کو نہیں دیکھتے ہو۔ پس جو شخص اس میں سے کوئی چیز محسوس کرے تو اسے چاہیے کہ زمین کو لازم پکڑے، زمین کو لازم پکڑے (یعنی بیٹھ جائے)۔'' (ضعیف: مسند احمد: ۱۱۱۴۳۔ علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے۔)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص غصہ کو پی لے حالانکہ وہ اپنا غصہ اتار سکتا تھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے تمام لوگوں کے سامنے

Marfat.com

بلائیں گے اور اسے اختیار دیں گے کہ تم جس حور کو چاہو پسند کر لو۔"

(حسن: سنن ابوداود: ۴۷۷۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی شخص نے غصہ کے اس گھونٹ سے بہتر کوئی گھونٹ نہیں پیا جو وہ اللہ کی خوشنودی کے لیے پی جاتا ہے۔"

(ضعیف: مسند احمد: ۶۱۱۴۔ شعیب الارنوط نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "غصہ ایمان کو اس طرح خراب کر دیتا ہے جیسے ایلوا شہد کو خراب کرتا ہے۔" (ضعیف: شعب الایمان: ۷۹۴۱۔ مخیس بن تمیم راوی مجہول ہے۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اپنی زبان کو بند رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیب ڈھانپ دیتا ہے اور جو کوئی اپنے غصہ کو روکتا ہے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کو اس سے روک دے گا۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا عذر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول کر لیتا ہے۔" (ضعیف: شعب الایمان: ۷۹۵۸۔ الربیع بن سلیم الخلقانی ضعیف راوی ہے۔)

ایک دفعہ کسی شخص نے خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؒ بن عبد العزیز کو بُرا بھلا کہا۔ آپؒ نے سر جھکا لیا اور فرمایا: تو نے تو یہی کوشش کی تھی کہ میں طیش میں آ جاؤں اور شیطان سے مغلوب ہو کر اپنے آپ میں نہ رہوں اور تجھے اپنے غصے کا شکار بناؤں تا کہ کل قیامت کو تو میرا دامن پکڑ سکے، لیکن مجھے ایسا کرنے کی کیا پڑی ہے؟ اور یہ کہہ کر چپ ہو رہے۔

تکبر

تکبُّر کے معنی ہیں اپنے آپ کو بڑا سمجھنا، بڑائی کا اظہار، غرور، گھمنڈ، رعونت۔ ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ تکبر کرے۔ وہ کس بات پر تکبر کر سکتا ہے جب اسے معلوم ہے کہ وہ اللہ کی مخلوق ہے جس کی ابتدا ایک حقیر پانی سے کی گئی ہے اور جو کچھ اس کے پاس ہے سب اللہ کی دین ہے۔ وہ کیسے اپنے ابنائے نوع کے ساتھ فخر و غرور اور تکبر کا رویہ اختیار کر سکتا

Marfat.com

ہے جب کہ اس کے خالق و مالک کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝١٨ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ۝١٩﴾ (لقمان: ۱۸۔۱۹)

''اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر، نہ زمین میں اکڑ کر چل، اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔ اپنی چال میں اعتدال اختیار کر، اور اپنی آواز ذرا پست رکھ، سب آوازوں سے زیادہ بُری آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے۔''

﴿قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ۝٧٢﴾ (الزمر: ۷۲)

''کہا جائے گا، داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں، یہاں اب تمہیں ہمیشہ رہنا ہے، بڑا ہی برا ٹھکانا ہے یہ متکبروں کے لیے۔''

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ۝٦٠﴾ (المومن: ۶۰)

تمہارا رب کہتا ہے: ''مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، جو لوگ گھمنڈ میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تواضع اختیار کرو اور کوئی کسی پر فخر نہ کرے۔'' (سنن ابوداود: ۴۸۹۵)

نیز آپؐ نے فرمایا:

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اور عاجزی کرتا ہے، اللہ اسے رفعت اور

Marfat.com

بلندی عطا کرتا ہے۔'' (جامع ترمذی:۲۰۲۹)

آپؐ ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتے تھے: ''اے اللہ! مجھے مسکین ہی زندہ رکھ، مسکین بنا کر ہی موت دینا اور مساکین کے زمرہ میں مجھے اٹھانا۔'' (ضعیف: سنن ابن ماجہ: ۴۱۲۶۔ یزید بن سنان ضعیف راوی ہے۔)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی دوسرے کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھے۔ البتہ کھلے کھلے بیٹھو اور مجالس میں وسعت پیدا کرو۔'' (صحیح بخاری: ۶۲۶۹۔ صحیح مسلم: ۲۱۷۷)

اور آپؐ نے فرمایا: ''ایک دوسرے سے اعراض نہ کرو اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔'' (صحیح مسلم: ۲۵۶۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کی مانند تکبر ہے۔ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ایک شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، اس کے جوتے اچھے ہوں۔ (اس کے بارے میں کیا حکم ہے) آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر تو حق کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۹۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے روز کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا۔ ایک روایت میں ہے اور نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (وہ تین شخص یہ ہیں): بوڑھا زانی، جھوٹا حکمران اور مفلس متکبر۔'' (صحیح مسلم: ۱۰۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے۔

Marfat.com

جو شخص دونوں میں سے کسی ایک کو مجھ سے چھینے گا، میں اس کو آگ میں داخل کروں گا اور ایک روایت میں ہے میں اس کو آگ میں پھینک دوں گا۔"
(صحیح مسلم: ۲۶۲۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
"ایک شخص تکبر کی وجہ سے اپنا تہبند زمین پر گھسیٹتا ہوا جا رہا تھا کہ اسے زمین میں دھنسا دیا گیا اور اب وہ قیامت تک یونہی زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔"
(صحیح بخاری: ۳۴۸۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"ایک شخص اتراتا ہوا اپنے دو کپڑوں میں چلا جا رہا تھا۔ اس کے نفس نے اسے خود پسندی میں مبتلا کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔ پس وہ قیامت کے دن تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔" (صحیح مسلم: ۲۰۸۸)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"تکبر کرنے والوں کو قیامت کے دن انسانی صورت میں چیونٹیوں جتنا بنا کے اٹھایا جائے گا۔ ذلت ان کو ہر طرف سے ڈھانپ لے گی، انہیں جہنم کے ایک قید خانے کی طرف ہانک کر لے جایا جائے گا جس کا نام بولس ہے۔ آگوں کی آگ (یعنی ایسی آگ جو آگ کو بھی جلا دے) ان کو گھیر لے گی، جہنمیوں کا دھوون جس کو طینۃ الخبال کہتے ہیں انہیں پینے کے لیے دیا جائے گا۔" (جامع ترمذی: ۲۴۹۲)

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے فرمایا: لوگو! تواضع اختیار کرو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: "جو اللہ کے لیے لوگوں سے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ اس کو بلند کرتا ہے۔ وہ اپنی نظر میں چھوٹا ہوتا ہے لیکن لوگوں کی نظر میں بڑا ہوتا ہے۔ جو کوئی تکبر کرتا ہے، اللہ اس کو پست کر دیتا ہے، وہ اپنی نظر میں بڑا ہوتا ہے، لیکن

Marfat.com

لوگوں کی نظر میں حقیر ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ لوگوں کے نزدیک وہ کتے اور خنزیر سے بڑھ کر خوار ہوتا ہے۔'' (ضعیف: شعب الایمان: ۷۷۰۹۔ محمد بن یونس الکدیمی راوی کذاب ہے۔)

حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''کیا میں تمہیں جنت والوں کی خبر نہ دوں؟ (فرمایا) ہر کمزور اور حقیر سمجھا جانے والا، اگر وہ قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم کو پورا کردے۔ (پھر فرمایا) کیا میں تمہیں دوزخ والوں کی خبر نہ دوں؟ (فرمایا) ہر تند خو، اکڑ کر چلنے والا متکبر۔'' (صحیح بخاری: ۴۹۱۸۔ صحیح مسلم: ۲۸۵۳)

حسد

حسد کے معنی ہیں جلن کڑھن، کسی کی نعمت کا زوال چاہنا، کسی کی بدخواہی کرنا وغیرہ۔ حسد ایک منفی جذبہ ہے، حاسد کبھی خوش نہیں ہوسکتا، وہ جب بھی کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھتا ہے جلن کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ صرف یہ نہیں چاہتا کہ دوسروں کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ اسے بھی مل جائیں، بلکہ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ ساری نعمتیں صرف اسی کے حصے میں آئیں اور کسی دوسرے کو کچھ نہ ملے۔ بلکہ دوسروں سے ان کی نعمتیں چھن جائیں۔

حاسد کو معلوم ہونا چاہیے کہ نعمتیں بانٹنے والا تو اللہ ہے وہ جسے جو چاہے دے۔ اس کا اپنا نظام ہے۔ اس نے بے شمار لوگوں کو بے انتہا نعمتوں سے نواز رکھا ہے، حاسد کے چاہنے سے نہ تو کسی کی نعمتیں چھن سکتی ہیں اور نہ ہی اس کے چاہنے سے یہ نعمتیں اس کو مل سکتی ہیں۔ اس جذبہ کو پال کر وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ دوسروں سے زوالِ نعمت کی خواہش کر کے وہ خود کو اللہ سے بھی دُور کرتا ہے اور لوگوں سے بھی دُور کرتا ہے۔ وہ اللہ کی تقسیم پر اعتراض کرتا ہے اور لوگوں سے بدخواہی کا اظہار اور یوں وہ اپنی آخرت بھی برباد کرتا ہے اور دنیا بھی۔ اس کی اس خواہش سے حالات تو تبدیل نہیں ہوتے البتہ وہ خود ضرور جلن اور کڑھن کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ ہر وقت جلتا اور کڑھتا ہی رہتا ہے اور اسے کبھی خوشی نصیب نہیں ہوتی۔ کیا عقل کا یہ تقاضا نہیں کہ جو کام انسان کے بس میں نہیں ہے اس کی خواہش کرنا چھوڑ دے؟ لوگوں کی قسمتیں بنانا یا بگاڑنا اللہ کا خصوصی اختیار ہے، دوسرے انسانوں کو اس میں دخل نہیں۔ پھر حسد

Marfat.com

کرنے سے کیا حاصل؟ یہ ایسا فضول اور منفی جذبہ ہے جس سے بچنے ہی میں انسان کی عافیت ہے۔ یہ منفی جذبہ کئی اخلاقی بیماریوں مثلاً غیبت، چغلی، بہتان وغیرہ کو بھی جنم دیتا ہے۔

رشک بھی حسد سے ملتا جلتا جذبہ ہے۔ گو عربی میں ان دونوں جذبوں کے لیے اکثر حسد کا لفظ ہی استعمال کیا جاتا ہے لیکن اس جذبے کی صحیح عکاسی لفظ منافست سے ہوتی ہے۔

حسد ایک منفی جذبہ ہے جبکہ رشک اس کے برعکس ایک مثبت جذبہ ہے۔ حسد میں دوسرے سے زوالِ نعمت کی خواہش ہوتی ہے جبکہ رشک میں دوسرے سے زوال نعمت کی خواہش نہیں ہوتی بلکہ صرف یہ خواہش ہوتی ہے کہ مجھے بھی وہ نعمت حاصل ہو جائے جو دوسرے کو حاصل ہے، اسی لیے اچھی باتوں پر رشک کرنا پسندیدہ ہے۔ مثلاً کسی کی کردار کی خوبی دیکھ کر یہ خواہش کرنا کہ کاش میں بھی اس جیسا ہو جاؤں! اچھی بات ہے۔

> ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو آدمیوں پر رشک ہونا چاہیے۔ ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہو اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے علم و حکمت کی دولت عطا کی ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہو اور اس کی تعلیم دیتا ہو۔'' (صحیح بخاری: ۵۰۲۵)

ایک سچا مسلمان کبھی حاسد نہیں ہوسکتا کیونکہ اسلام تو ایثار اور قربانی کا درس دیتا ہے، وہ تو دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دینا سکھاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا تو یہ فرمان ہے کہ تم اس وقت تک مومن ہی نہیں ہو سکتے جب تک تم اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی کچھ نہ پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور حسد کرنا تو گویا اللہ تبارک و تعالیٰ کی تقسیم پر اعتراض کرنا ہے کیونکہ جو کچھ کسی کو ملا ہے وہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی تقسیم ہے۔ ملاحظہ ہوں قرآن مجید کی درج ذیل آیات:

﴿أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ﴾ (النساء: ۵۴)

''پھر کیا یہ دوسروں سے اس لیے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نواز دیا؟''

Marfat.com

﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ
وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝﴾ (الزخرف: ۳۲)

''کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیے ہیں، اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا فوقیت دی ہے تا کہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں اور تیرے رب کی رحمت اس دولت سے زیادہ قیمتی ہے جو یہ لوگ سمیٹ رہے ہیں۔''

حسد ایک ایسا قبیح فعل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حسد اور حاسد سے پناہ مانگنے کی تلقین کی ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ الفلق کی یہ آیت:

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝﴾ .... ﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝﴾
(الفلق: ۱/ ۵)

''کہو، میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب کی۔ حاسد کے شر سے جب کہ وہ حسد کرے۔''

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپس میں نہ بغض رکھو، نہ حسد کرو، نہ دشمنی کرو اور نہ قطع تعلق کرو۔ اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے۔'' (صحیح بخاری: ۶۰۶۵۔ صحیح مسلم: ۲۵۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنے آپ کو حسد سے بچاؤ، اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے یا گھاس کو۔'' (ضعیف: سنن ابوداود: ۴۹۰۳۔ جدا ابراہیم بن ابو اسید مجہول ہے۔ نیز دیکھیے: سلسلة الضعيفه: ۱۹۰۲)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لوگ اس وقت تک خیریت سے رہیں گے جب تک کہ آپس میں حسد نہ کریں۔'' (رواہ امام طبرانی)

امام طبرانی ہی کی ایک دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حسد کرنے والا مجھ سے نہیں ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''آدمی کے دل میں ایمان اور حسد جمع نہیں ہو سکتے۔'' (سنن نسائی: ۳۱۰۹)

''حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: لوگوں میں کون سب سے افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہر صاف دل، زبان کا سچا شخص۔ لوگوں نے عرض کیا: زبان کے سچے کو تو ہم پہچانتے ہیں لیکن صاف دل سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ پرہیز گار اور پاک صاف شخص جس کے دل میں نہ گناہ ہو، نہ بغاوت، نہ بغض اور نہ حسد۔'' (سنن ابن ماجہ: ۴۲۱۶)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حسد ایمان کو اس طرح خراب کر دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے۔'' (ضعیف: شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ: ۱۸۷۵۔ مرسلاً۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: سلسلۃ الضعیفہ: ۳۵۲۳)

مسلمانوں کے لیے حسد، بدگمانی، خیانت، دھوکا دہی اور فریب کاری جائز نہیں۔ یہ سب منفی صفات ہیں اور ایک مسلمان کے لیے ان سے اجتناب ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دوسرے کے ساتھ حسد نہ کرو اور ایک دوسرے کے ساتھ بغض نہ رکھو اور (خریدار کو) دھوکا دینے کے لیے زیادہ قیمت نہ لگاؤ اور اللہ کے بندو! ایک دوسرے کے بھائی بن جاؤ۔'' (صحیح مسلم: ۲۵۵۹)

نیز آپؐ نے فرمایا:

''بدگمانی سے اپنے آپؐ کو بچاؤ، بے شک بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات

Marfat.com

ہے۔" (صحیح بخاری: ۶۰۶۴)

دھوکا دہی

دھوکا دہی نہایت احمقانہ فعل ہے۔ دھوکا دینے والا خود کو عقلمند اور دوسروں کو بیوقوف سمجھتا ہے۔ ممکن ہے کچھ عرصہ تک وہ دوسروں کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو جائے اور وقتی طور پر دھوکا دہی سے کچھ فائدہ حاصل کر لے، لیکن بالآخر اس کا جھوٹ سامنے آ جائے گا، اس کا اعتبار اُٹھ جائے گا اور لوگ اس کے ساتھ لین دین اور کاروبار کرنا بند کر دیں گے۔ کاروبار میں ساکھ اور اعتبار کی بڑی اہمیت ہے، جس شخص کی ساکھ اچھی نہ ہو کوئی بھی اس کے ساتھ کاروبار کرنا پسند نہیں کرتا، نتیجتاً دھوکا دینے والا دنیا میں بھی نقصان میں رہتا ہے اور آخرت میں بھی خسارے میں رہے گا کیونکہ دھوکا دہی اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ فعل ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ (فاطر: ۴۳)

"اور بری چالیں اپنے چلنے والوں ہی کو لے بیٹھتی ہیں۔"

جو شخص کسی کو دھوکا دیتا ہے اس کا وبال اسی پر آتا ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ الفتح کی یہ آیت:

﴿فَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ﴾ (الفتح: ۱۰)

"پس جو شخص عہد توڑے گا تو عہد توڑنے کا وبال اسی پر ہوگا۔"

جو لوگ ناپ تول میں دھوکا دہی کرتے ہیں ان کے بارے میں سورہ المطففین میں فرمایا:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝١ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝٢ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝٣ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ۝٤ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝٥ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝٦﴾ (المطففین: ۱-۶)

"تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لیے جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انہیں گھاٹا دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ ایک بڑے دن یہ اٹھا کر لائے

Marfat.com

جانے والے ہیں؟ اُس دن جب کہ سب لوگ ربُّ العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔''

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان یا کسی بھی انسان کو دھوکا دینا یا اس کے ساتھ خیانت کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ مَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝﴾ (النساء: ۱۱۲)

''پھر جس نے کوئی خطا یا گناہ کر کے اس کا الزام کسی بے گناہ پر تھوپ دیا، اُس نے تو بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بار سمیٹ لیا۔''

اور سورہ الاحزاب میں فرمایا:

﴿وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝﴾ (الاحزاب: ۵۸)

''اور جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو بے قصور اذیت دیتے ہیں اُنہوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لے لیا ہے۔''

آپؐ کا فرمان ہے: ''جو شخص کسی کی بیوی یا غلام کو خراب کرے (اس کے خلاف بھڑکائے) وہ ہم سے نہیں۔'' (سنن ابوداود: ۲۱۷۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''قیامت کے دن میں تین قسم کے اشخاص کا دشمن ہونگا۔ ایک وہ شخص جس نے میرے نام کے واسطہ سے عہد کیا اور پھر دھوکا دیا، دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو فروخت کیا اور اس کی قیمت کھا گیا اور تیسرا وہ شخص جس نے مزدور سے پورا کام لیا، مگر اس کی مزدوری ادا نہ کی۔'' (صحیح بخاری: ۲۲۲۷)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کوئی ایسی چیز بیچے جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ اس میں عیب ہے، الا یہ کہ خریدار کے سامنے اس

Marfat.com

عیب کو بیان کر دے۔ (صحیح بخاری: قبل: ۲۰۷۹)

اگر کوئی شخص اپنے مالِ تجارت کے عیب کو خریدار سے چھپاتا ہے تو وہ گناہ گار ہوگا۔

حضرت عبید بن رفاعہ رضی اللہ عنہما اپنے باپ سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن تاجر اللہ کے نافرمان لوگوں کے ساتھ اُٹھائے جائیں گے سوائے ان تاجروں کے جو اللہ سے ڈرتے رہے اور نیکی کی اور (خرید وفروخت کے معاملہ میں) سچ بولا۔'' (ضعیف: جامع ترمذی: ۱۲۱۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص ہمارے اوپر ہتھیار اٹھاتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جو ہمیں دھوکا دیتا ہے وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۰۱)

اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلہ کے ایک ڈھیر پر سے گزرے تو اپنا ہاتھ ڈھیر میں ڈالا۔ آپؐ نے انگلیوں میں تری محسوس کی تو فرمایا: اے غلہ والے! یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس پر بارش ہوگئی۔ آپؐ نے فرمایا: تو نے بارش زدہ غلے کو اوپر کیوں نہ کیا تاکہ لوگ بھی دیکھ سکتے؟ (پھر فرمایا) جو شخص ہم کو دھوکا دیتا ہے وہ ہم سے نہیں ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۰۲)

جو لوگ تجارتی معاملات میں سچ بولتے ہیں اور لین دین میں کسی کے ساتھ دھوکا نہیں کرتے وہ اللہ کے پسندیدہ بندے ہیں اور اللہ کے ہاں ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ ملاحظہ ہو درج ذیل حدیث:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سچ بولنے والا امانت دار تاجر (قیامت کے روز) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔'' (ضعیف: جامع ترمذی: ۱۲۰۹)

آپؐ نے فرمایا: ''جس بندے کو اللہ رعیت دے اور وہ موت تک اسے دھوکا دیتا رہے،

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی۔" (صحیح بخاری:۷۱۵۱۔ صحیح مسلم:۱۴۲۔ واللفظ لہ)

حضرت ابویعلی معقل بن یسار رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

"جس بندے کو اللہ تبارک وتعالیٰ رعیت کا حکمران بناتا ہے اور وہ اپنی رعایا کے ساتھ دھوکا بازی کرتا ہے، تو جب وہ فوت ہوگا، اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا۔" (صحیح بخاری:۷۱۵۰۔ صحیح مسلم:۱۴۲)

ایک روایت میں ہے کہ اگر وہ خیرخواہی کے ساتھ ان کا خیال نہیں رکھتا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ (صحیح بخاری:۷۱۵۰)

خیانت

خیانت کے معنی ہیں غبن، بے ایمانی، چوری اور بددیانتی۔ خیانت، امانت و دیانت کی ضد ہے۔ یہ بہت بڑی اخلاقی کمزوری ہے۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بہت مذمت فرمائی ہے اور خائن کے لیے قرآن وحدیث میں بڑی وعید آئی ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات اور احادیث:

﴿وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦١﴾﴾ (آل عمران: ۱۶۱)

"اور جو کوئی خیانت کرے، تو وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز حاضر ہو جائے گا، پھر ہر متنفس کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔"

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے غنیمت میں خیانت کا ذکر فرمایا۔ آپؐ نے اس کا گناہ بہت بڑا بتایا اور اس معاملے کو بہت سنگین بیان کیا اور فرمایا: قیامت کے دن میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی

Marfat.com

گردن پر اونٹ سوار ہو، اس کی گردن پر گھوڑا سوار ہو، یا اس کی گردن پر بکری سوار ہو، اور وہ مجھے مدد کے لیے بلائے اور میں کہوں: (آج) میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں (یعنی آج میں تیرے لیے کچھ نہیں کر سکتا)۔"

(صحیح بخاری: ۳۰۷۳۔ صحیح مسلم: ۱۸۳۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کو ایک غلام بطور ہدیہ دیا جس کا نام مدعم تھا۔ ایک دفعہ مدعم رسول اللہ ﷺ کا کجاوہ اتار رہا تھا کہ اسے ایک تیر آ کر لگا اور اس سے وہ قتل ہو گیا۔ لوگ کہنے لگے، اس کو جنت مبارک ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ چادر جو اس نے خیبر کے دن مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے لے لی تھی، اس پر آگ بن کر شعلہ مار رہی ہے۔ جب لوگوں نے اس بات کو سنا تو ایک شخص ایک تسمہ یا دو تسمے نبی ﷺ کے پاس لے کر آیا۔ آپؐ نے فرمایا: ایک تسمہ یا دو تسمے بھی آگ سے ہیں۔" (صحیح بخاری: ۴۲۳۴)

اس سے معلوم ہوا کہ تسمے جیسی چھوٹی سی چیز کی خیانت بھی ہلاکت کا باعث ہے۔

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامان پر ایک شخص معین تھا جسے کرکرہ کہا جاتا تھا۔ وہ مر گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے۔ لوگ گئے تاکہ اسے دیکھیں، تو انہوں نے اس کے پاس ایک عباء پائی جو اس نے خیانت سے حاصل کر رکھی تھی۔" (صحیح بخاری: ۳۰۷۴)

حضرت ابوالملیح اپنے باپ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ خیانت کے مال سے خیرات قبول نہیں فرماتا اور نہ وہ نماز قبول فرماتا ہے جو طہارت کے بغیر ہو۔" (سنن ابوداود: ۵۹)

اگر کوئی شخص جھوٹ کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کی عدالت سے بھی کوئی مال ناحق

Marfat.com

حاصل کرتا ہے تو وہ اس کے لیے حلال نہیں ہے اور اسے اس خیانت کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔
ملاحظہ ہو یہ حدیث:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"میں ایک بشر ہی ہوں، تم لوگ میرے پاس مقدمے لے کر آتے ہو۔ شاید تم میں سے کوئی شخص دلیل دینے میں دوسرے سے زیادہ فصیح البیان ہو اور میں جو کچھ اس سے سنوں اس کی بنا پر (اسے سچا سمجھ کر) اس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔ پس جس شخص کو میں اپنے فیصلے سے کوئی چیز دے دوں جس پر (دراصل) اس کے بھائی کا حق ہو تو وہ اسے نہ لے کیونکہ میں نے تو اس کے لیے آگ کا ایک ٹکڑا کاٹا ہے۔" (صحیح بخاری: ٦٩٦٧)

"حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کے اور کچھ لوگوں کے درمیان زمین کے ایک ٹکڑے کے بارے میں جھگڑا تھا، وہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے اس بات کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے ابوسلمہ! زمین سے بچو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس نے بالشت بھر زمین پر بھی ناحق قبضہ کیا اس کی گردن میں سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔" (صحیح بخاری: ۲۴۵۳)

"حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ذرا سی زمین بھی ناحق لی، اسے قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔" (صحیح بخاری: ۲۴۵۴)

حضرت معقل رضی اللہ بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"جو شخص مسلمان رعیت کا حاکم ہو اور وہ اس حال میں مر جائے کہ اس رعیت کے ساتھ خیانت کر رہا ہو تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا۔" (صحیح بخاری: ۷۱۵۱)

حضرت عدی بن عمیرۃ کندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

"تم لوگوں میں سے جس کو ہم کسی کام کا والی (انچارج) بنائیں، پھر وہ ایک سوئی یا اس سے بھی چھوٹی چیز ہم سے چھپالے تو یہ خیانت ہوگی اور قیامت کے دن وہ اسے لے کر آئے گا۔ اس پر انصار میں سے ایک شخص (جسے آپؐ نے کسی کام کا والی بنایا تھا) اٹھا اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھ سے یہ کام واپس لے لیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: کیوں، کیا بات ہے؟ اس نے عرض کیا: میں نے آپؐ کو ایسے اور ایسے فرماتے سنا ہے (یعنی سوئی یا اس سے چھوٹی چیز چھپا لینے پر بھی مواخذہ ہوگا اس لیے بہتر یہی ہے کہ میں والی نہ بنوں)۔ حضورؐ نے فرمایا: میں اب بھی وہی کہتا ہوں کہ تم میں سے جس کو بھی ہم کسی کام کا والی بنائیں اسے ہر چھوٹی بڑی چیز لے کر حاضر ہونا ہوگا، پھر جو اسے دیا جائے وہ لے لے اور جو نہ دیا جائے اس سے باز رہے۔" (بطور خود کسی چیز کا مالک بن بیٹھے گا تو یہ خیانت ہو گی) (صحیح مسلم: ۱۸۳۳)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص کو ہم کسی کام پر عامل بنائیں اور اس کی کچھ تنخواہ مقرر کر دیں۔ پھر اس کے علاوہ جو کچھ وہ (بطور خود) لے گا وہی خیانت ہے۔"

(سنن ابوداود: ۲۹۴۳)

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس قوم میں خیانت ظاہر ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے، جس قوم میں زنا پھیل جاتا ہے ان میں اموات کی کثرت ہو جاتی ہے، جو قوم ماپ تول میں کمی کرتی ہے اللہ تعالیٰ ان کا رزق کاٹ دیتا ہے، جو قوم بغیر حق کے فیصلے کرتی ہے ان میں قتل وخونریزی پھیل جاتی ہے اور جو قوم عہد توڑ دیتی ہے ان پر دشمن کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔" (مؤطا امام مالک: ۹۲۷)

Marfat.com

چوری

کسی کا محفوظ مال خفیہ طریقہ سے ہتھیا لینا چوری ہے۔ چوری کرنا نہ صرف اخلاقی برائی ہے بلکہ ایسا جرم ہے جس پر حد لاگو ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾ (المائدہ: ۳۸)

''اور چور، خواہ عورت ہو یا مرد، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ اُن کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا۔ اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے اور وہ دانا و بینا ہے۔''

رسول اللہ نے چور کے بارے میں فرمایا: ''اللہ چور پر لعنت کرے، وہ انڈا چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری: ۶۷۸۳۔ صحیح مسلم: ۱۶۸۷)

نیز آپؐ نے یہ بھی فرمایا: ''چور چوری کرتے وقت مومن نہیں ہوتا۔'' (یعنی چوری کرتے وقت اس کا ایمان اس سے خارج ہو جاتا ہے)۔ (صحیح بخاری: ۵۵۷۸)

رسول اللہ ﷺ نے یہ بات بھی واضح فرما دی کہ چوری کی حد نافذ کرتے وقت نہ کسی کی امتیازی حیثیت کا لحاظ کیا جائے گا اور نہ کسی سے رعایت برتی جائے گی۔ ایک دفعہ فاطمہ نامی ایک معزز مخزومی عورت چوری کی مرتکب ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اس کے خاندان والوں نے اس بدنامی سے بچنے کے لیے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سفارش کروائی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ آپؐ نے لوگوں کو اکٹھا کر کے فرمایا: تم سے پہلی قومیں اسی لیے تباہ ہوئیں کہ جب ان کا کوئی بڑا آدمی جرم کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی چھوٹا آدمی جرم کرتا تھا تو اسے سزا دیتے تھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

''مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔'' (صحیح مسلم: ۱۶۸۸)

Marfat.com

چوری صرف یہی نہیں کہ کسی کے محفوظ رکھے ہوئے مال کو اس کی اجازت کے بغیر ہتھیا لیا جائے۔ امانت میں خیانت کرنا بھی چوری ہے، اور ادھار لے کر واپس نہ کرنا بھی چوری ہے۔

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مخزومی عورت ادھار سامان لے کر اس کا انکار کر دیتی تھی تو نبی کریم ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔''

(سنن ابوداود: ۴۳۹۵)

ہاتھ کاٹنا چوری کی سزا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ آپؐ نے اسے چور گردانا۔

لوگوں کی ٹوہ میں رہنا، ان کے راز جاننے کی کوشش کرنا، چھپ کر دوسروں کی باتیں سننا غیر مناسب تجسس کا نتیجہ ہے۔ یہ سب نہایت بری عادات اور اخلاقی کمزوریاں ہیں۔ عموماً عورتوں میں اس طرح کی کمزوریاں مردوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے۔ یہ اخلاقی کمزوریاں چوری ہی کی ایک قسم ہیں۔ دنیا میں اگر ان پر چوری کی حد نہ بھی لاگو ہو تو ان میں ملوث افراد آخرت کی سزا سے نہیں بچ سکیں گے۔

رسول اللہ نے فرمایا:

''جو شخص دوسروں کی باتیں سننے کی کوشش کرے جسے وہ ناپسند کرتے ہوں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلی ہوئی قلعی ڈالی جائے گی۔''

(صحیح: معجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۶۳۷۔ صحیح بخاری: ۷۰۴۲)

بخل

بخل کے معنی ہیں کنجوسی، لالچ، مال کو سینت سینت کر رکھنا، کسی حاجت مند کی حاجت روائی سے گریز کرنا۔ بخل سخاوت کی ضد ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بُخل کو پسند نہیں کرتا۔ بخیل اللہ کے نزدیک اور لوگوں کے نزدیک بھی ناپسندیدہ شخصیت ہے۔ کسی کو اس سے فیض نہیں پہنچتا اس لیے کوئی بھی اسے پسند نہیں کرتا۔ بخل بہت ہی بری خصوصیت ہے۔ بخیل اکثر اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال کے معاملے میں بھی کنجوسی کرتا ہے اور ان کو اپنا دشمن بنا لیتا ہے۔ اسے مال سے محبت اور مال جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ مال کی محبت میں وہ اکثر دوسروں کی

Marfat.com

حق تلفی کرتا ہے۔ مال حصولِ ضروریات اور تکمیلِ خواہشات کا ذریعہ ہے اس لیے مال حاصل کرنے اور اسے بچا کر رکھنے کی خواہش تو ہر شخص میں ہوتی ہے اور انسان اس کی طرف جلدی مائل ہو جاتا ہے جیسا کہ سورہ النساء کی اس آیت میں فرمایا گیا:

﴿وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۱۲۸﴾ (النساء:۱۲۸)

''اور نفس تنگ دلی کے طرف جلدی مائل ہو جاتے ہیں، لیکن اگر تم لوگ احسان سے پیش آ ؤ اور خدا ترسی سے کام لو تو یقین رکھو کہ اللہ تمہارے اس طرز عمل سے بے خبر نہ ہوگا۔''

رسول اللہ ﷺ نے مال کو اپنی امت کے لیے سب سے بڑا فتنہ قرار دیا ہے۔ مال کی محبت انسان کو بخل کی طرف مائل کرتی ہے۔ وہ دوسروں کی حق تلفی کرتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ مال و دولت تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی دین ہے جس میں دوسروں کا بھی حصہ ہے۔ جس مال میں سے خلقِ خدا کا حصہ نہ ادا کیا جائے وہ انسان کے لیے باعثِ وبال ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات:

﴿وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۸۰﴾ (آل عمران:۱۸۰)

''جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور پھر وہ بخل سے کام لیتے ہیں، وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لیے اچھی ہے۔ نہیں، یہ ان کے حق میں نہایت بری ہے۔ جو کچھ وہ اپنی کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں وہی قیامت کے روز ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ زمین اور آسمانوں کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔''

﴿اِۨلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ

Marfat.com

مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۳۷﴾ (النساء:۳۷)

''اور ایسے لوگ بھی اللہ کو پسند نہیں ہیں جو کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کنجوسی کی ہدایت کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اسے چھپاتے ہیں۔ ایسے کافرنعمت لوگوں کے لیے ہم نے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔''

بخل کی سزا صرف آخرت ہی میں نہیں ملے گی بلکہ دنیا میں بھی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ جو لوگ من حیث القوم بخل کا رویہ اختیار کرتے ہیں ان کے اجتماعی ترقیاتی کام رک جاتے ہیں، معاشرہ تنزلی اور انتشار کا شکار ہو جاتا ہے اور بالآخر وہ قوم مغلوب ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ محمد کی یہ آیت:

﴿هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِيُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾﴾ (محمد:۳۸)

''دیکھو، تم لوگوں کو دعوت دی جا رہی ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ اِس پر تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو بخل کر رہے ہیں، حالانکہ جو بخل کرتا ہے وہ در حقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کر رہا ہے۔ اللہ تو غنی ہے، تم ہی اس کے محتاج ہو اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ کو تکبر اور بخل پسند نہیں ہیں۔ کسی کے بخل سے اللہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا، وہ تو ہر شے سے بے نیاز ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ الحدید کی یہ آیت:

﴿وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ﴿۲۳﴾ اِلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾﴾ (الحدید:۲۳-۲۴)

''اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اور فخر جتاتے

Marfat.com

ہیں، جو خود بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بخل پر اکساتے ہیں۔ اب اگر کوئی رو گردانی کرتا ہے تو اللہ بے نیاز اور ستودہ صفات ہے۔''

مال و دولت اور اولاد کی حد سے بڑھی ہوئی محبت انسان کے لیے آزمائش بن جاتی ہے۔ انہی کی محبت کی وجہ سے انسان دوسروں کی حق تلفی کرتا اور اپنی آخرت کو تباہ کرتا ہے۔ انسان کو یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ ایک دن اس کو یہ دنیا چھوڑ کر چلے جانا ہے اور موت کے بعد اس کا مال اس کے کسی کام نہیں آئے گا۔ آخرت کی کامیابی انہیں لوگوں کے حصے میں آئے گی جو بخل سے بچا لیے گئے: ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات:

﴿إِنَّمَآ أَمْوَالُكُمْ وَ أَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَاللّٰهُ عِندَهُۥٓ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوا وَ أَطِيعُوا وَ أَنفِقُوا خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ ۗ وَ مَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٦﴾ إِن تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٧﴾﴾ (التغابن: ۱۵۔۱۷)

''تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو ایک آزمائش ہیں، اور اللہ ہی ہے جس کے پاس بڑا اجر ہے۔ لہٰذا جہاں تک تمہارے بس میں ہو اللہ سے ڈرتے رہو، اور سنو اور اطاعت کرو، اور اپنے مال خرچ کرو، یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے۔ جو اپنے دل کی تنگی سے محفوظ رہ گئے بس وہی فلاح پانے والے ہیں۔ اگر تم اللہ کو قرض حسن دو تو وہ تمہیں کئی گنا بڑھا کر دے گا اور تمہارے قصوروں سے درگزر فرمائے گا، اللہ بڑا قدردان اور بردبار ہے۔''

﴿وَ أَمَّا مَنۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنَىٰ ﴿٨﴾ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ﴿٩﴾ فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلْعُسْرَىٰ ﴿١٠﴾ وَ مَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُۥٓ إِذَا تَرَدَّىٰٓ ﴿١١﴾﴾ (اللیل: ۸۔۱۱)

''اور جس نے بخل کیا، اور (اپنے خدا سے) بے نیازی برتی، اور بھلائی کو جھٹلایا، اس کو ہم سخت راستے کے لیے سہولت دیں گے، اور اُس کا مال آخر اُس کے کس کام آئے گا جبکہ وہ ہلاک ہو جائے؟''

Marfat.com

بخل کی مذمت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بخل اور ایمان کسی بندے کے دل میں کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے۔'' (سنن نسائی: ۳۱۱۴)

نیز آپ ؐ نے فرمایا: دو خصلتیں کسی ایمان دار آدمی میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ ایک بخل اور دوسری بد خلقی۔ (مخزنِ اخلاق)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''انسان میں دو صفات بہت بدترین ہوتی ہیں، مایوس کن بخیلی اور حد سے بڑھی ہوئی بزدلی۔'' (سنن ابوداود: ۲۵۱۱)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بخل سے بچو! اس لیے کہ بخل نے ہی ان لوگوں کو ہلاک کیا جو تم سے پہلے تھے۔ اس نے انہیں اپنوں کا خون بہانے اور حرام کو حلال بنانے پر آمادہ کیا۔'' (صحیح مسلم: ۲۵۷۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہلاک ہوا دینار کا بندہ، درہم کا بندہ، چادر کا بندہ، کمبل کا بندہ۔ اگر اسے کچھ دیا جائے تو خوش ہو جاتا ہے اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہو جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری: ۲۸۸۶)

مراد یہ ہے کہ مال و دولت کی حرص و ہوس جو کہ بخل کی بنیاد ہے انسان کے لیے ہلاکت کا باعث بن سکتی ہے۔

حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔'' (جامع ترمذی: ۲۳۳۶)

حضرت ابن کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو بھوکے بھیڑیے اگر بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ ان کو اتنا نقصان نہیں پہنچائیں گے جتنا نقصان مال و جاہ کی حرص انسان کے دین کو پہنچاتی ہے۔'' (جامع ترمذی:

Marfat.com

۲۳۷۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سب سے نکما اور عاجز وہ شخص ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا نہ مانگے اور سب سے بڑا بخیل وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں بخل کرے (لوگوں کو سلام نہ کرے)۔'' (الادب المفرد: ۱۰۴۲ موقوفاً)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

''نہیں داخل ہوگا جنت میں بخیل، نہ مکارانہ خیانت کرنے والا بدخلق۔''

(ضعیف: جامع ترمذی: ۱۹۶۳۔ صدقہ بن موسیٰ راوی ضعیف ہے۔)

رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں بخل سے، اور پناہ مانگتا ہوں بزدلی سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قابلِ نفرت عمر سے۔''

(صحیح بخاری: ۶۳۷۰)

روایت ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ایک دن شیطان سے ملے اور اس سے پوچھا کہ لوگوں میں تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ کون اور زیادہ ناپسندیدہ کون ہے؟ اس نے کہا: زیادہ پسندیدہ تو مومن بخیل ہے اور زیادہ ناپسندیدہ بدکار سخی ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا: بخیل کو اس کا بخل ہی کافی ہے، میری کچھ ضرورت نہیں، اور جو سخی بدکاری کرتا ہے، مجھے اس کے بارے میں خوف رہتا ہے کہ کہیں اس کی سخاوت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس پر توجہ فرمائے، پھر وہ میرے بس میں نہ رہے اور اللہ کا مقبول ہو جائے۔

(احیاء علم الدین: ۲۵۶/۳ اس کی سند مذکور نہیں ہے۔)

Marfat.com

انیسواں باب:

روحانی بیماریوں کا علاج

گزشتہ باب میں جن اخلاقی کمزوریوں کا ذکر ہوا ہے یہ سب روحانی بیماریاں ہیں اور ان کا اصل سبب ایمان کی کمزوری اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے تعلق نہ ہونا یا برائے نام تعلق ہونا ہے جس میں انسان کو یہ احساس نہ ہو کہ وہ کل اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا۔ ان بیماریوں کا علاج یہی ہے کہ بندے کا اللہ سے رشتہ مضبوط ہو جائے۔

یہ احساس ہر لمحہ اس کے دل میں زندہ رہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے، اور اپنی پوری زندگی کے لیے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہے۔ اسے ہر قسم کی اخلاقی برائیوں اور کمزوریوں سے اپنے آپ کو پاک کر کے اللہ کے پسندیدہ بندوں میں شامل ہونا ہے۔

دنیوی زندگی کی چکا چوند اور اس کی مصروفیات اکثر انسان کو اپنے مقصدِ حیات سے غافل کر دیتی ہیں، اس لیے قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں انسان کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرے تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس کا تعلق مضبوط ہو جائے اور وہ اس کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اس سلسلہ میں اللہ کا ذکر نہایت مفید ہے۔

ذِکر کی اہمیت

ذِکر کے معنی ہیں یاد، بیان، چرچا، تذکرہ، وغیرہ۔ اصطلاحاً ذکر سے مراد ہے اللہ کو یاد کرنا، اللہ کی تسبیح وتقدیس بیان کرنا، اس کی تعریف کرنا، اس کی بزرگی اور کبریائی کا اقرار کرنا، اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا۔ تلاوتِ قرآن اور نماز بہترین ذکر ہیں۔ قرآن کو ذکر کہا گیا ہے۔ مثلاً سورہ الحجر میں فرمایا:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝﴾ (الحجر: ۹)

Marfat.com

"بے شک، ہم نے یہ ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔"

اور سورہ النحل میں فرمایا:

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ (النحل: ۴۴)

"اور اب یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے تا کہ تم لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو اُن کے لیے اتاری گئی ہے، اور تا کہ لوگ (خود بھی) غور و فکر کریں۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ مجھ یاد کرنے کے لیے نماز قائم کرو:

﴿اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ (طٰہٰ: ۱۴)

"میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے، پس تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔"

تمام عبادات کا لُبِّ لباب اور اصل مقصد اللہ کو یاد کرنا اور یاد رکھنا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنا نہایت افضل عبادت ہے، کیونکہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنا کلام ہے اور اس کے ذکر سے معمور ہے۔ انسان کو سیدھے راستے پر رکھنے کے لیے اللہ کی یاد نہایت ضروری ہے، خواہ وہ اللہ کے احکام کی پیروی کی صورت میں ہو، نماز کی صورت میں، تلاوتِ قرآن کی صورت میں، موت کو یاد کرنے کی صورت میں، آخرت میں جوابدہی کے احساس کی صورت میں، مسنون دعاؤں کی صورت میں، مسنون کلمات کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ کو یاد کرنے کی صورت میں، یا اللہ تبارک وتعالیٰ سے استغفار کی صورت میں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ لوہے کی طرح دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جو صرف اللہ کی یاد سے ہی اتارا جا سکتا ہے۔ یہ جو مختلف قسم کی اخلاقی کمزوریاں ہیں جن کا ذکر گزشتہ باب میں کیا گیا ہے، یہ روحانی بیماریاں ہیں جو اس وقت چمٹتی ہیں جب انسان کے دل کو زنگ لگ جاتا ہے، اس کی روحانی صحت کمزور پڑ جاتی ہے، وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دور ہو جاتا

Marfat.com

ہے اور شیطان اس پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔

ان اخلاقی کمزوریوں سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ انسان کا تعلق مضبوط ہو جائے اور اس تعلق کو مضبوط کرنے کا بہترین ذریعہ ذکر ہے، اسی لیے قرآن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر پر بہت زور دیا گیا ہے اور اس کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات:

﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾ (البقرہ: ۱۵۲)

''لہٰذا تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو، کفران نعمت نہ کرو۔''

﴿فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ﴾ (البقرہ: ۱۹۸)

''اور جب عرفات سے واپس ہونے لگو تو مشعر حرام (یعنی مزدلفے) میں خدا کا ذکر کرو اور اس طرح ذکر کرو جس طرح اس نے تم کو سکھایا۔ اور اس سے پیشتر تم لوگ (ان طریقوں سے) محض ناواقف تھے۔''

﴿فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا﴾ (البقرہ: ۲۰۰)

''پھر جب حج کے تمام ارکان پورے کر چکو تو (منیٰ میں) خدا کو یاد کرو۔ جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔''

﴿وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ﴾ (البقرہ: ۲۰۳)

اور (قیام منیٰ کے) دنوں میں (جو) گنتی کے (دن ہیں) خدا کو یاد کرو۔

﴿فَإِذَا أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ (البقرہ: ۲۳۹)

''پھر جب امن (واطمینان) ہو جائے تو جس طریق سے خدا نے تم کو سکھایا ہے

Marfat.com

جو تم پہلے نہیں جانتے تھے خدا کو یاد کرو۔"

﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿٤١﴾﴾ (آل عمران: ۴۱)

"اپنے رب کو بہت یاد کرنا اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہنا۔"

﴿اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾﴾ (آل عمران: ۱۹۱)

"جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے، ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں، (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) "پروردگار! یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے، تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے۔ پس اے رب! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔"

﴿فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ﴾

(النساء: ۱۰۳)

"پھر جب تم نماز تمام کر چکو تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حالت میں) خدا کو یاد کرو۔"

﴿وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿٢٠٥﴾﴾ (الاعراف: ۲۰۵)

"اے نبیؐ، اپنے رب کو صبح و شام یاد کیا کرو، دل ہی دل میں زاری اور خوف کے ساتھ، اور زبان سے بھی ہلکی آواز کے ساتھ۔ تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔"

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٤٥﴾ۚ﴾ (الانفال: ۴۵)

"مومنو! جب (کفار کی) کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور

Marfat.com

خدا کو بہت یاد کرو تاکہ مراد حاصل کرو۔"

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؕ﴾ (الرعد: ۲۸)

"ایسے ہی لوگ ہیں وہ جنہوں نے (اِس نبی کی دعوت کو) مان لیا اور اُن کے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ خبردار رہو! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے۔"

﴿ اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ﴾ (العنکبوت: ۴۵)

"(اے نبیؐ) تلاوت کرو اس کتاب کی جو تمہاری طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجی گئی ہے اور نماز قائم کرو، یقیناً نماز فحش اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر اس سے بھی زیادہ بڑی چیز ہے۔"

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۙ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ﴾ (الاحزاب: ۴۱۔۴۲)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ کو کثرت سے یاد کرو، اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔"

﴿ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (الجمعة: ۱۰)

"پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور خدا کا فضل تلاش کرو اور خدا کو بہت بہت یاد کرتے رہو تاکہ نجات پاؤ۔"

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ (المنافقون: ۹)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد

Marfat.com

سے غافل نہ کر دیں۔ جو لوگ ایسا کریں، وہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔"

﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝٨﴾ (المزمل:۸)

"اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو۔"

﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا ۝٢٥ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ۝٢٦﴾ (الدھر:۲۵۔۲۶)

"اپنے رب کا نام صبح و شام یاد کرو، رات کو بھی اس کے حضور سجدہ ریز ہو، اور رات کے طویل اوقات میں اُس کی تسبیح کرتے رہو۔"

"ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام اوقات میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔" (صحیح مسلم:۳۷۳)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اس شخص کی مثال جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے، زندہ آدمی کی طرح ہے، اور اس شخص کی مثال جو اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا، مردہ کی طرح ہے۔"

(صحیح بخاری:۶۴۰۷)

مسلم کی روایت میں ہے کہ اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے اور جس میں اللہ کا ذکر نہیں ہوتا، زندہ اور مردہ کی مثال ہے۔ (صحیح مسلم:۷۷۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے، اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے، اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو ایسی جماعت میں یاد کرتا ہوں جو ان سے بہتر ہے، اگر وہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے، تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں، اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے، تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔" (صحیح بخاری:۷۴۰۵۔ صحیح مسلم:۲۶۷۵)

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اور جب تک اس کے ہونٹ میرے ذکر میں ہلتے رہتے ہیں۔“ (صحیح بخاری: قبل: ۷۵۲۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مفردون سبقت لے گئے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مفردون کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: وہ مرد اور عورتیں جو کثرت کے ساتھ اللہ کو یاد کرتے ہیں۔“ (صحیح مسلم: ۲۶۷۶)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بے شک، اسلام کے احکام مجھ پر بہت ہیں، پس آپؐ مجھے کوئی ایسی بات بتائیں جس کو میں اپنے اوپر لازم کرلوں۔ آپؐ نے فرمایا: تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔“
(جامع ترمذی: ۳۳۷۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کے ذکر کے سوا زیادہ کلام نہ کیا کرو، اس لیے کہ اللہ کے ذکر کے سوا زیادہ کلام کرنا دل میں سختی پیدا کرتا ہے اور اللہ سے وہ لوگ زیادہ دور ہوں گے جن کے دل سخت ہوں گے۔“ (جامع ترمذی: ۲۴۱۱۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۹۲۰)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں تمام اعمال سے بہتر عمل، اللہ کے ہاں زیادہ پاکیزہ، تمہارے درجات کو زیادہ بلند کرنے والے عمل کے بارے میں نہ بتاؤں، جو تمہارے لیے سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بھی بہتر ہو کہ تمہارے دشمنوں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو، تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں؟ صحابہ نے عرض کیا: ضرور فرمایئے! آپؐ نے فرمایا: وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر ہے۔“ (جامع ترمذی: ۳۳۷۷)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا:

Marfat.com

''قیامت کے روز بندوں میں سے کون لوگ افضل اور اللہ کے ہاں اعلیٰ درجہ کے حامل ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کو زیادہ یاد کرنے والے مرد اور زیادہ یاد کرے والی عورتیں۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے سے بھی زیادہ افضل؟ آپؐ نے فرمایا: (ہاں) اگرچہ وہ اپنی تلوار لے کر کفار و مشرکین میں گھس جائے، حتیٰ کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون میں نہا جائے، پھر بھی اللہ کا ذکر کرنے والے کا درجہ اس سے بلند ہے۔'' (جامع ترمذی: ۳۳۷۶۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف ترمذی رقم الحدیث: ۶۷۰ میں ضعیف کہا ہے۔)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''ہر چیز کو چمکانے کے لیے پالش ہوتی ہے اور دل کی پالش اللہ کا ذکر ہے۔ اور اللہ کے ذکر سے بڑھ کر اللہ کے عذاب سے نجات دلانے والی کوئی چیز نہیں ہے۔ لوگوں نے پوچھا: کیا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا بھی نہیں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، اگرچہ کوئی شخص (کفار کے خلاف) اس وقت تک اپنی تلوار چلاتا رہے حتیٰ کہ وہ ٹوٹ جائے'' (ضعیف: شعب الایمان: ۵۱۹۔ سعید بن سنان راوی ضعیف ہے۔ دیکھیے: سلسلۃ الضعیفہ: ۴۹۸۷)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

''جب کوئی گروہ اللہ کا ذکر کرنے بیٹھتا ہے تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، اور اللہ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ ان (فرشتوں) سے کرتے ہیں جو اللہ کے پاس ہیں۔''

(صحیح مسلم: ۲۷۰۰)

''حضرت انس کی والدہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے وصیت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کی نافرمانی نہ کرو، یہ افضل ترین ہجرت ہے۔ فرائض کی حفاظت کرو، یہ سب

Marfat.com

سے بڑا جہاد ہے۔ کثرت سے اللہ کو یاد کرو، کہ تم اللہ کے پاس کوئی شے بھی اس کے ذکر کی کثرت سے بہتر لے کر حاضر نہیں ہو گی، اللہ کے ذکر کی کثرت اللہ کو بہت زیادہ پسند ہے۔" (ضعیف: معجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۰۳۔ اسحٰق بن ابراہیم بن نسطاطس راوی ضعیف ہے۔ تفصیل دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۵۱۱۹)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کو کثرت سے یاد کرو اور ذکر کی مثال ایسی سمجھو جیسے کسی آدمی کا اس کے دشمن نہایت تیزی سے پیچھا کر رہے ہوں، یہاں تک کہ اس آدمی نے بھاگ کر ایک قلعے میں پناہ لی اور دشمنوں کے ہاتھ لگنے سے بچ گیا، اسی طرح بندہ شیطان سے نہیں بچ سکتا مگر اللہ کی یاد کے سہارے۔" (جامع ترمذی: ۲۸۶۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو یہاں تک کہ لوگ کہیں: یہ شخص پاگل ہو گیا ہے۔"

(ضعیف: مسند احمد: ۱۱۶۵۳۔ دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۵۱۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو ذکر کرنے والوں سے ملنے کے لیے گلیوں اور راستوں کے چکر لگاتے رہتے ہیں۔ جب وہ کچھ لوگوں کو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں، تو دوسروں کو پکارتے ہیں کہ یہاں آؤ، یہاں وہ لوگ ہیں جن کو تم تلاش کرتے تھے۔ پھر وہ ایسے لوگوں کا آسمان تک اپنے پروں سے احاطہ کر لیتے ہیں۔"

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"پھر ان کا رب ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ خوب جانتا ہے: میرے یہ بندے کیا کہتے ہیں؟ ملائکہ عرض کرتے ہیں: یہ لوگ آپ کی تسبیح کرتے ہیں، آپ کی بڑائی بیان کرتے ہیں، آپ کی تعریف کرتے ہیں اور آپ کا شکر ادا کرتے ہیں، آپ کی عظمت اور بزرگی بیان کرتے ہیں۔

Marfat.com

پھر اللہ پوچھتا ہے، کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں، بخدا، اے ہمارے رب! انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ تو اللہ فرماتا ہے: اگر ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہوتا تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، اگر یہ لوگ آپ کو دیکھ لیتے تو زیادہ سرگرمی سے آپ کی عبادت کرتے اور زیادہ سے زیادہ آپ کی تسبیح اور بزرگی بیان کرتے۔

پھر اللہ پوچھتا ہے: میرے یہ بندے مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: یہ لوگ آپ سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ پوچھتا ہے: کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں، اے ہمارے رب! انہوں نے جنت نہیں دیکھی۔ اللہ فرماتا ہے، اگر انہوں نے جنت دیکھ لی ہوتی تو ان کے شوق کا کیا عالم ہوتا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر انہوں نے جنت دیکھ لی ہوتی تو ان کی تمنا اور بڑھ جاتی اور اس کی طلب اور رغبت اور شدید ہو جاتی۔

پھر اللہ پوچھتا ہے: یہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: یہ لوگ جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے: کیا انہوں نے جہنم کی آگ دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں، بخدا! انہوں نے جہنم نہیں دیکھی۔ اللہ پوچھتا ہے: اگر انہوں نے جہنم دیکھ لی ہوتی تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اگر انہوں نے جہنم کی آگ دیکھ لی ہوتی تو اور زیادہ ڈرتے اور ان کاموں سے دور بھاگتے جو جہنم میں لے جانے والے ہیں۔

تب اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہتا ہے: میں تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت فرما دی۔ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے: فلاں شخص ان میں سے نہیں ہے، وہ تو اپنی کسی ضرورت کے تحت آیا تھا اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے والا بھی ناکام و نامراد نہیں ہوتا۔" (صحیح بخاری: ۶۴۰۸۔ صحیح مسلم: ۲۶۸۹)

Marfat.com

کچھ مسنون اذکار

نبی کریم ﷺ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو یاد کرنے کے لیے کچھ کلمات سکھائے ہیں جنہیں مسنون اذکار کہا جاتا ہے۔ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کو ان کلمات کے ذریعے یاد کیا جائے تو زیادہ مفید ہے۔ ان میں سے کچھ اذکار درج ذیل ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں، میزان میں بھاری ہیں، اللہ کو محبوب ہیں:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ))

(صحیح بخاری: ۷۵۶۳۔ صحیح مسلم: ۲۶۹۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ))

کہنا میرے لیے ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔"

(صحیح مسلم: ۲۶۹۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص ایک دن میں سو بار ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ)) پڑھے، اس کو دس غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا، اور اس کے نامۂ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے سو گناہ مٹا دیئے جائیں گے، اور اس کو دن بھر شام تک شیطان سے حفاظت حاصل رہے گی اور کوئی شخص اس سے زیادہ بہتر عمل لے کر نہیں آئے گا، مگر وہ شخص جس نے اس سے زیادہ نیک اعمال کیے، اور فرمایا: جس شخص نے ایک دن میں سو بار (سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ) پڑھا، اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔" (صحیح بخاری: ۳۲۹۳۔ صحیح مسلم: ۲۶۹۱)

Marfat.com

''حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے دس بار ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ)) پڑھا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کیے ہوں۔''

(صحیح بخاری: ۶۴۰۴۔ صحیح مسلم: ۲۶۹۳)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''طہارت نصف ایمان ہے اور (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ) کے کلمات میزان کو بھر دیں گے اور (سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ) زمین و آسمان کی درمیانی فضاء کو پُر کر دیتے ہیں۔'' (صحیح مسلم: ۲۲۳)

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ)) اور ((اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ)) پڑھتے۔''

(صحیح بخاری: ۸۴۴۔ صحیح مسلم: ۵۹۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) بار سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) بار الحمد للہ، تینتیس (۳۳) بار اللہ اکبر اور ایک بار ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ)) پڑھ کر سو کی گنتی پوری کرے تو اس کے گناہ اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں، معاف کر دیئے جاتے ہیں۔'' (صحیح مسلم: ۵۹۷)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

''اے معاذ، اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں، اور فرمایا: اے معاذ! میں

Marfat.com

تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو پڑھنا نہ چھوڑنا:

((اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ))

(سنن ابوداود: ۱۵۲۳)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم میں سے کوئی شخص ہر روز ایک ہزار نیکی کرنے سے عاجز ہے؟ شریکِ مجلس لوگوں میں سے ایک نے سوال کیا: ایک دن میں کوئی کیسے ایک ہزار نیکی کر سکتا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: سو بار سبحان اللہ کہے تو اسکے (اعمال نامہ میں) ہزار نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں یا ہزار گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔" (صحیح مسلم: ۲۶۹۸)

دوسری روایت میں یا کی بجائے اور ہے یعنی اور ہزار گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

"ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ صبح کی نماز ادا کر کے صبح سویرے ہی ان کے پاس سے نکلے تو وہ نماز کی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ پھر آپؐ چاشت کے بعد واپس آئے تو وہ وہیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپؐ نے ان سے فرمایا: تو ابھی تک اسی حالت میں ہے جس میں تمہیں چھوڑ کر گیا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ تب نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے تیرے پاس سے جا کر چار کلمات تین مرتبہ کہے ہیں، اگر ان کا موازنہ ان کلمات سے کیا جائے جن کو تو شروع دن سے پڑھ رہی ہے تو ان کا وزن زیادہ نکلے گا، وہ کلمات یہ ہیں:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ، وَرِضَا نَفْسِهٖ، وَ زِنَةَ عَرْشِهٖ، وَ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ)) (صحیح مسلم: ۲۷۲۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"سب سے افضل ذکر (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) ہے۔" (حسن: جامع ترمذی: ۳۳۸۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''موسیٰ علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے عرض کیا: یا باری تعالیٰ! مجھے کچھ ایسے کلمات سکھایئے جن سے میں آپ کو یاد کروں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: کہو: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یا باری تعالیٰ! یہ تو تیرے سارے بندے کہتے ہیں، میں چاہتا ہوں کچھ ایسے کلمات ہوں جو میرے لیے مخصوص ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور ان کی ساری مخلوقات سوائے میرے ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ والا پلڑا جھک جائے گا۔'' (حسن: شرح السنہ للبغوی: ۱۲۷۳)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

''کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کی خبر نہ دوں؟ میں نے عرض کیا: ضرور، یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا: وہ ((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ)) ہے۔'' (صحیح بخاری: ۴۲۰۵۔ صحیح مسلم: ۲۷۰۴)

حضرت عبداللہ بن خُبیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تو شام اور صبح کے وقت تین بار سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھ لے تو یہ تجھے تمام تکالیف سے محفوظ کریں گی۔''

(حسن: سنن ابوداود: ۵۰۸۲۔ جامع ترمذی: ۳۵۷۵)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص ہر صبح اور شام تین بار یہ دعا پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ))

اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔'' (سنن ابوداود: ۵۰۸۸)

Marfat.com

اِستِغفار

استغفار بھی ذکر کی ایک قسم ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن میں دو آیات ایسی ہیں کہ اگر کوئی گناہگار شخص بھی انکی تلاوت کرنے کے بعد استغفار پڑھے تو اس کا کوئی گناہ ایسا نہیں جو بخش نہ دیا جائے۔ وہ دو آیات یہ ہیں:

﴿وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۟ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾﴾ (آل عمران: ۱۳۵)

”اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں، تو معاً اللہ انہیں یاد آ جاتا ہے، اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں، کیونکہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کرسکتا ہو، اور وہ دیدہ و دانستہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے۔“

﴿وَ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾﴾ (النساء: ۱۱۰)

”اگر کوئی شخص برا فعل کر گزرے یا اپنے نفس پر ظلم کر جائے اور اس کے بعد اللہ سے درگزر کی درخواست کرے تو اللہ کو درگزر کرنے والا اور رحیم پائے گا۔“

سورہ النصر میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ سے فرمایا:

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ﴿۱﴾ وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ﴿۲﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؔ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾﴾ (النصر)

”اپنے رب کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرو، اور اُس سے مغفرت کی دعا مانگو، بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔“

اسی لیے رسول اللہ ﷺ یہ تسبیح بہت کثرت سے پڑھا کرتے تھے:

Marfat.com

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ))

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص استغفار کرتا رہتا ہے اسے ہر غم سے آزاد کر دیا جاتا ہے اور اس کی جگہ خوشی عطا کی جاتی ہے، اس کی ہر تنگی سے اسے نجات مل جاتی ہے اور ایسی جگہ سے اسے روزی عطا کی جاتی ہے، جس کا اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔'' (ضعیف: سنن ابوداود: ۱۵۱۸۔ سنن ابن ماجہ: ۳۸۱۹۔ الحکم بن مصعب مجہول راوی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۷۰۵)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں دن میں ستر مرتبہ توبہ و استغفار کرتا ہوں۔ (جامع ترمذی: ۳۲۵۹)

اور فرمایا: ''جو شخص سوتے وقت تین بار ((اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ)) پڑھ لے اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں چاہے وہ شمار میں دریا کی جھاگ، صحرا کی ریت کے ذروں، دنیا بھر کے درختوں کے پتوں اور زمانے کے تمام دنوں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں! آپؐ نے یہ بھی فرمایا: کوئی گناہ گار بندہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے اور استغفار پڑھے اور اس کے تمام گناہ بخش نہ دیئے جائیں۔ (ضعیف: جامع ترمذی: ۳۳۹۶۔ عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسے تانبے پر زنگ لگ جاتا ہے اور دلوں کا زنگ دور کرنے والی چیز استغفار ہے۔'' (ضعیف: شعب الایمان: ۶۴۰ نضر بن محرز راوی ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۲۲۴۲)

رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنا

ذکر کی ایک خاص صورت رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا حکم بھی دیا ہے، جیسا کہ سورہ الاحزاب کی اس آیت سے واضح ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ

Marfat.com

وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا ﴿۵۶﴾ (سورۃ الاحزاب:۵۶)

''اللہ اور اس کے ملائکہ نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔''

احادیث میں رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تو آپؐ کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار نمایاں تھے، آپؐ نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: کیا تو اس بات کو پسند نہیں کرے گا کہ تیری امت میں سے جو شخص تجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے، میں اس پر دس بار درود بھیجتا ہوں اور اگر کوئی ایک بار تجھ پر سلام بھیجے تو میں دس بار اس پر سلام بھیجتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے، اللہ اس کے بدلے اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔''

(صحیح مسلم: ۳۸۴)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے، اس پر تمام فرشتے درود بھیجتے ہیں، خواہ بھیجنے والا زیادہ بھیجے یا تھوڑا، اور میرے تقرب میں اولیت اسی کو حاصل ہے جو مجھ پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجتا ہے، کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں اور دس برائیاں اس سے مٹا دی جاتی ہیں۔

(ضعیف: مسند احمد: ۶۶۰۵ مختصراً۔ ابن لھیعہ راوی ضعیف ہے۔)

اور فرمایا: ''جو شخص لکھتے وقت (اپنی تحریر) میں میرے لیے درود لکھ دیتا ہے، فرشتے اس کے لیے اس وقت تک مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک اس تحریر میں میرا نام انہیں دکھائی دیتا رہتا ہے۔'' (ضعیف: الترغیب والترھیب لابی القاسم الاصبھانی: ۱۶۹۷۔ عبدالسلام بن محمد المصری راوی ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۳۳۱۶)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے

Marfat.com

روز سب سے زیادہ میرے قریب وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجنے والے ہیں۔'' (جامع ترمذی: ۴۸۴۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔)

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے دنوں میں افضل جمعہ کا دن ہے، اس دن کثرت کے ساتھ مجھ پر درود بھیجو، اس لیے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا درود آپؐ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپؐ بوسیدہ ہو کر زمین کے ساتھ مل جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ نے زمین پر پیغمبروں کے جسموں کو حرام کر دیا ہے۔'' (یعنی زمین ان کے جسموں کو بوسیدہ نہیں کر سکتی) (سنن ابوداود: ۱۰۴۷۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میری قبر کو میلہ نہ بنانا، اور مجھ پر درود بھیجنا، اس لیے کہ تمہارا درود بھیجنا مجھ تک پہنچتا ہے، خواہ تم کہیں بھی ہو۔'' (سنن ابوداود: ۲۰۴۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں ہے کوئی شخص جو مجھ پر سلام بھیجتا ہے، مگر اللہ مجھ پر میری روح لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔'' (حسن: سنن ابوداود: ۲۰۴۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔'' (حسن: جامع ترمذی: ۳۵۴۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس آدمی کی ناک خون آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''

(حسن: جامع ترمذی: ۳۵۴۵)

ذکر کے چار درجے

ذکر کے چار درجے ہیں:

- ایک یہ کہ ذکر محض زبان پر ہو اور دل اس سے غافل ہو، اس کا اثر نہایت کمزور ہوتا

Marfat.com

ہے، اگرچہ اثر سے بالکل خالی یہ بھی نہیں، کیونکہ جو زبان اللہ کے ذکر میں مشغول رہے، اس زبان سے بہر حال افضل ہے جو خاموش رہے، یا دنیاوی اور فضول گفتگو میں مصروف رہے۔

- ذکر کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ جس میں دل متوجہ تو ہو لیکن پوری طرح متوجہ نہ ہو، توجہ بار بار اللہ اور اس کے ذکر سے ہٹ جاتی ہو یا بٹ جاتی ہو اور کوشش کر کے دل کو اپنے مقصد پر مرکوز کرنے کی ضرورت پڑتی ہو۔
- ذکر کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ ذکرِ الٰہی دل میں گھر کر چکا ہو اور اس پر مسلط ہو چکا ہو، یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی دوسرے کام کے لیے دل کو آمادہ کرنے کے لیے جدو جہد کرنی پڑے۔ یہ ذکر کا عظیم درجہ ہے۔
- ذکر کا چوتھا اور آخری درجہ یہ ہے کہ دل پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر کی بجائے اس کی ذات کا غلبہ ہو جائے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات دل پر پوری طرح حاوی ہو جائے۔ جب یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو گویا ذکر کا مقصد پورا ہو گیا، ذاکر کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات تک رسائی مل گئی اور یہی ذکر کا مقصد ہے۔ اے اللہ! ہمیں بھی اپنی ذات تک رسائی نصیب فرما، آمین، ثم آمین۔

آج بروز ہفتہ مورخہ ۱۸ شوال المکرم، ۱۴۳۷ ہجری، بمطابق ۲۳ جولائی، ۲۰۱۶ عیسوی، اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ مسودہ مکمل ہوا۔

اللہ اسے قبول فرمائے اور اسے قبولِ عام عطا فرمائے اور اسے اپنے اس حقیر بندے کے لیے آخرت کا توشہ بنا دے۔ آمین، ثم آمین۔

حبیب الرحمٰن

Marfat.com

اُس کے لیے خالص کر کے، بالکل یکسو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ یہی نہایت صحیح و درست دین ہے۔''

﴿اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَ اَصۡلَحُوۡا وَ اعۡتَصَمُوۡا بِاللّٰهِ وَ اَخۡلَصُوۡا دِیۡنَهُمۡ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ وَ سَوۡفَ یُؤۡتِ اللّٰهُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴾ (النساء:۱۴۶)

''البتہ جو اُن میں سے تائب ہو جائیں اور اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کر لیں اور اللہ کا دامن تھام لیں اور اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر دیں، ایسے لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں اور اللہ مومنوں کو ضرور اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔''

﴿اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّیۡنَ ؕ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ ؕ﴾ (الزمر:۳)

''(اے محمدؐ) یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف برحق نازل کی ہے، لہٰذا تم اللہ ہی کی بندگی کرو، دین کو اُسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔ خبردار، دین خالص اللہ کا حق ہے۔''

﴿قُلۡ اِنِّیۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّیۡنَ ﴾ (الزمر:۱۱)

''(اے نبیؐ) اِن سے کہو، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اُس کی بندگی کروں۔''

﴿اَللّٰهُ الَّذِیۡ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمۡ فَاَحۡسَنَ صُوَرَكُمۡ وَ رَزَقَكُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الۡحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادۡعُوۡهُ مُخۡلِصِیۡنَ لَهُ الدِّیۡنَ ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۶۵﴾ (المومن:۶۴-۶۵)

''وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو جائے قرار بنایا اور اوپر آسمان کا گنبد بنا دیا۔ جس نے تمہاری صورت بنائی اور بڑی ہی عمدہ بنائی۔ جس نے

اسلوبی سے حل کر سکتا ہے۔ اکثر گھریلو اور خاندانی جھگڑے اسی وجہ سے ہوتے ہیں کہ کوئی فریق بھی دوسرے کو معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

انسان سمجھتا ہے کہ معاف کرنے سے اس کی سبکی ہوگی اور وہ ہیٹا ہو جائے گا، حالانکہ اس کا یہ خیال سراسر غلط ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''معاف کرنے پر اللہ بندے کو مزید عزت عطا کرتا ہے اور جو اللہ کے لیے جھکتا ہے اللہ اسے بلند مرتبہ کر دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۵۸۸)

انسانی مشاہدہ بھی اسی بات کی گواہی دیتا ہے کہ معاف کرنے سے عزت کم نہیں ہوتی بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ اگر آپس میں عفو و درگزر سے کام لیا جائے تو بہت سے معاملات خوش اسلوبی سے طے ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ مسلمانوں کو عفو و درگزر سے کام لینا چاہیے۔ ملاحظہ ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہ ارشادات:

﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾
(آل عمران: ۱۳۴)

''جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں، ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔''

﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ (المائدہ: ۱۳)

''انہیں معاف کرو اور ان کی حرکات سے چشم پوشی کرتے رہو، اللہ اُن لوگوں کو پسند کرتا ہے جو احسان کی روش رکھتے ہیں۔''

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝﴾ (الاعراف: ۱۹۹)

''نرمی اور درگزر کا طریقہ اختیار کرو، معروف کی تلقین کیے جاؤ اور جاہلوں سے نہ الجھو۔''

﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ڻ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ

Marfat.com

اسلام

(قرآن و حدیث کے آئینے میں)

معاشرت اور اخلاقیات

جلد دوم

قاضی حبیب الرحمٰن

الاحسان

Marfat.com